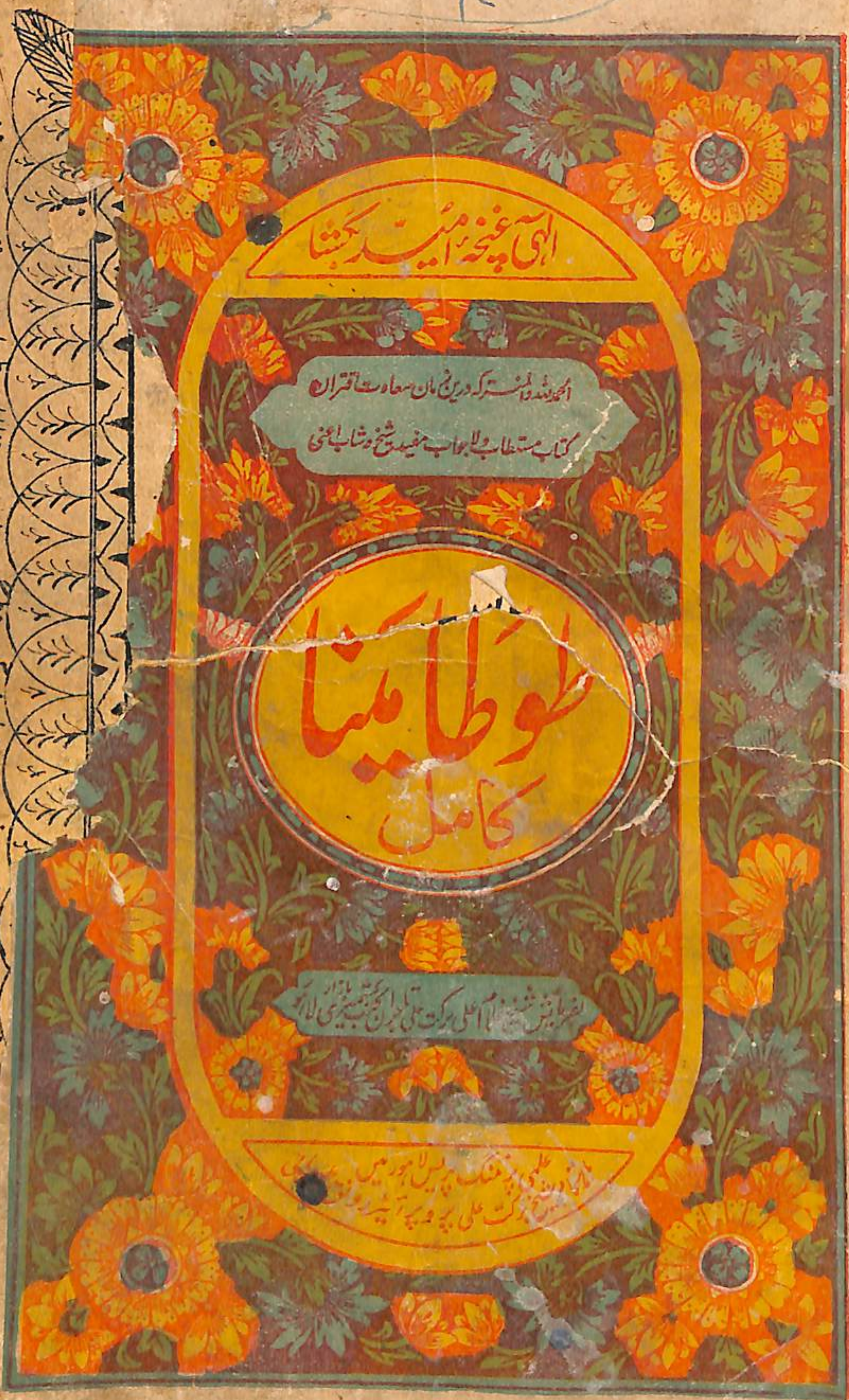
Good News for all

INAUGURATION

of

A CO-OPERATIVE


الٰہی غنچۂ امید بکشا
الحمد للہ والمنت کہ درین زمان سعادت اقتران
کتاب مستطاب ولاجواب مفید شیخ وشاب یعنی
طوطا مینا
کامل

Price Ans 14

الٰہی غنچۂ امیّد بکشائے

الحمدللہ والمنتہ کہ دریں آیام فرخندہ فرجام کتاب نایاب مسمّٰی بہ

قصّہ طوطا مینا مکمّل اُردو

سنہ ۱۹۳۳ء
۱۳۴۷ھ

آٹھواں حصّہ

حسب فرمائش

شیخ غلام علی برکت علی تاجران کتب کشمیری بازار

لاہور نے

اپنے مطبع علمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام ایم فیروز دین پرنٹر چھاپا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طوطا مینا جلد اوّل

شاہ ولیم کے ایوان شاہی میں شاہ افروز تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہے۔ رات کا وقت ہے۔ دربار گرم ہے۔ معزز عہدہ دار حسب مراتب مونڈھوں اور کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ شب کی ڈراؤنی اندھیاری دامن پھیلا رہی ہے۔ ادھر ایوان شاہی میں روشنی نہائیت سرگرمی کے ساتھ کی ہے۔ لمپ اور فانوسوں کی تیز اور شفاف روشنی نے دور تک اپنا رنگ جمایا ہے۔ مکان کی آراستگی ایک انوکھی بہار دکھا رہی ہے۔ اُس پر بھی در و دیوار سے مایوسی اور حسرت ٹپک رہی ہے۔ ہر شخص بحالت سکوت ہے۔ پریشانی اور وحشت کا سِکہ بیٹھا ہوا ہے استقلال بالکل رفو ہو چکا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی حادثہ آنے ہی کو ہے۔ کہ جس کا سنبھالنا کچھ آسان نہ ہوگا اطبائے حاذق اپنی اپنی کتاب لئے ہوئے انگشت بدنداں تخت کی اک سمت بیٹھے ہوئے ہیں۔ بادشاہ کے چہرہ چہرہ پر زردی اپنا رنگ جماتی جاتی ہے رنگ چہرہ کا تغیر ہوتا چلا ہے۔ سکرات موت کا سِکہ۔ بیٹھنے ہی والا ہے۔ جبکہ ایک عرصہ تک یہی حالت طاری رہی۔ تو پھر بادشاہ نے آسمان کی طرف حسرت بھری نگاہ سے دیکھا اور کہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا سِن حیات بس یہیں تک تھا۔ جو ایسے ایسے اطبا مجبور دکھائی دے رہے ہیں۔ اور مرض لمحہ بلمحہ ترقی پذیر ہے؟

خیر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

وزیر۔ عالیجاہا اس درجہ نا اُمیدی اتنی مایوسی۔ کیا آپ نے لاتقنطوا من رحمتہ اللہ کو دل سے فراموش کر دیا؟

بادشاہ۔ استغفراللہ۔ مگر ظاہرا کوئی سبب صحت نظر نہیں آتا۔

وزیر۔ میں نے اکثر بزرگوں سے سُنا ہے کہ جو مرض لاعلاج ہو جائے۔ تو مریضوں کو

قصص سُنائے تو بفضل ایزدی شفا پائے

بادشاہ۔ تو فوراً ایک قصہ خوان حاضر آئے

وزیر۔ میرے نزدیک قصہ خوان وہ طوطا اور مینا جو عجائب خانہ شاہی میں موجود ہیں طلب ہوں۔ تو انسب ہے۔ کیونکہ ان کی قصہ خوانیکی شہرت شہرہ آفاق ہے۔

راوی۔ طوطا و مینا دونوں کے پنجرے دربار شاہی میں لائے گئے۔

مینا (طوطے سے مخاطب ہو کر) اے طوطے اگر کوئی میرا قدردان اور ہنرشناس ہو۔ تو میری گلعذاران جہاں سے بھی بڑھ کر قدر کرے۔ اور میری خوش بیانی و قصہ خوانی سنکر میرا ہی کلمہ پڑھے۔ افسوس کہ اس خالق ارض و سما نے کس تاریک وقت و ابلہ پرور زمانہ میں ہمکو پیدا کیا ہے۔ کس نمی پرسد کا مضمون ہے۔

طوطا (طیش کھا کر) کیا خوب۔ آپ گلعذاران جہاں سے بھی اپنے آپ کو دور کھینچتی ہیں کیونکہ نہیں۔ کیا پدری اور کیا پدری کا شوربا ذرا ہوش پکڑ۔ او کالی کلوٹے کل سوئی اس طرف تو دیکھ۔ کہ میں کیسا زمردے رنگ سبز پوش ہوں۔ کہ آدمی دیکھے۔ بھوک بھاگے اور ہکا بکا رہ جاوے۔ بندہ درگاہ کا ہیرامن نام ہے۔ اور وہ دلچسپ داستان آنکھوں نے دیکھے۔ میرے سینہ پر نقش ہیں۔ اگر تو ان میں سے ایک بھی سُنے۔ تو چُلو بھر پانی میں ڈوب مرے مگر اینجانب کو اپنی ہمہ دانی کا خیال بھی نہیں۔ اور ذرا گوشِ دل سے سن۔ صاحب علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔ ع

تنائے خود بخود کردن نہ زیبد مردِ دانا را

مینا۔ اور گلہریش ٹیں کرنے والے ذرا چونچ تو سنبھال۔ ؎

دیکھا نہیں ہے تو نے کسی نیزہ باز کو
گدی سے کھینچ لونگا زبان دراز کو

کیا خوب؟ اپنے منہ میاں مٹھو۔ مسبب الاسباب وہ دن لائے۔ کہ سُلطان عالم پناہ مباحثہ کا حکم دیں تو میاں ٹُوئیاں کی ساری قلعی اوچھو ہو جائے۔ اور نوک دُم بھاگتے نظر آؤ۔

راوی۔ بادشاہ ان دونوں کی جھڑپ سنکر بہت ہی خوش ہوئے۔

بادشاہ۔ میاں مٹھو جو کچھ تم نے دیکھا ہے ذرا بیان تو کرو۔

مینا۔ جہاں پناہ۔ مجھ سے سنئے۔ یہ موا اگلھڑ کیا جانے؟

طوطا۔ بل بے جرأت۔ شاہوں کے حضور میں یہ گستاخی۔ حضور بندہ کو علاوہ حالات شہزادہ کے اور بہت سے حالات میں آگاہی حاصل ہے:۔

بادشاہ۔ بی بی مینا۔ ابھی تم خاموشی کی۔

تکلیف گوارا کرو۔ ذرا ان میاں مٹھو سے اس
شاہزادہ کا حال بیان سنو۔ پھر تم بھی اپنا
سانحہ بیان کرنا۔

طوطا

شکار بازی میں خود شکار ہونا

صبح ہونے والی ہے۔ پرندے اپنے اپنے
گھونسلوں میں خوش ترہ کی صدائیں بلند کر
رہے ہیں۔ متوالی نیند سونے والوں کو جگا
رہے ہیں۔ مؤذن آذان دے رہے ہیں
مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار
کر رہے ہیں۔ پیر مردوں کی تسبیح کھٹا کھٹ چل
رہی ہے۔ جرس فریادی ہے۔ ؎

فجر ہوگئی ہے مشفق من
ٹن ٹن ٹن ٹن ٹن ٹن ٹن

اس وقت عجیب خاموشی کا عالم ہے ہوا
کا آہستہ آہستہ چلنا طبیعت کو فرحت چہرہ پر
بشاشت جسکو خداوند کریم کا نور کہتے ہیں
ہر فرد بشر کے چہرے سے عیاں ہے۔ ایسے
وقت میں ہمارے شہزادہ زین الجہان کے
دل میں شکار کی امنگ ہے۔ امیر وزیر چلنے
کو تیار ہیں۔ پیادہ تو کس گنتی میں ہیں۔
حکم کی دیر تھی۔ پھر کیا تھا۔ فوراً جواں مرد سپاہی
ہتھیاروں سے آراستہ وردی سے پیراستہ
کچھ چینے اور باز تیار۔ ادھر شاہزادہ
عالم بھی اپنے حسن جوانی میں چور۔ ترچھی نگاہ
بانکی چتون۔ مسلح۔ پانچوں ہتھیار
لگائے ہوئے تیوری پر بل چڑھائے
عجیب آن و بان سے شکار کو روانہ ہوا
گویا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو چیز سامنے
آئے وہ زندہ نہ جانے پائے۔ اب ۱۲ بجے ہیں
۱۲ کا وقت ہونے کو ہے تمازت آفتاب سے ہر
سپاہی چیں بہ جبیں ہے۔ شکاری خود شکار ہونے لگے
ہیں۔ پرند و چرند سایہ کے متلاشی ہیں اتنے
میں ایک سیاہ گوش آفت کا مارا زین الجہان
کے سامنے سے گذرا۔ شاہزادہ عالم نے اسکے
پیچھے گھوڑے کی باگ ڈھیلی کر دی۔ گھوڑا
ہوا سے باتیں کر رہا تھا۔ طلبوس نامی نوکر
ہم رکاب رہا۔ باقی ماندوں کی تاب نہ ہوئی۔ جو
ہمسری کرتے۔ سیاہ گوش کچھ دور جا کر گم ہو گیا۔

شاہزادہ اے طلبوس۔ اس وقت پانی
کہیں سے لا۔ بہت گرمی ہے۔

طلبوس۔ جی حضور۔ مگر۔ مگر۔

شاہزادہ۔ ہیں یہ مگر مگر کیا؟۔

طلبوس (تعجب سے) کچھ نہیں۔ ہاں مگر کچھ
عرض کرتا تھا۔ آپ سیراب ہوجیے۔

شاہزادہ۔ ہاں اب کچھ طبیعت کو ذرا
تسکین ہوئی۔

طلبوس۔ پانی کیسا شیریں ہے۔ مگر
کنواں بہت عمیق تھا۔

شاہزادہ۔ نگر چہ معنے دارد۔
طلبوس۔ کنواں عمیق ہے۔ مگر اس میں روشنی
ایسی ہے۔ جیسے مشعل روشن ہو۔
شاہزادہ۔ اے نادان جنگل میں مشعل کا
ہونا اور پھر چاہ عمیق میں۔ جلدی بیان کر۔
کہ وہ کہاں ہے؟
طلبوس۔ یہ ہے۔ دیکھو نا معلوم ہوتی ہے
شاہزادہ۔ ہاں۔ ہاں مجھ کو بھی معلوم ہوتی ہے
ہرگز یہ مشعل نہیں ہے۔
طلبوس۔ اچھا حضور یہ سچ فرمایئے۔ کہ یہ
کیا شے ہے؟
شاہزادہ۔ وہ سامنے بارہ دری نظر آتی
ہے۔ اب تو یہی جی چاہتا ہے کہ اندر جا کر
پوری تحقیقات کروں۔ اور جب تک میں
واپس نہ آؤں۔ تو یہیں قیام پذیر رہنا۔
طلبوس۔ بہتر تھا۔ جو میں ساتھ ہوتا۔
مینا۔ ہاں صاحب ہیرامن۔ پھر شاہزادہ
نے اندر جا کر کیا دیکھا؟
طوطا۔ شاہزادہ نے اندر جا کر معلوم کیا۔
کہ بارہ دری میں خوب روشنی ہو رہی ہے
سامنے طاق میں ایک لعل بیش بہا قیمت
رکھا ہے۔ اور قریب اس کے کنجی اس
مکان کی رکھی ہے۔ زین الجہان نے
قفل کھولا۔
حسن فریفتہ (خادمہ دروازہ) آجی۔ حضور
بہت مدت سے آپ کی خواہش چہ معنے
بلکہ جستجو تھی۔
شاہزادہ۔ یہ مکان کس کا ہے۔ اور اسکا
مکین کون ہے؟
حسن فریفتہ۔ چلیئے چلیئے تشریف فرما ہوجیئے
شاہزادہ۔ (شہزادہ باغ کے اندر پہنچ کر
حیرت زدہ ہوکر) ؎

گر فردوس بر روئے زمین ست
ہمین ست وہمین ست وہمین ست

یہ کہتے ہی چہرہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں
پھر لڑکھڑانے لگے۔ ہستی گم ہوگئی۔
پری۔ ہیں۔ ہیں گرنے نہ پائے۔ پکڑنا۔
اے لو۔ گر ہی پڑے۔ جلدی جا۔ گلاب لا۔
خدا جانے بیچارہ کون ہے۔ کہاں کا رہنے والا ہے۔
حسن فریفتہ۔ یہ شیشہ اور یہ بید مشک
پری۔ اف بہت دیر کے بعد ہوش آیا
کہئے۔ مزاج کیسا ہے؟
شاہزادہ۔ الحمد للہ۔
پری۔ اے آدم زاد۔ بہت جلد چلا جا۔
ورنہ کوئی دم میں لقمہ دیو ہوا چاہتا ہے۔
تیرے شباب پر زیادہ افسوس آتا ہے
ورنہ مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد۔ و
خر رفت۔
شاہزادہ۔ (منت سے) کیا آپ مہمان نوازی
کی تکلیف گوارہ نہ فرمائیں گی؟

پری ـ گر بر سر و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ ناز نینی

مگر یہ مکان ایک دیو قہر آلود نے بزور طلسم بنایا ہے۔ اور یہ کنیز بھی اس کے قہر جال میں گرفتار ہے۔

شاہزادہ (مری آواز سے) کیا وہ آنے والا ہے؟

پری۔ ہاں! ہاں!!

شاہزادہ۔ میں کیا کروں۔ اور مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

پری۔ لو انگشتری نظر بند۔ عطیہ حضرت سلیمانؑ۔ تم سب کو دیکھو گے۔ اور تم کو کوئی بھی نہ دیکھے گا۔

شاہزادہ (مشکور ہو کر) کیا میں اس کو ابھی پہن لوں؟

پری۔ فوراً سے پہلے۔ ایلو وہ آیا۔

قہر آلود۔ اے پری کیا سبب ہے۔ کہ مجھ کو آج مکان سے بوئے انسان چلی آتی ہے

پری۔ یہاں کس کی تاب جو قدم رکھ سکے آہ ہڈیوں سے بو آتی ہو گی۔

قہر آلو۔ واقعی ٹھیک فرماتی ہو۔

راوی۔ قہر آلود پری سے گفتگو کر کے رخصت کا طالب ہوا۔

قہر آلود۔ کیا آج آپ نہ چلیں گے؟

پری۔ کیا کروں آج اعضا رشکنی غضب ڈھا رہی ہے۔ لہٰذا آپ معاف ہی رکھیئے

شاہزادہ (انگوٹھی اتار کر) ـ
کافر ہوں جو زیادہ اس سے آرزو ہو
کہ بے خلل مکاں ہو بس میں ہوں اور تو ہو

پری۔ اے شاہزادہ تو میرے عشق کا دم نہ بھر۔ ورنہ بہت ہی پچھتائیگا۔ اور بے آئی مارا جائے گا۔

شاہزادہ۔ سر کٹانا عاشقوں کی عید ہے

پری۔ اگر تیری یہی خوشی ہے۔ تو بغیر لائے طلسم شکن کے اس مشکل کا حل ہونا ذرا شاق معلوم ہوتا ہے۔

شاہزادہ۔ اے پری طلسم شکن کیا چیز ہے اور کہاں ہے؟

پری۔ شہر جنات میں شمال کی طرف ایک پہاڑ ہے۔ وہاں پر ایک آتش خانہ ہے جس کی آگ دو برس سے برابر روشن ہے اور قہر آلود ہر روز وہاں جا کر اس آگ کو روشن کرتا ہے۔ اور اپنی جان کی حفاظت کیلئے بہت سے حشرات الارض جادو سے چھوڑ رکھے ہیں۔ اور بغیر اس خنجر کے اس کا مرنا ممکن نہیں۔

شاہزادہ۔ واہ صاحب یہ تو بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ لیجیے اب لایا۔

پری۔ ٹھیرو ٹھیرو۔ اتنی جلدی۔ اچھا اتنا یاد رکھنا۔

ے اک بات میں کہتی ہوں کہ ذرا کان میں رکھنا
وہ بات ہے مجھ کو ذرا دھیان میں رکھنا

شاہزادہ۔ اے جناب ع
حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

پری۔ خدا حافظ۔ خدا حافظ ع
بہ سلامت روی و باز آئی

راوی۔ شہزادہ زین الجہان جنگل کی مسافت کو نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ طے کرتا کرتا ایک لق و دق ہو کے صحرا میں پہنچا۔ دور کے سفر کے سبب چکنا چور ہو گیا۔ پھر سوچ کر تھم ہو گئے۔ سخت مایوس ہوا۔ لاچار ایک آواز نہایت دردناک سنائی دی۔ یہ تو پہلے ہی سے صدمہ اُٹھائے تھا تاب نہ لا سکا۔ اور غش کھا کر گر پڑا۔ کچھ دیر بعد ہوش آئی۔ جی کو کڑا کر کے کہنے لگا کہ اگر یہ انسان کی آواز ہے۔ تو ایک سے دو بہتر۔ یہ کہہ اور چند قدم لڑکھڑاتا چلا۔ دیکھا تو ایک جوگن بیٹھی زار زار رو رہی ہے۔

شاہزادہ۔ تو کون ہے۔ اور کیوں رو رہی ہے؟

جوگن۔ الحمد للہ آج مدت کے بعد ایک تو شریک غم ملا۔ حضرت آپ کون ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے؟

شاہزادہ۔ تم اپنا سانحہ بیان کر کے اپنا حال سنانیکی تکلیف گوارا کرو گی۔

جوگن۔ اگر آپ کو میں اپنا حال سناؤں تو کیا حاصل ہو گا۔

شاہزادہ۔ جہاں تک ہو سکیگا میں امداد کرونگا

جوگن۔ (شکریہ ادا کر کے) میں ایک سوداگر ایران کی دختر بد اختر اور نام میرا خورشید رو ہے میرے پدر بزرگوار نے یہ عہد کیا تھا۔ کہ جو کوئی میرے تین سوال پورے کریگا۔ اس کے ساتھ شادی کروں گا۔ اور جو ان کو پورا نہ کر سکیگا۔ اسکی پیشانی پر داغ دونگا۔ اسکا چرچا دور دور ہوا۔ اور ہزاروں آدمی آئے۔ اور اپنی اپنی پیشانی پر سارٹیفکیٹ حاصل کر کے رفو چکر ہوئے۔

مینا۔ اے طوطے وہ سوال کیا تھے؟

طوطا۔ وہ سوال آگے بیان کروں گا۔

جوگن۔ اتفاقاً ایک شہزادہ جانِ جہان آیا اور میرے باپ کے تینوں سوال پورے کر دیئے۔ اسوقت میرے باپ نے بڑے کرّ و فر سے میری شادی جانِ جہان کے ساتھ کر دی۔ اور ہمارے رہنے کیلئے ایک کوٹھی نہایت آراستہ عطا کی۔ جب میں نے اپنے دولہا کو دیکھا تو دل قابو میں نہ رہا۔ اور وہ بھی مجھ پر شیدا ہو گیا۔ ایک روز شہزادہ خود بخود رونے لگا میری بھی گھگی بندھ گئی۔ پھر میں نے جی کو کڑا کر کے کہا۔ کیوں خیر تو ہے۔ نصیب دشمنان ایسا کیا حادثہ گذرا ہے کہ جسکی وجہ سے آپ اتنے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں

جانِ جہان - اے میری پیاری بیگم آج مجھ کو میرے خویش و اقربا کی یاد بے چین کئے دیتی ہے - اگر تو اجازت دے تو میں ان کے دیدار فرحت آثار سے فرحت حاصل کر کے بہت ہی جلدی واپس آؤں -

جوگن - کیا میں بغیر آپ کے یہاں پر رہ سکتی ہوں ؟

شاہزادہ - میں بھی پسند کرتا ہوں - کہ آپ میرے ہمراہ سایہ کی طرح ہوں - مگر آپ کے والد بزرگوار کو خبر تک نہ ہو -

جوگن - ہیں ہیں ایسا کبھی نہ ہوگا -

شاہزادہ - آج شب کو اشیائے ضروری ساتھ لو - اور چلو -

جوگن - میں نے فوراً دو گھوڑے منگائے اور بارہ بجے رات کے ہم دونو سوار ہو کر ملک ہند کی جانب روانہ ہوئے - اور کئی روز کے بعد ایک جنگل میں پہنچے اور ایک درخت کے نیچے آرام کیا - گھوڑے اسی میدان میں چرنے چھوڑ دیئے - کچھ دیر ہوئی تھی - کہ یکایک شمال کی طرف سے ایک بلا خیز طوفان آیا - اور ایک لمحہ میں اندھیرا چھا گیا - اور بڑے بڑے درخت جڑ سے اکھڑ گئے - خدا جانے شہزادہ جانِ جہان اور دونو گھوڑے کہاں گئے - جب ذرا آسمان کا مطلع آسمان ہوا تو میں نے اپنے آپکو اس صحرائے سنسان میں پایا - اسی روز سے میں شہزادہ کی تلاش میں حیران و سرگردان ہوں - مگر پتہ نہیں چلتا - خدا جانے وہ زندہ ہے یا مر گیا - مگر آجتک کوئی پرسانِ حال نہ ہوا - اب شاید آپ کی امداد سے اپنے مقصد کو پہنچوں

زین الجہان (جھڑک سے) افسوس ! خیر جو ہو سو ہو - جب تک تیرا مدعا پورا نہ کرونگا - یاد رکھ - تب تک عشرت کا دم نہ بھرونگا -

جوگن - (مسکرا کر) خدا کی ذات سے بعید نہیں -

زین الجہان - لیجئے - میں جاتا ہوں تم میرے زیادہ سے زیادہ ایک سال تک انتظار کرنا اور بعدہ سمجھ لینا کہ دنیا سے رحلت کر گیا - جو چاہنا سو کرنا - جہاں چاہنا - جانا -

جوگن - کیا میں یہ صدمہ برداشت کر سکتی ہوں - اچھا میں بھی ساتھ چلوں -

زین الجہان - نہیں - نہیں آپ تکلیف گوارا نہ فرمائیں - یہیں آرام فرمائیں -

جوگن - نہیں مجھ کو عین راحت ہے

مینا - اے طوطے کیا وہ جوگن زنانہ ہی لباس سے ہمراہ ہوئی ؟

طوطا - نہیں مردانہ لباس پہنکر ساتھ ہوئے جب بہت ہی بھوک ستاتی - تو جو کچھ ملتا - کھاتے اور کبھی کبھی یوں کہتے - ع

ہم کہاں صحرا نوردی یہ کہاں
کھینچا لیکن عشق سے آزار نے

کئی ماہ کے بعد ایک بستی دکھائی دی ۔ جس کا بادشاہ
نہایت سخی اور مسافر نواز تھا ۔ یہ دونو جانِ
جہان کی تلاش میں اس شہر میں داخل ہوئی ۔

ملازمان شاہی ۔ کیا ہم اس قابل ہیں ۔ کہ
آپ ہمارے یہاں قیام کریں ؟

زین الجہان ۔ بندہ کو کیا عذر ہے ؟

ملازمان شاہی (مکان پر پہنچا کر اور کھانا کھلا
کر) حکم شاہی ہے ۔ کہ یہ جملہ اسباب
جو آپ کے سامنے رکھا ہوا ہے ۔ یہ آپکا
ہے ۔ اگر حکم ہو تو بار کراویں ۔

زین الجہان ۔ میں تہ دل سے آپکے
عالیجاہ شاہ اور نیز آپ کی عنایات کا شکریہ
ادا کرتا ہوں ۔ کہ آپ صاحبان نے مجھ
غریب الوطن آفت رسیدہ پر وہ احسان کیا
ہے ۔ کہ جس کو میں ہرگز نہ بھولونگا ۔ مگر بندہ کو
دور دراز کا سفر جو کہ سفر سے زیادہ نظر آتا
ہے ۔ اسکے واسطے کرنا ضروری ہے ۔ اسلئے آپ
اس عطیہ اسباب مسافرت سے معاف
فرمائیں ۔ اگرچہ یہ کفرانِ نعمت ہے ۔ میں
امید کرتا ہوں کہ آپ صاحبان میری استدعا
کو منظور فرمائیں گے ۔

ملازمان شاہی ۔ اچھا تو آپ کو خداوند نعمت
کے حضور میں چلنا ہوگا ۔

زین الجہان ۔ افسوس آپ صاحبان نے میری
روشی حالت پر بھی توجہ نہ کی ۔ آحضرت کیا میں نے
آپکی چوری کی یا ڈاکہ ڈالا ۔ جو شاہ کی حضور چلوں ۔

ملازمان ۔ نہیں ۔ نہیں ۔ ہم سب کے سب آپ
سے معافی چاہتے ہیں ۔ یہاں کا بادشاہ بغیر
ملاقات کے کسی کو جانے نہیں دیتا ۔

زین الجہان ۔ خیر اس کا کچھ مضائقہ نہیں

چوبدار ۔ (زین الجہان سے) آپ لوگوں کو
شہنشاہ گیتی پناہ یاد فرماتے ہیں ۔

زین الجہان ۔ چلو !

بادشاہ ۔ آپ کہاں کے باشندے ہیں
اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں ؟

زین الجہان ۔ عالی جاہ ۔ ہم ملک ہندوستان
سے آئے ہیں اور شہر جنون کا ارادہ رکھتے ہیں ۔

بادشاہ ۔ شاید تم بھی میری طرح سے کسی آفت
میں مبتلا ہو ۔ جو ایسے خطرناک طلسم کو جاتے ہو ۔
میں نے بزرگوں سے سنا ہے ۔ وہاں گیا ۔ اور
وہیں کا ہو رہا ۔ اب میں بطریق ہمدردی تم کو
سمجھاتا ہوں ۔ کہ ہرگز وہاں کا قصد نہ کرو ۔
اور واپس چلے جاؤ ۔

شاہزادہ (رنج سے ملول ہوکر) آپ کس
بلائے عشق میں مبتلا ہیں ؟

بادشاہ (ایک آہ سرد بھر کر) اے درویش
مقبول بارگاہ میرا کیا حال دریافت کرتے ہو
میں ملک ہند کا شہزادہ ہوں ۔ جانِ جہان میرا
نام ہے ۔ میں بہ عیش و عشرت رہتا تھا
ایک روز کا ذکر ہے ۔ کہ وزیر زادے نے

کہا۔ کہ اے جانِ جہان ایک لڑکی سیستان کے ملک کی نہائیت حسین ہے۔ جسکی شہرت ہر ولائیت میں ہے۔ اگر آپ کی شادی ہوجائے تو بہت ہی خوب ہو۔ مگر اس کا باپ تین سوال رکھتا ہے۔ جن میں دو سوالوں کا جواب تو اکثر شاہزادوں نے پورا کر دیا۔ مگر ایک کا پورا کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ یہ سنتے ہی میرے بدن میں شعلہ عشق بھڑکا۔ اور زر و جواہر لے کر رہوار پر سوار ہو کر اسکے باپ کے پاس پہونچا۔ اور سوالوں کو دریافت کیا۔

پدر لڑکی۔ میرے تین سوال ہیں۔ جوان کو پورا نہ کریگا۔ اسکی پیشانی پر غلامی کی مہر لگا دیتا ہوں۔ آج تک بہت آئے۔ اور غلامی کا سرٹیفکیٹ لیکر چلتے پھرتے نظر آئے۔ اگر تم میں طاقت ہو۔ بسم اللہ۔ مگر انجام کو دیکھ کر۔

جانِ جہان۔ آپ سوال بیان کیجئے۔ خدا چاہے تو پورے ہو نگے۔

پدر لڑکی۔ پہلا سوال یہ ہے۔ کہ تین یاروں میں چوتھا یار پادشاہ ہوا تھا۔ پھر وہ علیحدہ کیوں ہوا۔ اور تین یار رہے۔

جانِ جہان یہ معاملہ بڑا پرانا ہے۔

پدر لڑکی۔ اچھا تو مفصل بیان فرمایئے۔

جانِ جہان۔ تین شخص باہم نہائیت محبت سے بسر کرتے تھے۔ جن میں ایک دھوبی دوسرا بڑھئی۔ تیسرا رسالدار تھا۔ ان میں ایسی محبت تھی۔ اگر ایک روز ایک ایک کو نہ دیکھتا۔ تو بے قرار ہو جاتا۔ اتفاق سے ایک روز بڑھئی کی دھوبی سے ملاقات نہ ہوئی۔ اور بے قراری حد سے فزوں بڑھی۔ بڑھئی تمام دن انتظار کرکے رات کے وقت دھوبی کی ملاقات کو چلا۔ اثنائے راہ میں کوتوال کی لڑکی موسمِ بہار میں چمکتی ہوئی چاندنی کی سیر کر رہی تھی۔

کوتوال کی لڑکی۔ تو کون ہے۔ اور کہاں جاتا ہے؟

بڑھئی۔ حضور آج تمام دن میں تے اپنے دوست کو نہیں دیکھا۔ اس لئے میں اسکے مکان پر ملنے کو جاتا ہوں۔

کوتوال کی لڑکی۔ ہم بھی تیرے دلربا کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جسکی جدائی میں ایسا بے قرار ہے۔

بڑھئی۔ نہیں نہیں حضور اس قدر تکلیف گوارہ نہ کریں۔

کوتوال کی لڑکی۔ اچھا تو ذرا ہوشیار ہو جا۔ میں اپنے باپ سے کہتی ہوں۔ کہ یہ چور ہے۔

بڑھئی (گڑگڑا کر) اچھا۔ حضور تابعدار کو کب انکار ہے؟

راوی۔ جب بڑھئی نے جاکر دھوبی کے گھر پر آواز دی۔ تو وہ آنکھیں ملتا ہوا آیا

اور نعلگیر ہو کر ملا۔ اور دختر کو بڑھئی کی بیوی سمجھ کر اپنی بیوی کے پاس لے گیا۔ اور اس کے واسطے طرح طرح کے کھانے مہیا کئے مگر ناز بیگم یعنی کوتوال کی لڑکی نے انکار کیا۔

دھوبن۔ آپ کھانا کیوں نہیں تناول کرتیں کیا اس کو اپنا گھر نہیں سمجھتیں۔ خدا کی پناہ۔ کتنا پرہیز کرتی ہو۔ ہاں بہن آپ کی سمجھ میں یہ کھانا کیوں آئے گا؟

ناز بیگم۔ آپ کے سر کی قسم۔ مشکل کشا کی قسم۔ بندی ابھی سیر ہو کر آئی ہے۔ اگر آپ پرہیز خیال کرتی ہیں۔ تو اچھا۔ ایک دانہ سیب آپ مرحمت فرمائیں۔

بخدا اس وقت کنیز کا دل بھی سیب ہی مانگ رہا ہے۔

دھوبن۔ کیا خوب۔ ایسی چیز طلب کی ہے۔ کہ جس کے ایک ایک دانہ پر بادشاہی مُہر ہے۔ اچھا بہن آپ کا عہد توڑنا ہے۔ اے لو میں تمہارے بھائی کو ابھی شہنشاہ کے باغ کو بھیجتی ہوں۔

راوی۔ دھوبن نے کچھ جواہر دے کر دھوبی سے کہا۔ کہ بہت ہی جلدی باغ کو جاؤ۔ اور الٹے پاؤں باغبانوں سے جسطرح بھی بن سکے ایک تازہ سیب لیکر ابھی آؤ۔

دھوبی۔ زر و جواہر لیکر باغ میں پہنچا۔ اور باغبانوں کو کچھ دیکر راضی کر کے ایک سیب لایا۔ اور ناز بیگم کی نذر کیا۔ وہ دیکھ کر دنگ ہو گئی۔ اور ایک چھری اُٹھا کے اسکو تراشنے لگی۔ ناگاہ ہاتھ نے جو لغزش کی جھٹ سے پیٹ میں گھسی۔ اور فوراً روح سیدھی عالم جاودانی میں جا بسی۔

دھوبی۔ (ہکا بکا بڑھئی سے) وائے یار تیری بیوی جو کہ ساتھ آئی تھی چل بسی۔

بڑھئی (گھبرا کر) آہ کیا وہ مر گئی ہے۔ میرے یار وہ تو کوتوال شہر کی لڑکی تھی۔ میرے ہمراہ ضد کر کے چلی آئی تھی۔ اب کیا کیجئے۔ مارے پڑے اور بن آئی گئے۔

دھوبی۔ ٹھیرو۔ ذرا صبر کرو۔ آؤ ہم دونو ایسی تدابیر سوچیں۔ کہ جس سے یہ بلائے ناگہانی ٹل جاوے۔

بڑھئی (ذرا جی کڑا کر کے) اچھا جلدی سے سوچ۔ نہیں تو میں چلا۔

راوی۔ دھوبی جھٹ پٹ ایک صندوق میں کچھ کپڑے رکھ کر اور اس میں لاش کو شہر کے باہر ڈال آیا۔ صبح کو ناز بیگم کے گم ہونے کی خبر اُڑی۔ گلی گلی اسوار اور پیادے ڈھونڈنے لگے۔ اور خانہ تلاشیاں سرگرمی کے ساتھ ہونے لگیں۔ ناگاہ جو کوتوال شہر کے باہر چلا۔ تو ایک صندوق دکھائی دیا۔

کوتوال (سپاہیوں سے) دیکھو یہ کیا ہے؟

سپاہی (صندوق کے قریب جاکر اور کھولکر)
افسوس صد افسوس حضور یہ تو تمہاری
ناز بیگم کا تابوت ہے۔

کوتوال۔ گرتا پڑتا آہ سرد بھرتا صندوق
کے پاس سرنگوں بیٹھکر۔ ع
ہائے فلک یہ تو نے مجھ پر صدمہ بلا کا ڈالا۔

سپاہی۔ حضور صبر کیجئے اور حکم دیجئے۔ کہ
اس تابوت کو مکان پر لے چلیں۔ کیونکہ مرحومہ
کی چادر عصمت پر دھبہ پڑتا ہے۔

کوتوال۔ اچھا بادشاہ کے حضور لیچلو۔

بادشاہ (مخبر سے) شناخت کرکہ یہ کس کا
کام ہے۔

مخبر (بہت غور کے بعد) عالی جاہا۔ یہ تو کسی
دھوبی کی کارروائی معلوم ہوتی ہے کیونکہ
اس میں میلے کپڑے موجود ہیں۔

بادشاہ۔ اچھا کل تمام شہر کے دھوبی ہمارے
حضور حاضر ہوں۔

راوی۔ اسی وقت سے دھوبی گرفتار
ہونے لگے۔ اور ایک دن میں سب کے
سب دھوبی گرفتار ہوگئے۔ اور وہ دھوبی
بھی پکڑا گیا۔

بادشاہ (دوسرے دن دربار میں آکر)
دھوبی حاضر آئیں۔ اور سچ سچ بیان کریں
ورنہ سب کو ابھی توپ سے اڑا دیا جائیگا

دھوبی (سب سے آگے بڑھکر)
حضور یہ سب بے گناہ ہیں۔ یہ میرا کام ہے۔

بادشاہ (وزیر سے) اس کو گرفتار کرکے
جنگلی حوالات میں بھیجدو۔ اور کل پھر پیش
ہو۔

راوی۔ وزیر نے فوراً دھوبی کو حوالات
میں بھیجا۔ اور شب کو بادشاہ نے سپاہی
کا روپ بھرا۔ اور حوالات پر پہنچا۔

پہرہ دار۔ کون ہے؟

بادشاہ (پہرہ دار سے) ادہر آؤ۔

پہرہ دار (نزدیک جاکر اور پہچان کر) ہیں
حضور آپ کہاں؟

راوی۔ بادشاہ نے کل دلی مقصد سنایا
پہرہ دار اپنے ڈیرہ کو روانہ ہوا۔

بادشاہ (سپاہی کی شکل میں حوالات
کے پھاٹک پر جاکر) اے شخص تو نے
ایسا وہ کون سا جرم کیا ہے۔ کہ
جس کے باعث تو یہاں آیا۔ سچ سچ کہہ
تو سچ کہیگا۔ تو میں ضرور تمہاری مدد
کروں گا۔

دھوبی۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ کہ اگر تو مجھے
میرے دلی یار بڑھئی سے ملادے تو میں
ذرا ذرا حال سناؤں۔

سپاہی (مصنوعی) اچھا چل۔

راوی۔ دھوبی اور سپاہی دونوں
بڑھئی کے مکان پر جا پہونچے۔

دھوبی۔ پیار ہوت۔

بڑھئی۔ (دھوبی کی آواز پہچان کر) آیا دوست۔ دھوبی کو سپاہی کی حراست میں دیکھ کر آگ بگولا ہوگیا۔ اور چاہا۔ کہ سپاہی کے بسولے سے دور کردے۔ دھوبی نے کہا۔ ہیں۔ یار جو شخص اپنا محسن ہو۔ اس سے یہ بدسلوکی۔

بڑھئی۔ اے یار مجبور ہوں۔ کچھ نہیں سوجھتا۔ اور میں تجھ کو ایسی ردی حالت میں کیونکر دیکھ سکوں۔

دھوبی۔ صبر کر مرضئے مولیٰ ازہمہ اولیٰ
؎ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

سپاہی (بڑھئی سے جھنجلاکر) تو اپنے یار کی مدد کیا کرسکتا ہے؟

بڑھئی۔ اول بادشاہ کے ایک بسولہ اس زور سے رسید کروں کہ سر شق ہوجائے اور سوم سیدھی دارالفرار کو فرار ہوجائے پھر پھانسی کا حکم کیا آپ دینگے۔

دھوبی۔ اچھا اپنے دوست رسالدار صاحب سے ذرا اجازت حاصل کروں

سپاہی۔ بہت جلد چل۔ ایسا نہ ہو۔ کہ کہیں دن نکل آئے۔ اور تیری جگہ پر کوتوال مجھے بٹھلائے۔

بڑھئی۔ (ہاتھ جوڑ کر) اتنا احسان اور کرو۔ کہ رسالدار صاحب سے ملادو۔

سپاہی۔ ڈر ہے۔ کہ کسی کو خبر نہ ہوجائے

راوی۔ دھوبی اور بڑھئی دونو نے رسالدار صاحب کے مکان پر آواز دی وہ ننگی تلوار لیکر باہر آیا۔ اور ارادہ کیا۔ کہ حرف غلط کی مانند سپاہی کو صفحہ ہستی سے اڑادے۔ مگر بڑھئی نے جھپٹ سے تلوار چھین لی۔ اور کہا۔ کہ آپ ہی کے توسل سے تو دھوبی سے ملاقات ہوئی۔ ورنہ اُس سے اور آپ سے ملنا کب ممکن تھا۔

بڑھئی (رسالدار صاحب سے مخاطب ہوکر) اے یار میں امید کرتا ہوں۔ کہ کل پھانسی کے وقت سے پہلے تم مجھ سے ضرور ملوگے۔

رسالدار۔ اے یار اگر تجھ کو بادشاہ نے چھوڑدیا تو خیر ورنہ میں بادشاہ کو اس محل سے ایک فائر میں لمبا لٹادونگا۔

رسالدار اور بڑھئی دھوبی سے خوب بغلگیر ہوئے۔ اور روئے۔ اور دھوبی سے بمشکل جدا ہوئے۔

راوی۔ بادشاہ یہ کل حالت دیکھ کر دھوبی کو حوالات پر واپس لایا۔ اور اس کو بند کرکے اپنے محل میں داخل ہوا۔ مگر لرزتا تھا۔ کہ کیا کیا جائے۔ مجبوراً صبح کو ایک مٹی کی مورت بنواکر اپنی جگہ پر رکھوادی۔ اور آپ بالاخانہ پر چلاگیا۔ اور حکم دیا۔ کہ سب اہلکار اور وزیر اس مورت کے آگے

مؤدب بیٹھے رہیں۔
بڑھئی (چوب دار سے) جا کہہ دے۔ کہ
ایک فریادی آیا ہے۔
وزیر۔ بھیجو کون ہے؟
بڑھئی۔ (بسولہ اُٹھا کر) مارتا ہوں۔ ورنہ
دھوبی کو چھوڑ دے۔
عدالت۔ پکڑ لو۔ پکڑ لو۔ یہ کوئی دیوانہ ہے
بڑھئی نے لپک کر اس مٹی کے مصنوعی
بادشاہ کے ایک بسولہ ایسے زور سے
مارا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔
رسالدار (اپنا رسالہ لیکر) ای یار بڑھئی
گھبراتا نہیں۔ میں بھی آپہونچا ہوں۔
بادشاہ (بالاخانہ سے) اے وزیر پُر تدبیر
دھوبی کو چھوڑ دے۔ کہ میں اس کے حال سے
خوب واقف ہوں۔ واقعی حق دوستی
اسی کا نام ہے۔
راوی۔ وزیر نے دھوبی کو چھوڑ دیا اور
بادشاہ بالاخانہ سے نیچے تشریف لائے۔
اور تینوں یاروں سے معافی مانگنے کے بعد
کہا۔ کہ اے دوستو! اگر تم مجھ کو بھی اپنا دوست
رکھو۔ تو بہت خوب ہو۔ ہر چند ان تینوں نے
انکار کیا۔ مگر بادشاہ نے ایک نہ سُنی۔
چار ناچار بادشاہ کو بھی چوتھا دوست بنا گیا
اور نہایت محبت اور پیار سے اپنی زندگی
کا حصہ بسر کرتے رہے۔

تینوں دوست (بادشاہ کے پاس آکر)
اے دوست ہمارا جی چاہتا ہے کہ آج
شکار کو چلیں۔
بادشاہ۔ بہتر ہے۔ تیاری کرو۔
دوست۔ نہیں سواری کی کیا حاجت ہے
راوی۔ چاروں پیادہ پا ایک جنگل میں
شکار کھیلنے لگے۔ اور بعد الفراغ ایک تالاب پر
پہونچے۔ منہ ہاتھ دھونے لگے۔ ہاتھ منہ دھونے
کے بعد بادشاہ کا جوتا دھوبی پہننے لگا۔
تو بادشاہ نے کہا۔ کہ اے یار یہ تو میرا جوتا
ہے۔ یہ سنتے ہی تینوں دوست یکزبان ہو کر
بولے۔ کہ ہم سے پہلے ہی کہتے تھے۔ کہ ہماری
تمہاری نہ نبھے گی۔ ابھی سے میرا تیرا ہو گیا
یہ سنکر بادشاہ دم بخود ہو گیا۔ اور محل سرا
کو واپس آیا۔
مینا۔ اے طوطے اس وقت خورشید رو کا
کیا حال ہوگا۔
طوطا۔ اس نے جب داستان سنی اور
فوراً اپنے شوہر جانِ جہان کو پہچانا۔ دل میں
بہت کچھ ولولے اُٹھے۔ کہ جانِ جہان
سے بغلگیر ہوں۔ مگر زین الجہان کی وجہ سے
ضبط ہی کر گئی۔
زین الجہان (جانِ جہان سے) اے
بادشاہ عالی جاہ وہ دوسرا سوال کیا تھا۔
جانِ جہان دوسرا سوال اس کا یہ تھا۔

کہ وہ کونسی لڑکی ہے ۔ جس نے اپنے آپ کو عتاب شاہی سے بچایا ۔ اور اسکی عزت و توقیر دربار شاہی میں دن دونی اور رات چوگنی ہو گئی ۔ میں نے عرض کی ۔ اے بادشاہ یہ واقعہ تو میرے والد اور وزیر کے ساتھ جس کا نام

عاقل ہے وقوع میں آیا ہے اور اسکا حال مختصر یہ ہے ۔

میرے والد نے ایک روز امتحاناً وزیر سے کہا ۔ کہ اے وزیر ہمارے لئے پتھروں کے کپڑے یعنی کرتا ۔ انگرکھا پاجامہ تیار کرا کر ایک ہفتہ کے اندر ضرور لاؤ ۔ اور اگر ایک ہفتہ کے اندر تیار نہ ہو سکیں ۔ تو اپنے کو اور اپنے عیال و اطفال کو زندہ در گور سمجھنا ۔ وزیر کی عقل جاتی رہی ۔ دیوانہ وار گھر آیا ۔ اور پلنگ پر گر پڑا ۔

دختر وزیر ۔ (جو کہ نہایت ذکی اور فہیم تھی) ابا جان آج اس قدر رنجیدہ اور ملول خاطر ہونے کی وجہ کیا ہے ؟

وزیر عاقل ۔ اے جانِ پدر ۔ آج بادشاہ کے حضور سے ایک عجیب حکم صادر ہوا ہے جس کا انجام دینا کسی طرح ممکن نہیں ہے ۔

دختر وزیر ۔ ایسا بھی کوئی کام ہے ۔ جو آدمی سے نہ ہو سکے ۔

وزیر عاقل ۔ اے نور بصر ۔ بادشاہ کا حکم ہے ۔ کہ پتھروں کے کپڑے جلدی تیار کرا کر لاؤ ۔ ورنہ پھانسی پاؤ گے ۔

دختر وزیر ۔ بس یہی کام ہے ۔ آپ ذرا تردد نہ کریں ۔ میں بہت جلد بادشاہ کو جواب دیکر آتی ہوں ۔ یہ کہہ اور دو اینٹیں اپنے ہاتھ میں لے بادشاہ کے محلسرا کے پاس گئی ۔ اتفاقاً بادشاہ بالائے بام دریا کی سیر و تماشا دیکھ رہے تھے ۔ اس کو خلاف عادت جو اینٹیں لئے دیکھا تو فرمایا ۔

بادشاہ (دختر وزیر سے) اے لڑکی یہ اینٹیں کیوں لئے پھرتی ہے ؟

دختر ۔ حضور میرے باپ نے پتھروں کے کپڑے تراش کر رکھے ہیں ۔ میں ان کو سینا چاہتی ہوں ۔ بادشاہ دم بخود ہو گئے ۔

دختر وزیر ۔ (باپ سے) اب آپ شوق سے دربار کو تشریف لے جاویں ۔

وزیر عاقل ۔ اے لخت جگر وہ کیا برجستہ جواب ہے ۔ ذرا میں بھی سنوں ۔ اگر بادشاہ دریافت کرے ۔ تو بتا سکوں ۔

راوی ۔ دختر وزیر نے باپ سے سب حال سنایا ۔ وزیر نے آفرین کہی ۔ اور دربار کو چل دیا ۔ اور ایک کرسی پر جا بیٹھا ۔

بادشاہ ۔ (وزیر سے) پتھر کے کپڑے تیار ہوئے ۔

وزیر عاقل ۔ حضور نے یہ معمولی سا

کام بندہ کے سپرد کیا تھا۔ اسلئے بندہ نے اپنی لڑکی کے سپرد کر دیا تھا۔ امید ہے۔ کہ اس نے سرانجام تمام پہنچایا ہوگا۔

راوی ۔ بادشاہ یہ سنکر خاموش ہو رہا

بادشاہ ۔ (کچھ دیر کے بعد) ایک ہزار دینار اور ایک خلعت فوراً انعام دیا جائے۔

وزیر ۔ خلعت حاصل کر کے آداب شاہی بجا لایا۔

بادشاہ ۔ اے وزیر ہم کو بیل کا دودھ درکار ہے۔ جلدی مہیا کر۔

وزیر ۔ (گھر کی دہلیز پر قدم رکھ کر) سے ایک آفت سے تو مر مر کر بچا تھا جینا پڑ گئی اور یہ کیسی ہے اللہ سنی

دختر وزیر (گھبرا کر) آبا جان خیر تو ہے۔

وزیر عاقل (ذرا جی کڑا کر کے) اے دلبند آج بادشاہ نے بیل کا دودھ مانگا ہے۔ بھلا کہیں بیل دودھ دیتا ہے؟

دختر وزیر ۔ (ذرا مسکرا کر) اے قبلہ ذرا سی بات کا اتنا فکر۔ اسقدر رنج۔ ذرا آپ صبر کریں۔ میں ابھی دندان شکن جواب دیکر آتی ہوں۔

راوی ۔ دختر وزیر ایک برتن میں پھٹے گلے سڑے کپڑے رکھ دریا پر فوراً جا پہنچی جو بادشاہ کے زیر محل بہتا تھا۔ اور انہیں دھونے لگی۔ اتفاقاً بادشاہ دربار سے محل سرا کو جاتے تھے۔

بادشاہ ۔ اے لڑکی یہ کیا کھیل ہے؟

دختر وزیر ۔ قبلہ عالم نے لڑکا جنا ہے یہ اس کے غلیظ کپڑے (پوتڑے) دہوتی ہوں۔

بادشاہ (تعجب سے) اے دختر بیوقوف کہیں بھلا مردوں کے بھی لڑکا پیدا ہوا ہے

دختر وزیر ۔ حضور کہیں بیل بھی دودھ دیتا ہے۔

راوی ۔ بادشاہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور لڑکی اپنے گھر کو چلی گئی۔

وزیر عاقل ۔ (لڑکی سے) اے جانِ پدر جلد بتا۔ کہ آج کیا گذری؟

دختر وزیر ۔ (دہنسکر) اے قبلہ عالم میں بمدد ایزدی بادشاہ کو نادم کر آئی ہوں۔

راوی ۔ دختر وزیر نے اپنے باپ کو کل احوال سنایا۔ وزیر یہ ماجرا سن کے خوشی خوشی دربار گیا۔

بادشاہ (وزیر سے) بیل کا دودھ لایا۔

وزیر عاقل ۔ حضور میری لڑکی نے کیا ابھی پیش نہیں کیا؟

بادشاہ ۔ اچھا ہمارے لئے گل بصارت لاؤ۔ اور جلد حاضر کرو۔

وزیر (گھر واپس آ کر لڑکی سے) اے جانِ پدر۔ ادھر آ۔ آج ایک نیا ہی گل کھلا ہے۔

دختر وزیر۔ اے ابا جان! وہ کیا؟
وزیر عاقل۔ اے دلبند آج بادشاہ نے گل بصارت مانگا ہے۔ مگر ہاں۔ بادشاہ جم جاہ کے باغ میں صرف ایک پھول ہے جسکے محافظ ہزاروں آدمی ہیں۔ اور اس باغ کے اندر سوائے بادشاہ جم جاہ کے کوئی پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ یہاں تک کہ اسکا لڑکا جسکا نام آسمان جاہ ہے۔ وہ بھی نہیں جا سکتا ہے۔ پھر اس پھول کا ہاتھ آنا کیسے ممکن ہے۔
دختر وزیر۔ اچھا میں جاتی ہوں اور ابھی لیکر آتی ہوں
راوی۔ دختر وزیر یہ کہہ مردانہ لباس پہن جانب جنگل چل دی۔ اور ایک عرصہ کے بعد راستہ میں آسمان جاہ سے جا ملی۔
دختر وزیر۔ آپ کون ہیں اور آپ کا وطن کہاں ہے؟
آسمان جاہ۔ نے اپنا نام بتایا۔ دختر وزیر بہت خوش ہوئی۔ اور گھوڑے سے اتر کر بغل گیر ہوئی۔ دونو سیر کرنے لگے۔ آسمان جاہ دختر وزیر کو اپنے مکان پر لے گیا اور بہت خاطر و مدارات کی۔
مینا۔ اے طوطے آسمان جاہ کی اس وقت کیا عمر تھی؟
طوطا۔ اے مینا۔ آسمان جاہ کی عمر اس وقت تقریباً دس سال کی تھی۔ اور اسی سن و سال میں دختر وزیر تھی۔
راوی۔ آسمان جاہ کے والدین دختر وزیر سے بڑی شفقت کرتے تھے۔ اور آسمان جاہ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے ایک روز والدہ آسمان جاہ نے کہا کہ اے آسمان جاہ یہ لڑکا تیرا دوست مجھے تو لڑکی معلوم ہوتی ہے۔
آسمان جاہ۔ نہیں۔ نہیں! اما جان یہ تو لڑکا ہے۔ اور آپ کو باور نہ ہو۔ تو اوٹنے کے واسطے رکھوا دیجئے۔ اگر ابلنے کے وقت کہے۔ کہ تمہارا دودھ گرتا ہے۔ تو جان لو کہ لڑکی ہے۔ اور اگر خاموش رہے تو معلوم کرو کہ یہ لڑکا ہے۔
راوی۔ آسمان جاہ کی والدہ نے دودھ چولھے پر رکھ دیا۔ مگر دختر وزیر چونکہ نہایت عقلمند تھی۔ فوراً تاڑ گئی۔ کہ یہ تدبیر میرے امتحان کیلئے ہے۔ وہ ابل کر سارا گر پڑا مگر یہ خاموش بیٹھی رہی۔
آسمان جاہ (اپنی والدہ سے) اب تو آپ کو پورا یقین ہو گیا ہوگا۔
راوی۔ آسمان جاہ کی والدہ چپ ہو گئی۔
آسمان جاہ۔ (دختر وزیر سے) آج تو یہی جی چاہتا ہے۔ کہ باغ کی سیر کریں۔

دختر وزیر - ہاں - ہاں چلئے نا۔

آسمان جاہ - (باغ کے اندر جاکر) آج عجب بہار کا سماں ہے - موتیا خوب کھلا ہے۔

دختر وزیر - گل بصارت کہتے ہیں کتنا بھدا ہے۔

آسمان جاہ - ہاں بھئی یہی تو ہے۔

راوی - آسمان جاہ کی نظر بچا پھول توڑ جھٹ جیب میں ڈال لیا۔ اور رفع حاجت کے بہانہ سے باہر آئی - اور دروازہ پر یہ لکھ کر اپنے ملک کو چل دی۔

بھیس مردانہ - بول زنانہ - عقل کے کولھو پھر بھی نہ جانا۔

جب بہت دیر ہوئی - تو آسمان جاہ باہر آیا۔ اور دروازہ پر یہ لکھا دیکھ کر ششدر سا رہ گیا۔ اور بہت افسوس کیا۔ پھر اپنی والدہ سے کل ماجرا بیان کیا۔ والدہ نے سنکر بہت الم کیا - اور کہا اگر کاش پہلے یہ معلوم ہوتا۔ تو تیری شادی اس کے ساتھ کر دیتی۔

دختر وزیر - ابا جان۔ یہ لیجئے گل بصارت۔

وزیر عاقل - (گلے لگاکر) مرحبا! ع

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

راوی - وزیر گل بصارت لے کر بادشاہ کے حضور پہنچا۔

بادشاہ - (وزیر سے) گل بصارت لایا۔

وزیر عاقل - (آداب بجا لاکر) ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بادشاہ - شاباش - شاباش - ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

یہ لے انعام اور خلعت۔

راوی - بادشاہ نے پھول کو اٹھا کر حاضرین دربار سے کہا۔ کہ اے اراکین پایہ سلطنت اس پھول کی تاثیر ادنیٰ یہ ہے۔ کہ جس کا خون جوش کھا جائے۔ اگر اس کے بدن سے چھوا بھی دیا جائے۔ تو وہ فوراً اصلی حالت پر آ جائے۔ سچ تو یہ ہے کہ کام اسی وزیر کا تھا۔

جان جہان - (زین الجہان سے) جس وقت ملکہ کے باپ نے اپنے دو سوالوں کا جواب سن لیا تو کہنے لگا کہ یہ جواب بجا اور درست ہیں۔

پدر لڑکی - (جان جہان سے) اب میرا تیسرا سوال یہ ہے۔ کہ وہ کونسا سوداگر تھا۔ جو باوجود ہونے مال و اسباب کے مفلس ہو گیا۔ اور پھر وہی تونگر بن گیا۔

جان جہان - (زین الجہان سے) میں سوال کا جواب نہ دے سکا۔ اور فوراً ایک طرف کو چل دیا۔ اور بعدہٗ عرصہ دراز کے ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں پر ایک دکان دیکھا

اور اس مکان کے اندر گیا۔ اُس میں ایک
ایک نہایت شفاف پانی کی نہر جاری تھی۔
اور ایک پُر فضا باغ تھا۔ مجھ کو پیاس کی
شدت بہت بےچین کر رہی تھی۔ میں نہر کے
کنارہ پر بیٹھ گیا۔ اور پانی پی کر سیر کرنے لگا۔
اتنے میں ایک کمرہ دکھائی دیا۔ اور اس میں
حسین عورت بیٹھی دیکھی۔ کہ جسکی عمر پندرہ
برس سے ہرگز ہرگز زیادہ نہ تھی۔ ایک بہت
ہی ضعیف بڑھیا سے کہہ رہی تھی۔ کہ اے
اماں جان۔ ؎

بہار حسن جاتی ہے خزاں پھرتی ہے آنکھو
جوانی روٹھی جاتی ہے کسی بھیجوں منانے کو

اگر تو بھی پسند کرے۔ تو میں کسی نوجوان
حسین عقلمند شخص سے شادی کا بندوبست
کروں۔

بڑھیا۔ میں خوشی سے اجازت دیتی ہوں
مگر عقلمند کیونکر ہو سکتا ہے ؎

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

مہروش۔ اے دلالہ جو کوئی تم کو حسین اور
نوجوان ملے۔ تو اس سے یہ کہنا۔ رکھتے ہو
یا نہیں۔ (یعنی تمہاری بیوی ہے۔ یا نہیں)
اگر وہ کہے نہیں تو اس کو اپنے ساتھ لیکر
آنا پھر میں بخوبی شناخت کر لونگی۔

راوی۔ وہ بڑھیا وہاں سے چلی۔ اور
اس کے پیچھے زین الجہان بھی چلا۔

زین الجہان (تھوڑی دور بڑھیا کے
ساتھ چلکر) اے پیرزال یہ باغ کس کا ہے
اور اس میں کون رہتا ہے؟

بڑھیا۔ یہ باغ ایک کاؤس بڑے ذی
عزت سوداگر کا ہے۔ اور اُسنے اپنی بیٹی
مہروش کو اس غرض سے یہاں رکھا ہے
کہ وہ کسی مرد کی صورت نہ دیکھے۔ کیونکہ
اس خسرو کے لفظ سے عار ہے۔

راوی۔ بڑھیا کو جو کوئی جوان خوب رو
ملتا۔ اس سے دریافت کرتی۔ کوئی رکھتے
ہو یا نہیں۔ جو کوئی فقرہ سنتا بڑھیا کو دیوانی خیال
کر کے چپ ہو جاتا۔ اتفاقاً ایک جوان سبزہ
آغاز جو کاؤس کا غلام تھا ملا۔

بڑھیا۔ (غلام سے) اے جوان رکھتے
ہو یا نہیں؟

غلام۔ نہیں۔

راوی۔ بڑھیا کو ساتھ لیکر مہروش کے
پاس لے چلی۔ زین الجہان بھی اس کے
پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب غلام باغ کے اندر
اندر گیا۔ تو حیران رہگیا۔ اور مکان کے اندر
داخل ہوا۔ تو ایک پلنگ نہایت ہی صندل
اور اسپر مخملی چادر کی ہوئی دیکھ کر دنگ ہو گیا
اور خیال کرنے لگا۔ کہ اس کا سرہانہ کدھر ہے
اگر اسکی تمیز نہ کر سکے۔ تو اس عورت کی نظروں

سے گر جاؤ گے۔

راوی۔ غلام نے جیب سے نارنگی نکال اور فوراً پلنگ پر ڈالی۔ اور اس کے ذریعہ سے سرہانے کی شناخت کی۔ اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔

مہروش۔ نے اس نارنگی کے دو ٹکڑے کر کے اس کے آگے ڈالے۔

راوی۔ غلام نے اس نارنگی کے چار ٹکڑے کر ڈالے۔ تمام کنیزیں اس حرکت کو دیکھ کر ششدر رہ گئیں۔ مگر بڑھیا نہ ضبط کر سکی۔ مہروش سے دریافت کیا۔ کہ یہ حرکت طفلانہ تھی۔ اس بھید کو مجھے بتا۔

مہروش۔ میں نے اس جوان سے کہا تھا کہ میرا باپ دریافت کرے یا اور کوئی تجھ سے یہاں آنے کی حقیقت دریافت کرے۔ اور تیرے اور میرے دو ٹکڑے بھی کر دے تو ہرگز نہ بتلانا۔ اس نے کہا۔ اگر چار ٹکڑے بھی کر دیگا۔ تو یہ بھی نہ بتلاؤں گا۔

راوی۔ یہ پھر دونوں باتیں کرنے لگے اور باغ میں ٹہلنے لگے۔ غلام نے اجازت طلب کی۔ مہروش نے انگوٹھی دیکر کہا خدا حافظ کل اسوقت آئیے۔ الغرض غلام وہاں سے روانہ ہوا۔ ادہر مہروش کا اضطراب بڑھا۔

سوداگر۔ (غلام سے) یہ انگوٹھی کہاں سے لایا۔ سچ کہہ ورنہ ابھی تجھ کو سولی پر لٹکاتا ہوں

مفلس ہوا۔ اور مفلسی سے پھر تونگر ہوا۔

راوی۔ سوداگر نے غلام سے ہر چند اصرار کیا۔ مگر غلام نے بھی پتہ نہ دیا۔ آخر سوداگر غضبناک ہوا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس کو بھی سولی دے دو۔ رفتہ رفتہ اس حکم کی مہروش کو بھی خبر لگی۔ اس نے بڑھیا کو صراحی شربت دیکر کہا۔ کہ غلام جسوقت سولی چڑھے تو صراحی اسی وقت پھوڑ دیجو۔ بعدہٗ چلی آنا۔ الغرض بڑھیا نے ایسا ہی کیا۔ یہ دیکھکر غلام نے کہا۔ کہ اچھا چند منٹ کی مہلت دے کہ مجھ کو اس ضعیفہ سے کچھ کہنا ہے۔

جلاّد۔ سولی سے نیچے اتار لایا۔ تب غلام نے سوداگر سے تمام ماجرا مشرح بیان کیا۔

سوداگر۔ اگر تو پہلے ہی یہ تمام حالات بیان کرتا۔ تو اتنی مصیبت کاہے کو اٹھاتا۔

غلام۔ (ہاتھ جوڑ کر) خداوند مہروش نے منع کر دیا۔

سوداگر۔ اور اب کیا اس نے اجازت دے دی۔

غلام۔ ہاں حضور اب اس نے اجازت دیدی۔

سوداگر۔ تو نے کیسے یہ جانا۔ کہ وہ اجازت دیتی ہے۔

غلام۔ سولی کے وقت اس کے بڑھیا نے

شربت کی صراحی لاکر توڑی۔ تو میں نے سمجھ
لیا کہ اجازت ہے۔
سوداگر۔ مرحبا۔ مہروش کی شادی تیرے
ساتھ شادی کردونگا۔
مینا۔ اے طوطے یہ تو بتلا کہ شاہزادہ زین الجہان
کہاں گیا۔ اور کیا ہوا۔
طوطا۔ زین الجہان مہروش سے رخصت
ہوکر کئی روز کے بعد ایک شہر میں پہنچا۔ اور
سیر کرنے لگا۔ اثنائے سیر میں ایک مکان
عالی شان پر یہ فقرہ لکھا ہوا دیکھا۔ کہ ڈرو
نہیں تو خدا کے خوف سے ڈر۔ زین الجہان
کو نہایت تعجب ہوا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ کہ
اہل مکان نے ایسا کام کیا ہے۔ کہ اپنے مکان
پر یہ کلمہ لکھا ہے۔ کہ اسکی ضرور تقلید کرنی
لازم ہے۔ ڈرتا ڈرتا مکان کے اندر گیا۔ تو ایک
پیرمرد جواہر نگار چوکی پر بیٹھا دیکھا۔ اور ایک
نوجوان داہنی طرف چوکی پر مؤدب بیٹھا ہوا
ہے۔ اور ہر قسم کا تجارتی مال غیر ملکوں کو روانہ کررہا ہے

جان جہان۔ السلام علیکم۔

پیرمرد۔ وعلیکم السلام۔ آیئے۔ آیئے۔
تشریف لایئے۔ اور کدھر کا ارادہ رکھتے ہو
اور اسقدر متحیر کیوں ہو۔

جان جہاں۔ مجھے حیرت اس بات کی ہے کہ آپ نے
اپنے دروازہ پر یہ عبارت کس لئے لکھا ہے۔
اور بندہ مسافرت اسواسطے کرتا ہے کہ وہ کونسا
شخص ہے۔ جو مالدار ہوکر مفلس ہوا۔ اور
مفلسی سے پھر تونگر ہوا۔

پیرمرد۔ (مسکراکر) اے صاحبزادہ وہ شخص
میں ہوں۔

جان جہاں۔ بارک اللہ۔

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

اے پیرمرد برائے خدا اسکی اصل کیفیت
بہت جلد ارشاد کر کہ میں اپنی مراد کو پہنچوں
اور تا زیست تیرا ممنون رہوں۔

پیرمرد۔ اے جوان اصل کیفیت اس واقعہ
کی یہ ہے۔ کہ میرا باپ بڑا تونگر اور مالدار تھا۔
جب اس نے وفات پائی۔ تو ساری مال و دولت
میرے ہاتھ آئی۔ میں نے مال بڑھانے کی یعنی
اسباب تجارتی مال خرید کر غیر ملکوں کو روانہ
کرنا شروع کردیا۔ اور بے انتہا مال و دولت جمع
ہوگیا۔ اتفاقاً ایک سوداگر نے مجھ سے لاکھ روپے
قرض چاہے۔ اور بہت سی منت و خوشامد کی
پھر تو میرے دل میں یہ فرعونی خیال آیا۔ کہ آج میں
ایسا صاحب ثروت و عزت ہوں۔ کہ ایسے ایسے
سوداگر میرے پاس آکر قرض کی التجا کرتے ہیں۔
یہ سوچکر اس سوداگر سے اور اغماض کرنے لگا۔
اتنے ہی میں میرے دیوان خانہ میں آگ لگ گئی۔
ہر چند اسکے بجھانیکی کوشش کی مگر یہ اسباب
جلکر خاک ہوگیا۔ مگر آگ نہ بجھی۔ میرے ملازم جوں توں

کر کے مجھ کو اور میری اہل خانہ اور میرے فرزند ماہ منوّر کو اس آگ سے باہر لائیے۔ جب میرے فرزند ماہ منوّر کو اُس آگ سے باہر لائے۔ جب آگ سرد ہوئی۔ اور دیکھا گیا۔ تو کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اور روپیہ پیسہ اور دیگر مال و اسباب آگ بجھانے والے لے گئے۔ یہاں تک کہ ایک حبہ بھی باقی نہ رہا۔ اور بدن کے کپڑے بھی جو پہنے ہوئے تھے۔ ان میں آگ کے داغ موجود تھے۔ اور اس قابل بھی نہ تھی۔ کہ انکو ایک دن بھی پہن لیجئے۔ جب شام ہوئی۔ تو انتڑیاں قل ہو اللہ پڑھنے لگیں۔ اور دو روز تک کچھ کھانا نہ ملا۔ جو لاکھوں روپیہ اشارہ کے کرنے سے لیکر آتے تھے وہ بھی آنکھیں دکھانے لگے۔ بچار ناچار انہیں جلے پہلے کپڑوں کا گوٹہ ٹھپہ اُکھاڑ کر ان کو بیچکر کھانے پینے کا انتظام کیا۔ اور کئی روز بے آب و دانہ رہا۔ مجبوراً اس کو جو سامنے بیٹھا ہوا ہے دس روپیہ پر رہن رکھا۔ اس وقت یہ دس روپیہ کا تھا۔ اور اس سے روپیہ لیکر یہ اقرار کیا۔ کہ تا ادائے روپیہ جو آپ کا جی چاہے کام لیں۔ اور جس وقت روپیہ ادا کریں۔ لڑکے کو واپس لونگا۔ جب ان ریوں کو بھی کھا چکا تو محنت مزدوری سے بسر اوقات کرتا رہا۔ اور لاچار ہو گیا۔ تو ایک شب درگاہ جناب باری میں گریہ و زاری کرنے لگا۔ کہ اے قاضی الحاجات میں نے اپنے غرور کا نتیجہ پایا۔ جو اس سوداگر کو قرض دینے میں کیا تھا۔ اس سوداگر نے میرے لڑکے کو کچھ اسباب سوداگری دیکر کہا۔ کہ ہر روز بازار میں لیجاکر فروخت کیا کر اور زرِ قیمت شام کو لاکر دیا کر۔ یہ لڑکا موافق ارشاد سوداگر کے روزمرّہ بازار کو جاتا۔ اور جو کچھ مال بکتا۔ اس کا حساب روزانہ سوداگر کو سمجھا دیتا۔ اسی طرح ایک مدّت گزر گئی۔ جب اس سوداگر نے ماہ منوّر لڑکے کو نہایت دیانت دار سمجھا۔ اور یہ بھی بفضل ایزدی جوان اور کاروبار و تجارت سے خوب ماہر ہو گیا۔ پھر تو سوداگر نے ایک جہاز مال و اسباب کا بھروا کر ماہ منوّر کے حوالہ کیا۔ یہ جہاز لے کر ایک جانب کو چلا۔ تھوڑے دن کے بعد واپس آیا۔ اور کئی ہزار روپیہ منافع کا اس سوداگر کو لاکر دیا۔ وہ سوداگر پھولا نہ سمایا۔ اور اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھنے لگا۔

اتفاقاً ایک روز ایک سوداگر ذی حشم کچھ جواہرات خریدنے آیا۔ اور ہر طرح کے جواہرات اور موتی دیکھنے لگا۔ مگر کوئی جواہر پسند نہ آیا۔ اور ایک موتی دکھایا۔ کہ اسکے جوڑے کی ضرورت ہے۔

یہ سنکر سوداگر نے ماہ منوّر سے کہا۔ کہ تمہاری دانائی اس وقت یہ ہے۔ کہ ایسا

موتی لاؤ۔

راوی۔ ماہ منور مال تجارتی اور طرح طرح کے تحائف جہاز میں بار کر کے ایک ملک کو چلا۔ چند دن کے بعد وہاں پہنچا۔ اور نایاب چیزیں لیکر اس شہر کے سوداگروں میں گیا۔

سوداگر۔ (خوش ہو کر) اے لڑکے ہمارا جی چاہتا ہے۔ کہ تم کو انعام واکرام دیا جائے اور انعام بھی وہ کہ جو تو چاہے۔

ماہ منور۔ جوڑا اس موتی کا عطا فرمایا جاوے

سوداگر۔ اے لڑکے تو نے وہ شے مانگی ہے۔ جو میں ہرگز نہیں دے سکتا۔ وہ موتی ہم نے اپنے داماد کی سلامی کے واسطے رکھا ہے۔ اگر وہ دے دے تو لے لے ورنہ میرا اختیار نہیں۔ کہ میں دے سکوں اور شادی کے دن قریب آ گئے ہیں اس عرصہ میں دوسرا موتی پیدا کر سکوں گا۔

ماہ منور۔ خاموش ہو رہا۔ اور شادی کے انتظار میں قیام کیا۔ چونکہ ماہ منور کو شکار کا شوق تھا۔ اسلئے ایک روز شکار کی تلاش کرنے لگا۔ اتنے میں ایک برات دیکھی کہ جس کا دولہا نہایت بدشکل اور بہت ہی بھدا اور بڈھا تھا۔ نوشاہ کے باپ نے ماہ منور کو حسین و خوب رو اور خوش وضع دیکھ کر اپنے عزیزوں سے مشورہ کیا۔ کہ لڑکا گھوڑے پر سوار ہے۔ اگر اس کو نوشہ لے چلو۔ تو بہت خوش ہوا۔ اس لئے کہ میرا لڑکا نہایت ہی بدہیئت ہے۔ شاید لڑکی کا باپ دیکھکر شادی سے انکار کر بیٹھے اور عزت کرکری ہو جائے

براتی۔ ہاں ہاں صلاح تو نیک ہے خوب سوجھی۔ مگر ذرا لڑکے کی مرضی تو ٹٹولو۔

نوشہ کا باپ (ماہ منور سے) آیئے صاحبزادے تم آج کیلئے اس برات کا نوشہ بننے کی تکلیف گوارا کر سکتے ہو۔

ماہ منور۔ جی ہاں مگر ایک شرط پر۔

باپ۔ وہ شرط کیا ہے۔

ماہ منور۔ جو کچھ سلامی کا مجھ کو ملے گا وہ آپ کو واپس نہ دونگا۔

براتی۔ ہاں یہ منظور ہے۔

راوی۔ سب نے پھرتی سے ماہ منور کو نوشہ بنایا۔ باجے گاجے کی صدائیں بلند کیں بیٹی والے کے گھر پر جا موجود ہوئے اور بعد مغرب کے قاضی صاحب نے نکاح پڑھایا۔ اور صبح کے وقت رسم سلامی ادا ہونے لگی۔ سوداگر نے سلامی میں وہی موتی دیا۔ اور بہت کچھ مال و جہیز میں ملا۔ برات رخصت ہوئی۔ جب شہر سے باہر پہنچا۔ تو ماہ منور نے لباس نوشہ کا اتارا۔ اور اپنے شہر کو واپس آیا۔

اس کارگذاری کو دلہن نے اسی وقت

درد گردہ کا بہانہ کیا۔ اور سخت تکلیف ظاہر کی۔ اور کہا۔ کہ اگر میری زندگی چاہتے ہو۔ تو جلدی واپس لے چلو۔

براتی۔ (آپس میں مشورہ کرکے) مناسب ہے کہ واپس ہی لے چلو۔ یہ مرض مہلک ہے مبادا کوئی زور پکڑ جائے۔ خیر گذرے۔ ابھی تو شہر نزدیک ہے۔

راوی۔ سب براتی واپس آئے سوداگر نے لڑکی سے حال دریافت کیا۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

لڑکی۔ ابا جان کس کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے۔ وہ براف کے شہر کے نکلتے ہی چلدیا میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

سوداگر۔ (غضبناک ہوا) بیٹی تو نے کیونکر جانا کہ وہ میرا شوہر ہے۔

لڑکی۔ میں نے اس کو آرسی مصحف نمائی کے وقت دیکھا تھا۔ اور اگر اب وہ میرے روبرو آئے۔ تو فوراً پہچان لوں۔

راوی۔ سوداگر اپنی وفاپرور لڑکی کو بالائے بام لے گیا۔ اور دریچہ میں بٹھلا کر تمام شہر کے آدمیوں کو نیچے سے نکلوا کر لڑکی کو دکھلایا۔ جس وقت ماہ منور دریچہ کے نیچے سے گذرا۔ لڑکی نے اشارہ کیا کہ یہ ہے۔ فوراً سوداگر نے ماہ منور کو بلاکر اپنی لڑکی کو اسکے حوالہ کیا۔ اور وہ عیش و آرام سے رہنے لگے۔ اور چند روز کے بعد رخصت ہوا۔ راستہ میں ماہ منور کو خیال آیا۔ کہ مالک کہیگا کہ میں نے موتیوں کو لینے بھیجا تھا۔ نہ کہ عورت کو یہ امر خیال کرکے کہاروں سے وفاپرور کو ایک لق و دق میدان میں رکھوائی۔ اور ان سے کہا کہ تم جاؤ۔ جب کہار چلے گئے تو آپ پانی کے بہانہ سے اپنے ملک کو روانہ ہوا۔ جب شام ہوئی۔ وفاپرور نے کسی کی آواز تک نہ سنی۔ تو محافہ سے باہر آئی اور وہ ہو کا میدان دیکھ کر کہنے لگی ؎

سنگین دست ہر کہ بظاہر ملائم است
پنہاں درون پنبہ نگر پنبہ دانہ را

اور سمجھ گئی۔ کہ ماہ منور چل دیا۔ لاچار اپنا تمام زیور اتارا اور ایک ظروف میں بھر کر رکھا اوپر سے ڈال دی۔ راکھ کی اوپر آگ روشن کرکے دھونی رمائی۔ بھبوت چہرہ پر مل بیٹھے۔ چند روز اسی طرح ماہ منور کی یاد اور انتظار کرتی رہی۔ آخر جب تھک گئی۔ انتظار کرتے کرتے تو مجبوراً کاسۂ گدائی ہاتھ میں لیا۔ اور جوگیوں کی مانند تلاش ماہ منور چل نکلی اتفاقاً اسی شہر میں گذر ہوا۔ جہاں ماہ منور تھا اہل شہر سے ماہ منور کا مکان دریافت کیا۔ اور وہاں پہنچی۔ مکان کے متصل دھونی رما کر بیٹھ گئی۔ کسی شخص سے کسی چیز کی طالب نہ ہوئے۔ جب ایک عرصہ اسکو اس طرح گذر گیا تو تمام

ہوتا ہے۔ اہلِ شہر نذریں لیکر قدمبوسی کو آنے لگے۔ جب بہت کچھ زرِ نقد جمع ہو گیا تب جان جہان بھی اس کی پاس ایک روٹی اور ایک پیسہ لیکر گیا۔ اُس نے لے لیا۔ اور دریافت کیا۔ کہ ماہ منور تیرا ہی لڑکا ہے۔ جی حضور میرا ہی لڑکا ہے۔ **فقیر**۔ (یعنے وفا پرور) اے باپ آج رات کو تو ضرور آنا اللہ بھلا کریگا۔

پیر مرد۔ میں ٹھیک رات کے بارہ بجے اپنے مکان سے چلا۔ اور جوگی کے مسکن پر جا پہنچا اسوقت اس نے بہت سے جواہر اور کچھ زرِ نقد دیکر کہا۔ جا اور ایک نہایت پُر فضا عالیشان مکان بہت جلد تیار کر۔ میں نے تھوڑے ہی دنوں میں ایک مکان بہت وسیع تیار کرایا۔ اور وہ یہی مکان ہے جس میں آپ فروکش ہیں۔ جب یہ مکان تیار کرا چکا۔ تو میں اس جوگی کے پاس گیا۔ وہ میرے ساتھ اس مکان میں آیا اور روپیہ دیکر کہا۔ کہ اب ساری برادری کی دعوت کر اور ماہ منور جس شخص کے پاس گروے اسکی ضرور دعوت کرنا۔ اور جس وقت وہ شخص آوے تو جملہ حاضرین کے روبرو اسکے روپیہ دیکر اسکو چھوڑ لینا۔ **راوی**۔ جب سامانِ ضیافت تیار ہو اور تمام عزیز و آشنا جمع ہوئے۔ بعد الفراغ طعام کے پیر مرد نے کہا۔ کہ اے سوداگر اپنے یہ دس روپیہ لو اور ماہ منور کو میرے حوالے کر سوداگر نے کہا کہ میں نے آپکی لڑکے کی بدولت بہت کچھ روپیہ پیدا کیا۔ اب یہ روپیہ اور آپکا لڑکا آپکو مبارک رہے۔ یہ مژدہ سنکر اس جوگی نے تنہا ہو کر اپنا زنانہ جوڑا نکال کر زیب تن کیا اور اسی مکان کے ایک کمرہ میں فروکش ہوا۔ جب ماہ منور مکان کے اندر گیا۔ تو اس کو پہچان لیا۔ کہ یہ وفا پرور ہے۔ اور اپنے کئے پر بہت پشیمان ہوا۔ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔

وفا پرور۔ آیئے آیئے کہیئے مزاج تو اچھا ہے فرمایئے پانی بھی ملتا ہے یا نہیں۔

ماہ منور۔ (نیچے نظر کرکے) میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں دیکھتا ہوں۔ جو تیرے روبرو آسکوں بہتر ہے کہ یہ صورت نحس ایسی وفا پرور دیوی کو نہ دکھاؤں اپنی جان کو گنواؤں۔ یا چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جاؤں۔ اے زمین تو پھٹ جا تا کہ میں تجھ میں سما جاؤں۔ اے آسمان تو مجھ پر ٹوٹ پڑ کہ اپنی بے وفائی کا مزہ پاؤں۔

وفا پرور۔ (ہاتھ پکڑ کر) ہیں ہیں پیارے شوہر یہ کیا بدشگونی ہے۔ جانے دو جو کچھ ہوا سو ہوا

ع گرچہ تیر از کماں ہمی گذرد
از کماں دار بیند اہل خرد

ماہ منور۔ (قدموں پر گر کر) پیاری میں تجھ سے معافی کا خواستگار ہوں۔ اور امیدوار ہوں۔ کہ آپ ضرور مجھ کو معافی دیں گے اور واقعی آپ اسم با مسمّی ہیں۔

وفا پرور۔ یہ سب آپ کا حسن ظن ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

راوی ۔ پھر دونوں بغلگیر ہوئے اور چند دن
کے بعد کاروبار تجارت بڑے زور و شور کے
ساتھ شروع کیا۔

پیر مرد ۔ اے جانِ جہاں اب بفضلِ ایزد
غفار تجارت دن دونی اور رات چوگنی ہے اور
اب اسقدر مال اور نقدی موجود ہے۔ کہ شاید
کسی دوسرے سوداگر کے پاس ہو۔ مگر خوف
خدا سے ترساں و لرزاں ہوں۔ اور ہر دم
جناب باری میں توبہ و استغفار کرتا ہوں
اے جانِ جہاں تو نے حقیقتِ حال سنی
اسی وجہ سے یہ عبارت دروازہ پر لکھی ہے
کہ کر تو ڈر۔ نہیں تو خوفِ خدا سے ڈر۔
تاکہ خاص و عام پڑھیں۔ اور نخوت و تکبر کا
دم نہ بھریں۔ اور غیرت کو ہاتھ سے نہ دیں

راوی ۔ جانِ جہاں یہ حالت سنکر شکرِ
ایزدی بجالایا۔ اور بے ساختہ کہنے لگا ؎

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل ہیں مسافت میری

یہ کہا اور پیر مرد سے طالبِ رخصت ہوا۔
پیر مرد نے چند کلمات دعائیہ کہکر وداع
کیا اور یوں کہا ؎

اک بات میں کہتا ہوں ذرا کان میں رکھنا
وہ بات یہ ہے مجھ کو ذرا دھیان میں رکھنا

جانِ جہاں ۔ (در راستہ میں)

؎

للہ الحمد شب غم نے اٹھایا بستر
بارک اللہ طبیعت کا ہے عالم دیگر

راوی ۔ جانِ جہاں مذکورہ بالا شعر پڑھتا
اور نہایت خوشی کے ساتھ سفر طے کرتا ۔
ایک عرصہ کے بعد ماہرو کے باپ کے پاس جا
پہنچا۔ اور تیسرے سوال کا جواب کہہ سنایا
ماہرو کے باپ نے۔ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

اور اسی وقت سے سامانِ شادی تیار ہونے
لگا۔ ماہرو کے باپ نے بڑی دھوم سے شادی
کی۔

طوطا ۔ مینا سے ۔ شاہزادہ فیروز بخت نے کہا
کہ اے جانِ جہاں کیا تم اپنے دلربا کو پہچان
سکتے ہو۔

جانِ جہاں ۔ ہاں ۔ ہاں ۔ کیوں نہیں

راوی ۔ شاہزادہ فیروز بخت نے ماہرو کی
طرف اشارہ کیا۔ جو بہ لباسِ فقیرانہ تھی
اور جانِ جہاں سے کہا۔ کہ اے جانِ جہاں
اس شخص کو بغور دیکھا۔ اتنا کہنا تھا۔ کہ
جانِ جہاں نے فوراً پہچان لیا۔ اور
کہا ؎

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آمد آخر ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

یہ کہ اور جھٹ اس سے بغلگیر ہوا۔ ماہرو تو پہلے
ہی گھائل ہو چکی تھی۔ اتنا ضبط بھی شاہزادہ

شہزادہ فیروز بخت کا لحاظ کر رہا تھا۔ جو دل کو
خوب تھامے بیٹھی تھی۔ دونوں خوب پھوٹ
پھوٹ کر روئے۔ شہزادہ فیروز بخت یہ حالت
دیکھ کر بہزار دشواری علیحدہ کیا۔ اور اپنی اپنی
سرگذشت بیان کرنے لگے۔ پھر ماہ رونے
کہا۔ کہ اے جانِ جہاں یہ تمام توسل زین
الجہان کا ہے۔ کہ آپ کی ملاقات روحانی
اور معانقہ جسمانی سے شرف اندوز ہوئی ہوں

جانِ جہاں۔ (زین الجہان سے) میں
آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ
آپ نے مجھ پر وہ احسان کیا ہے۔ کہ جس کا
اندازہ میرا دل میرا جسم میری جان خوب
کر سکتی ہے۔ اب میں سچے دل سے دعا
کرتا ہوں۔ کہ مسبب الاسباب بہت جلد وہ
دن لائے۔ کہ آپ کو دروازہ کامرانی دکھلائے

ع اثر ذرا فلک سے اتر خدا کے لیئے
کہ میں نے ہاتھ اٹھائے ہیں اب دعا کیلیئے

راوی۔ بعد انفراغ مہمان نوازی کے زین
الجہان نے جان سے شہر جنون کے جانے
اور خنجر طلسم شکن لانے کیلیئے اجازت مانگی

جانِ جہاں۔ اتنی جلدی اور یہ اضطرابی

ع جانیکا ذکر تو نے کیا آج ہم نشین
اک تیر میرے سینے پہ مارا کہ ہائے ہائے

حضرت آمدن بارادت رفتن باجازت۔

زین الجہان۔ آپ جیسے محسن سے جی نہیں
چاہتا۔ کہ جدا ہوں۔ مگر اس دل کو کیا کروں

جانِ جہاں۔ ہاں سچ ہے۔ مگر بندہ تو
آپ کے ہمراہ چلیگا۔

راوی۔ شاہزادہ زین الجہان نے اس صعوبت
مسافرت اور جانکاہ غربت سے منع کیا۔ کہ آپ
کیوں بلائے ناگہانی میں قدم رکھتے ہیں۔ اس
ارادہ سے باز آؤ۔ ورنہ پھر یہ کہو گے۔ اور پچھتاؤ گے

ع ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

جانِ جہاں۔ نہیں نہیں ایسا نہ ہوگا۔ ع
حیف ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

راوی۔ مجبوراً زین الجہان نے جانِ جہاں
کو ہمراہ لیا۔ جانِ جہاں تو پہلے ہی شہر جنون کی
آفات بھگتے ہوئے تھا۔ اسلیئے استقلال کے
ساتھ مسافرت کو طے کرتا تھا۔ مگر زین الجہان
کبھی گھبرا اُٹھتا تھا۔

مینا۔ (طوطے سے) وہ کیا آفتیں تھیں جنکو
نہایت استقلال سے جانِ جہاں نے
طے کیا تھا۔

طوطا۔ (مینا سے) نہایت دلچسپ ہیں۔
جو کہ آگے جلد دوم میں درج ہیں ؎

تمام شد جلد اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طوطا مینا جلد دوم

آدھم بر سر مدعا۔ مینا کے جواب میں طوطے نے کہا۔ کہ وہ آفت یہ ہے۔ کہ اثنائے راہ شہر جنون میں زین الجہان پر آئی تھی۔ راویانِ خوش بیان یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز زین الجہان حسب معمول شکار کیلئے جنگل میں گیا۔ وہاں چرند پرند کو شکار کرتا ہوا ایک ایسے ہو حق اور سنسان بیابان میں پہنچا۔ کہ جہاں سوائے ایک عالیشان محل کے کوئی شے نظر نہ آئی حیران عالم حیرت زدہ ہو کر کہتا تھا۔ کہ یا اللہ اس دشت پر وحشت میں یہ عالی شان مکان کس نے بنایا۔ اور کون بود و باش رکھتا ہے۔ اس راز باطن اور حیرت انگیز مسکن کا دریافت حال کرنا ضروریات سے ہے۔ یہ سوچکر زین الجہان اس مکان جنت نشان کے نزدیک پہنچا۔ تو دروازہ کوئی نہ پایا۔ مگر ایک انبار استخوان نظر آیا۔ اس واقعہ حیرت افزا سے اور بھی متحیر ہوا۔ اور اپنے دل میں خیال کیا۔ کہ شاید یہ مکان طلسمی ہو۔ اور کوئی جادوگر اس کے اندر رہتا ہو۔ اتفاقاً جب اوپر نظر گئی تو ایک سبز رنگ کا دروازہ جس سے صرف ایک آدمی نکل سکے۔ دکھائی دیا۔ اسکو بمشکل تمام کھولا اور اوپر جانیکا ارادہ کیا۔ جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ تو معاً اس زینہ کا تختہ اٹھا۔ اور ایک تیر اس زور و شور سے زین الجہان کے شکم کے پاس سے ہو کر نکلا اور سو قدم کے فاصلے پر جا گرا۔ یہ خدا خدا کر کے اٹھا ہوش سنبھالا شکر خالق بجا لایا۔ اور دست بدعا آسمان کی جانب دیکھنے لگا۔ تو یہ عبارت دروازہ پر کندہ نظر سے گذری۔ کہ خبردار اور زینہار اسکے اوپر نہ جانا۔ اگر گیا بھی تو اس پری سے آنچل دوپٹہ نہ لگانا اور نہ چھونا۔ یہ پڑھکر اور بھی اشتیاق نے شوق بڑھایا۔ کہ کسی نہ کسی طرح سے بالائے بام اپنے کو پہنچاؤں اور اس پری کو دیکھوں۔ کہ کس شان و شوکت کی ہے۔ اور دوپٹہ کا آنچل منہ سے کیوں دبا رکھا ہے اس فکر میں غلطاں ہوا کہ مبادا پہلی سیڑھی کی طرح اگر دوسری سیڑھی میں سے بھی ایسا ہی تیر نکلا تو اب کے مرتبہ طائر روح کا خاتمہ ہے۔ یہ سوچکر بآہستگی دوسری سیڑھی کا تختہ اٹھایا۔ اور تیر جو

اس میں نصب تھا۔ نکالکر پھینک دیا۔ اسی طرح ہر زینہ سے تختہ آہستگی اٹھاتا ہوا اور تیر جدا کرتا ہوا بالائے بام پہنچا دیکھا۔ تو واقعی ایک پری پیکر خوش منظر کہ جس کے صحن کی شعاعیں تمام سقف بام کو منور کر رہی ہیں۔ اور بصد ناز و ادا دوپٹہ کا آنچل منہ میں دبائے ہوئے سوتی ہے۔ بیساختہ دل نے چاہا کہ کسی طرح اس نازک اندام دلآرام کو اٹھائے۔ اور انداز اٹھنے کا دیکھے۔ اور کچھ استفسار حال کیجے۔ چنانچہ آنچل اس عناب لب کے منہ سے نکالا۔ آنچل کا نکالنا تھا۔ کہ ایک شور و غل برپا ہوا۔ اور مشرق کی سمت سے آندھی کا ایسا غبار آیا۔ کہ تمام عالم تیرہ و تار ہو گیا۔ اور ہزاروں اینٹ پتھر میرے اوپر برسنے شروع ہوئے۔ جن کے صدمہ سے مجھ میں دم بھی باقی نہ رہا۔ اور بے ہوش ہو گیا جب مجھ کو ہوش آیا۔ تو اپنے آپ کو دشت پرخار اور جنگل وحشت ناک میں پایا۔ حیران تھا۔ کہ الٰہی نہ راہ رفتن نہ روئے ماندن۔ کئی بہ غم و اندوہ بے آب و دانہ اسی جگہ پڑا رہا۔ اور فاقہ کشی سے گفتار تک کی طاقت نہ رہی۔ اور نہ تین روز کوئی چرند و پرند اور جن و بشر نظر آیا۔ بفضل عنایت ذوالجلال چوتھے روز تک ایک بزرگ نیک سرشت اس طرف سے گذرے۔ اور میرے حال بد افعال دیکھ کر دریافت کیا۔ کہ تیرے یہاں ایسے دشت پر وحشت میں آنے کی کیا وجہ ہے کہ جس سے رہائی پانا ایک امر محال ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ طلسم شہر جنوں میں مبتلا ہوا ہے

زین الجہان نے آب دیدہ ہو کر جواب دیا۔ کہ بوجہ فاقہ کشی مجھ میں طاقت گفتار نہیں۔ جو اپنی سرگذشت اور کما حقہ، حقیقت سے آگاہ کروں۔

اس رحم دل غریب نواز نے اپنا اسباب کھولا۔ اور کچھ کباب اور اشیائے خوردنی جو نہایت عمدہ اور لذیذ نفیس۔ مجھ کو دیں۔ میں نے ان چیزوں کو شکم سیر ہو کر کھایا۔ بعد تناول طعام تھوڑی سی شراب بھی مرحمت فرمائی۔ جس کو پی کر میں عالم بہوشی میں آیا۔ پھر سانحہ گذشتہ اپنا اس کے روبروئے کم و کاست راست راست بیان کیا۔

اس بزرگ نیک مرد نے کہا۔ خیر اب تم یہاں سے جاؤ۔ اور اپنے ملک کی راہ لو۔ ورنہ عنقریب اور آفت تازہ پیش آئیگی۔ جس سے جان عزیز مفت تلف ہو جائیگی۔ اور یہ تمام درخت اور مکانات اور جنگل جادو سے بنا ہوا ہے۔ اور جو شئے دکھائی دیتی ہے۔ سب بنائے جادو سے ہیں یہ سنکر اپنے دل میں ڈرا۔ اور حق پرست سے دریافت کیا۔ کہ آپ کو یہاں کی کوئی شئے کیوں نہیں ستاتی۔ اور آپکے اس دشت پرخوف میں رہنے کی کیا وجہ؟ اور نام جناب کا کیا ہے؟

اس نیک سیرت نے جواب دیا۔ کہ نام اس غریب کا خبردار کنندہ طوفان ہے۔ اور میرے یہاں رہنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ ایک روز ہمارے ملک کا بادشاہ والا جاہ جن کا نام خیر خواہ عالم ہے۔ اسکی طرف کو گذرا۔ اور اس مکان میں تمہاری طرح داخل ہوا۔ اور اس طرح سے مبتلائے سحر ہوا۔ اور اسی جگہ جہاں پر تم ہو آپڑا۔ اور انواع انواع کے مصایب اور قسم قسم کی تکلیفات برداشت کر کے ایک مدت کے بخیر و عافیت اپنے ملک میں پہنچا۔ اور یہ تجویز کی کہ اس سرحد پر محافظ رکھنا ضروریات سے ہے۔ کہ بندگانِ خدا آفت ناگہانی اور بلائے بیابانی سے بچیں۔ پھر مجھ کو یہ آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین تلقین فرمائی۔ اور ہر وقت درود پڑھنے کی تاکید کی اور فرمایا۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس درود کی برکت سے محفوظ رہو گے۔ ہر آفات سے۔ اور سرحد پر جہاں پہلا مکان طلسم کا بنا ہوا ہے۔ تعینات رہو۔ اور جو بندہ خدا اس طرف کو گذرے۔ اس طلسم کی طرف آنے سے منع کرو۔ کیونکہ ہزارہا بندگانِ خدا اس طلسمی آفت میں پھنسکر ضائع ہوتے ہیں۔ اور بے گناہ مارے جاتے ہیں۔

المختصر میں اسی روز سے تعینات ہوں۔ اور جو بندۂ خدا اس طرف آتا ہے اسکو اس دشت طلسمی میں جانے سے منع کرتا ہوں۔ اور چونکہ اب کئی روز سے اس طرف کی جنگل کی گشت کرتا ہوں۔ اسی ضمن میں آج تم کو اس آفت میں مبتلا پایا۔ اور مجھ کو نہایت رنج و الم ہوا۔ خیر تمہاری زندگی تھی۔ جو فضل ایزدی سے محفوظ رہے۔ ورنہ جو بشر اس بلاء ناگہانی اور آفت جادو گرانی میں پھنستا ہے کبھی جان بسلامت واپس نہیں ہوتا۔ بے یار و یار اور بیگور و کفن فاقہ کشی کے رنج و محن میں مر جاتا ہے۔

زین الجہان نے اس خبر کنندہ طوفان سے دریافت کیا۔ کہ اس مکان کے سوا کیا کوئی اور طلسم بھی ہے۔ خبردار کنندہ طوفان اے بندۂ خدا میں نے اس بادشاہ جم جاہ سے سُنا ہے کہ یہ اوّل مکان طلسم کا ہے۔ کہ جسکے جنگل میں ہزارہا آفات گوناگون اور صدمات بوقلموں بھرے ہوئے ہیں۔ علی ہذا القیاس ایک سے ایک زیادہ صعب ناک اسی درجہ بدرجہ طلسم کے سات مکان اور ہیں۔ اور ان کے بعد ایک شہر ہے جسکا نام جنون آباد ہے۔ اور اس بستی میں دیو زادوں اور جادوگروں اور آتش پرست سحر سازان بود و باش رکھتے ہیں۔ وہاں پر سوا ان کے کسی کی کیا مجال جو پر بھی مار سکے۔ پرندوں کے پر جلتے ہیں۔ مکھی اور مچھر تک نہیں جا سکتے۔ آدمی کی تو کیا قدرت۔ جو ادھر کو آنکھ بھر کر دیکھ لے۔ بعد ازاں اے

بادشاہ فیروز بخت افروز اور اسی مرد صالح نے مجھ کو میرے ملک کا راستہ بتایا۔ بارے بہ فضل خداوندی میں اپنے گھر پر پہنچا۔

یہ تمام داستان سن کر شاہزادہ بخت افروز نے شکر اس خالق دو جہان اور مالک کون و مکان کا ادا کیا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ اب ٹھیک ٹھیک پتہ شہر جنون کا ملتا ہے خدا نے چاہا تو بہت جلدی اپنے مقصد پر کامیاب ہوں۔ اور وہ خنجر طلسم شکن کہ جسکو مہر شنگ پری نے طلب کیا ہے لے آؤں۔ اور اس دیو نابکار کو بیدریغ نذر تیغ کر کے پھر اس پری مہر شنگ پر قابض ہوں۔ اور وقت رخصت شہزادہ زین الجہان سے کہا۔ کہ اب آپکے ہمراہ جانیکی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پورا پورا پتہ اس مقام کا مل گیا ہے۔ جس مقام پر جانا منظور رہے۔

زین الجہان نے وہانپر جانے سے ہرچند منع کیا۔ اور کہا کہ وہاں سے کوئی بھی شخص زندہ نہیں آتا۔ برائے خدا تم اس ارادے سے باز آؤ۔ مگر شہزادہ فیروز بخت افروز نے کچھ نہ سنا اور آہ سرد دل پر درد سے کھینچکر کہا۔ کہ اگر کاتب تقدیر نے میری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ میں مہر شنگ پری پر عاشق ہو کر شہر جنون کو جاؤں اور آفات طلسمی اور صدمات سحری میں پھنس کر مروں تو کسطرح پر اور کسی صورت سے مخلصی نہیں ہو سکتی اور اگر حیات مستعار باقی ہے تو انشاء اللہ خنجر طلسم شکن لیکر بخیر و عافیت واپس آتا ہوں۔ اور اس دیو نابکار کو واصل جہنم کر کے اپنی مراد پر کامیاب ہوتا ہوں۔ اسوقت تو میں اپنے کو مردہ درگور اور زندہ در دہان اژدہا سمجھتا ہوں۔ جس روز کنوئیں میں گرا تھا۔ جہاں پر اس مہر شنگ سے ملاقات ہوئی تھی اس سرگذشت کا حال مشرح ناظرین والاتمکین کو جلد اول میں بخوبی معلوم ہوا ہوگا۔ اے شہزادہ زین الجہان میں تم کو ایک نصیحت سناتا ہوں۔ ذرا بگوش دل سنو۔ جس کا سننا اور یاد رکھنا ایک امر ضروریات سے ہے۔ اور امر بھی لابد ہے۔ وہو ہذا

پند سودمند منظوم

نتیجہ فکر جناب شیخ قلندر بخش صاحب مرحوم متخلص محرم

اے دل تو غم جہاں میں کسلئے پھنسا ہے	گر فکر عاقبت کا جو چاہے کچھ بھلا ہے
دیر فنا میں دائم ہرگز نہ کوئی رہا ہے	پر جو زمیں پہ آیا آخر کو وہ فنا ہے

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے۔

مت کر خیال اپنا کچھ مال و زر کے اوپر صابر اگرچہ ہو تو ہے سنگ و زر برابر
کر شکر اس خدا کا تجھ کو یہی ہے بہتر سب کچھ پڑا رہے گا اک لحظہ پل کے اندر
ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

ہیں اس جہاں میں جو یہ شاہانِ سخت یاور رکھتے ہیں جاہ و حشمت اور مال و فوج لیکر
دیکھو تو قبر میں ہیں شاہ و گدا برابر دارا کدھر سدھارا ہے اور کہاں سکندر
ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

جس خوابِ غافلی میں اے دل تو سو رہا ہے اصلی تو گھر کا تجھ کو کچھ ڈر نہ ہو رہا ہے
حرص و ہوا میں اپنی کیوں عمر کھو رہا ہے ہر ایک یہاں زندگی سے ہاتھ دھو رہا ہے
ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

کیا چین اور خوشی سے کرتا ہے نوش بادہ بھولے گا سب یہ جس دم آوے اجل کا پیادہ
لیکن ہر ایک شے کا باندھا ہوا ہے وعدہ قسمت میں جو ہے لکھا ہے کم نہ کچھ زیادہ
ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

پیکِ اجل کا جس دم لینے تیرے کو آوے سنگ اور سنگاتی اس دم کوئی نہ ساتھ جاوے
مادر پدر برادر کتنا ہی غل مچاوے جز نام یادِ رب کے کوئی نہ کام آوے
ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

سب کے تئیں ہے اک دن راہ عدم کو جانا دنیا کے بیچ کوئی اپنا نہ ہے بیگانہ
کر لے تو کچھ بھلائی اے یار اگر ہے دانا جب جائیگا یہاں سے ہوگا نہ تیرا آنا
ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

گر بیکسوں پہ اس جا جور و ستم کرے گا خوفِ خدا سے ہرگز کچھ تو نہیں ڈریگا
آخر کو یاد رکھ تو اک روز تو مرے گا پھر یار عاقبت میں اپنا کیا بھرے گا
ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

کر ترک تو محبت دنیا یہ بے وفا ہے ہرگز ملا کسیکو اس سے نہیں بھلا ہے
کر فکر کچھ وہاں کا جو عالمِ بقا ہے اب کوچ کا نقارہ ہر دم یہ بج رہا ہے
ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

لازم ہے دور کرنا دنیا کا غم گھنیرا طائر کے طور پر ہم کرتے ہیں یاں بسیرا

اب دیکھ غور کر کے اس جا ہے کون تیرا | کر یاد نام رب کا گیا شام اور سویرا

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

مت کر غرور گر ہے تجھ پاس مال دنیا | معلوم ہے سبھی کو ہو جائے زوال دنیا
ہرگز نہیں کرے گی تجھ کو نہال دنیا | ہے لحظہ اور پل کا یہ خواب و خیال دنیا

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

دنیا میں آن کر کے شاہ و گدا کہاتا | یہ پانچ دن کی نوبت ہر ایک ہے بجاتا
جاہ و عمارت اپنے مقدور بھر بناتا | دیکھا نہ ہیں کسی کو لیکر قبر میں جاتا

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

شداد نے بہت سا اپنے تئیں بچایا | دوزخ بہشت گردوں شمس و قمر بنایا
پیک اجل نے آکر لحظہ میں اس کو کھایا | یا دیکھتے کہ ہرگز وہ دیکھنے نہ پایا

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

خواہش میں زندگی کے کتنا پھرا اسکندر | قسمت سے مل گیا پھر اس کو خضر سا رہبر
کس کس جہد سے پہنچا آب حیات اوپر | قطرہ نہ ایک پیا اس کو ہوا میسر

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

کیوں جمع زر کرو ہو کام آئے گا یہ کس دن | درپیش لگ رہا ہے روز جزا کا اک دن
نیزہ سوا کے اوپر خورشید آئے جس دن | دنیا کی بے غمی تو معلوم ہوگی اس دن

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

دنیا کی نعمتوں کو کرتے ہو پیار کیسا | راہ خدا میں دے تو کوڑی نہ جوڑ پیسا
دولت نہ جوڑ کر کے مت نام کھو ایسا | جیسا کہ کر گیا ہے قارون ایسا تیسا

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

حق نے جہاں میں دیکھو کیا کھیل ہے بنایا | موسیٰ کو طور پر بھی جلوہ ہے اک دکھایا
حضرت خلیل کو بھی پھر آگ سے بچایا | فرعون خار راہ کو دریا میں ہے ڈوبایا

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

کفار ساتھ میں لے کعبہ پہ چڑھ کے آیا | اور توڑنے کو ہاتھی وہ سینکڑوں ہی لایا
ابابیل طائروں نے حکم خدا جو پایا | ریزوں سے سنگ کی ہے مٹی میں سب ملایا

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

جو جو تماشے اُس نے ہیں کیا کہوں بنائے پھر اک سے ایک اعلیٰ پیدا کیا مٹائے
آکر کے اس جہاں میں شاہ و گدا کہلائے نام و نشان اُن کے ڈھونڈے بھی تو نہ پائے

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

جب تک کہ زندگی کا وعدہ نہ تیرا آوے کاٹے نہ سانپ تجھ کو ہرگز نہ شیر کھاوے
دارو ئے نوش وقت نزع کوئی گر کھلاوے اے یار حق میں تیرے جوں زہر ہو وہ جائے

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

ہے غرق اگر ہوا تو بحر غماں میں مجرم رکھیو یاد نام رب کا ہر دم زباں پہ مجرم
ثانی نہیں ہے تیرے کوئی جہاں میں مجرم وہ پاک کبریا ہے بخشندگان مجرم

ہرگز نہیں مٹے گا قسمت میں جو لکھا ہے

یہ کہکر شہزادہ فیروز بخت افروز حسب ارشاد زین الجہان عشق مہر رشک میں سر دمن خدا کو یاد کر تا سر بصحرا شہر جنوں کی طرف چل نکلا۔ اور ایک مدت مدید اور عرصہ بعید کے بعد اس طلسم پر پہنچا۔ زین الجہان جو آفت ناگہانی اور بلائے جادوگرانی میں پھنسا تھا۔ یہ بھی اسی طرح مبتلائے آفات ہوا۔ اور ہزاروں صدمے اس طلسم سے پا کر بارے بفضل الٰہ نجات پا کر دوسرے طلسم کی طرف قدم بڑھایا جب قریب طلسم دوم کے پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک دریائے ذخار ناپیدا کنار دو رنگ کا پانی نصف برنگ زرد اور نصف برنگ سرخ بڑے زور شور سے موج زن ہے۔ اس دریائے پرجوش کو دیکھکر حیران اور سرگردان ہوا۔ اور دریائے زرد کے پانی کو دیکھنے کی غرض سے ہاتھ ڈالا۔ ہاتھ کا ڈالنا تھا۔ کہ اسی وقت اس پانی کا ایک دیو خونخوار بن گیا۔ اور فیروز بخت افروز کی جانب منہ پھاڑ کر دوڑا شاہزادہ فیروز بخت افروز نے وہ انگوٹھی جو مہر رشک پری نے اسکو دی تھی پہنی دیو کی نظر سے مخفی ہو گیا۔ اور اسی دریا کے کنارے ایک طرف کھڑا رہا۔ اور دیو نابکار رانده درگاہ کردگار چاروں طرف دیوانہ وار اس ویرانہ میں چیختا چنگھاڑتا اور شور و غل کرتا ہوا پھرنے لگا۔ اب شاہزادہ فیروز بخت افروز سہمناک ہوا۔ اور ڈرا اور خداوند کارساز سے دست بدعا ہوا۔ کہ الٰہی یہ کیا راز باطنی اور طلسم سازی ہے۔ پھر دل میں یہ شوق اور ولولہ پیدا ہوا۔ کہ اب سرخ دریا کو بھی دیکھئے اس سے کیا شے پیدا ہوتی ہے۔ اور پردۂ غیب سے کیا ظہور ہوتا ہے۔ اس سرخ پانی میں بھی جو

نصف رہ گیا تھا۔ ہاتھ ڈالا۔ اسی وقت اس آب سرخ کی آتش شرربار مثل کوہ آتش فشاں آسمان کی طرف اڑی۔ اور پھر زمین پر گری جسکے گرنے سے تمام جنگل میں آگ لگ گئی۔ اور جسقدر چرند اور پرند اور سبزہ وغیرہ اس دشت پر وحشت میں تھے جل بھن کر خاک سیاہ ہوگئے۔ اور اب یہ حال دیکھکر شاہزادہ فیروز بخت افروز کی حالت بھی دگرگوں ہوئی اور تمام بدن پر آبلے پڑ گئے۔ قریب تھا کہ بعوض وصال مہر شنگ پری مزہ مرگ چکھے۔ مگر قدرت پروردگار اور زندگی مستعار سے وہ آیہ کریمہ یاد آئی جو بادشاہ خیر خواہ عالم نے خبردار کنندگان طوفان وقت تعینات کرنے سرحد طلسم کے بتائی تھی۔ شروع کی اسکی برکت سے یہ بیچارہ آفت کا مارا بچا اس طوفان کی آتش شدید سے ایسا بھاگا۔ کہ کئی فرسنگ پر جا کر دم لیا۔ اسی اثنا میں ایک پری نہایت حسین اور طرحدار بال بکھرے سر میں خاک ڈالتی۔ اور زار زار گریاں و نالاں شاہزادہ فیروز بخت افروز کے پاس آئی۔ اور اس حالت میں بمقصداس شعر کے اس کا حال پُر ملال تھا۔ ؎

جو دو نوں زلفیں رخوں کے اوپر یہ کالی ناگن لٹک رہی ہیں
خدا ہی جانے ڈسیں گی کس کو یہ کس کی خاطر لٹک رہی ہیں

اور بیچ کر بے انتہا شور و غل کرنے لگی۔ کہ میں عرصہ سے اس مصیبت میں ہوں انتہا کہکر اپنے دل میں خوف زدہ ہوئی۔ اور سوچنے لگی۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ کبھی مجھ پر یہ جبر و تعدی پیش آئے اور میری عصمت و عفت کا خواہاں ہو۔ تو میں کیا کر سکونگی۔ اور یہاں میرا ایسا کون ہے کہ جس سے اور امداد طلب کروں۔ غرض اس فرو ہونا بکار شوریدہ سر نے ہر چند چاہا۔ کہ جبراً شربت وصال نوش کروں۔ تب مجھ کو یہی سوجھی۔ کہ اب مرنا بہتر ہے۔ ایک تمنچہ جو میرے پاس تھا۔ میں نے اپنے آپ کو مارنا چاہا۔ اس دیو لعین نے اسی وقت میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور وہ تمنچہ میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور خدا معلوم کہاں پھینکدیا۔ اور کہا کہ خیر اگر آپکی مرضی نہیں ہے۔ تو میں چھ مہینے کی میعاد مقرر کرتا ہوں۔ اور اس میعاد کے اندر میں تم کو کبھی بد نظر سے نہ دیکھونگا۔ بعد انقضائے مدت مقررہ کے میں اپنے ارادے سے باز نہ رہونگا۔ اور یہ حد بھی اسی وجہ سے لگاتا ہوں کہ آپکی دل شکنی نہ ہو۔

طوعاً و کرہاً میں نے اس امر کو بخوشی و رضامندی قبول کیا۔ اور اپنے دل میں امید واثق کی اگر خدا نے چاہا۔ تو بہ عزت و حرمت اس میعاد سے پہلے قید شدید سے نجات پاؤں تو بہتر ہے۔ ورنہ بعد انقضائے میعاد کسی نہ کسی صورت سے اپنی جان عزیز کو گنواؤں۔ سو ہزار شکر۔

اس مسبب الاسباب کا کہ جس نے میری عزت اور حرمت رکھنے کیلئے آپ سے دلسوز اور ہم جنس کا سامان پیدا کیا۔ آج اخیر دن اس میعاد کا ہے۔ اور اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا بڑا شکر کہ واقع ہر بلا ہی کہ تم سے دلاور جوان مرد رستم زمان کو یہاں بھیجا۔ میں مظلومانہ طور پر روتی اور گریبان پھاڑتی ہوئی آپ کے پاس آئی ہوں۔ کہ برلئے خدا مجھ مظلومہ اور ستم رسیدہ کی داد کو پہنچو۔ اور اس آفت سے للہ بچاؤ۔ شہزادہ عالی وقار فاتح طلسم یعنی شہزادہ فیروز بخت افروز یوں کہنے لگا۔ کہ یہ میعاد منظور الٰہی پر موقوف ہے وہی ظہور میں آئیگا۔ حتی المقدور تمہارے کام آنے میں دریغ نہ کرونگا۔ مگر مجھ کو اس امر پر کمال درجہ حیرت اور از حد استعجاب ہے۔ کہ تم نے مجھ ایک اجنبی اور نحیف آدمی کو دیو کے مقابلہ میں دلیر اور شجاع کیونکر جانا۔

اس بیچاری آفت کی ماری محبوس طلسم نے جواب دیا کہ اے شاہ والا جاہ آپ کی شجاعت اور مردانگی دلاوری اور بہادری کا پہچاننا تو ایک ادنیٰ بات ہے۔ خواجہ احمد نے ایک آدمی کا پیشہ اور نام اور کھانا جو کہ اس نے کھایا تھا۔ سب بتا دیا کہ اس نے شہد کھایا ہے اور نام اور پیشہ اس شخص کا ہے۔

غرض یہ ذراسی فراست و دانائی کا کام اور آپ کا دلاور شجاع ہونا تو میں نے اسی طرح سے پہچانا کہ مجھ کو اس طلسم میں محبوس ہوئے چھ مہینے کے قریب ہوئے۔ بجز آپ کی ذات والا صفات سے کوئی آجتک اس طرف نہیں آیا۔ اور جو کوئی آیا ہے وہ بھی کسی نہ کسی وجہ سے راہی ملک عدم ہوا۔ میں خوب جانتی ہوں۔ کہ اس دشت پُر خوف میں آنا اور کسی کا کام نہیں جو آدمی شجاع اور دلیر ہوگا۔ وہی یہاں آئیگا۔ بدوں سر کٹے اور عدا پرست اور ثابت آدمی کے دوسرے کا زہرہ نہیں۔ جو ادہر کی طرف نظر بھی بھر دیکھ سکے۔ اسلئے کہتی ہوں۔ کہ عند اللہ آپ میرے دستگیر اور خضر راہ تو آپ ہوں۔ اور موذی کے چنگل سے نجات دلوائیں۔

راوی کہتا ہے۔ کہ اسی اثنائے گفتگو میں وہی مردود نا مسعود ایک شور اور غل مچایا۔ اور رال منہ سے جھاڑتا ہوا اندر آیا۔ اور شہزادہ فیروز بخت افروز کو دیکھ کر اس محبوس طلسم سے کہنے لگا۔ بتا یہ کون ہے؟

ملکہ نے اس دیو پلید کو دیکھ کر اپنے منہ پر نقاب ڈال لیا۔ اور اُس مردود نے چاہا کہ شہزادہ فیروز بخت افروز کو لقمہ دہان کرے۔ مگر بپاسداری ملکہ محبوس طلسم کے تال گیا۔ اور ملکہ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے دلفریب عاشقان اور اے دلربائے مشتاقان اب آپ کا وعدہ

ہوا۔ اب اس کا ایفا آپ پر لازم اور لابد ہے۔
ملکہ یہ بات حیرت آیات سنکر کانپنے لگی۔ اور بے ہوش ہوگئی۔ ہیں نے شیشہ گلاب چھڑکا جب ہوش ہیں آئی۔ تو پھر وہی بات وہ دیو نابکار پھر زبان پر لایا۔ تب تو مجھ کو غصہ آیا اور خشم آلود ہوکر اسکی طرف میں نے دیکھا۔ اور کہا او نابکار راندہ درگاہ بدبختی سے دست بردار رہو۔ یہ سنتے ہی اس دیو لعین نے ایک طمانچہ میرے منہ پر ایسا مارا۔ کہ جہان تاریک اور نظروں میں سیاہ ہوگیا۔ میں نے وہی آیہ کریمہ پڑھنی شروع کی۔ اور اسکی طرف پھونکی۔ اس آیہ کریمہ کی برکت سے وہ لعین کئی فرسخ پرے جا کھڑا ہوا۔ اور اسکے ہاتھ پاؤں بے قابو ہوگئے۔ کہ پھر جانب کو قدم نہ بڑھا سکا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ وہی شخص ہے جسکو ہمارے بزرگ اور بانیانِ طلسم کہا کرتے تھے۔ کہ ایک آدمی ایسا آپہنچیگا۔ کہ تمام طلسم کو نیست و نابود کردے گا۔ اور یہاں حسب زمانہ سابق وہی میدان ویرانہ رہ جائیگا۔
یہ خیال اپنے دل میں سوچکر اور خوف زدہ ہوکر وہاں سے اپنے سردار بدکردار کے پاس روانہ ہوا اور شہزادہ فیروز بخت افروز اپنے عمل پڑھنے میں مصروف اور مشغول رہا۔ اور وہ دیو نابکار ملعون راندہ درگاہی کردگار جب اپنے سردار ناسزاوار کے پاس پہنچا۔ تو ایک تہلکہ عظیم اور روز امید وبیم مچگیا۔ کیونکہ آج کے دن تک یہ ملعون جس کا نام زنجیبان سرحد طلسم ہے یہاں نہ آیا تھا اسی وقت نابکاروں کا سردار زشت کردار برائے استقبال چند قدم برہنہ پا آیا اور بیقرار اور مضطر اسکے دہان ورود سعادت بیہودہ ہونیکا حال پراختلال دریافت کرنے لگا۔ اس نے تمام کیفیت اور ساری حقیقت گذشتہ بیان کی۔ پھر وہ سردار ملعون ونابکار دلیرانہ حرف زن ہوا۔ کہ بڑے افسوس کی جگہ اور مقام حیرت ہے۔ کہ تم ایک انسان ضعیف البنیان ارذالی الاصل محض بے اصل اسقدر ترساں ولرزاں ہو۔ کہ جس کا ایک لقمہ دہان مثل کاہ بیان کرسکتے تھے۔ مجھے اس بے بنیاد آدم زاد کے سبب یہاں آنے کی تکلیف دی۔ خیر اب تم یہاں حسب دستور باآرام وشادکام رہو۔ بروز فردا اس آدم زاد کا ایک لقمہ دہانِ گندیدہ کا انتظام معقول اور بندوبست مضبوط ہوجائے گا۔
چنانچہ دوسرے روز اس سردار غم آہ واندوہ نے ایک دیو جس کو معمل جادو کہتے تھے۔ شہزادہ فیروز بخت افروز کے پاس بھیجا اور باہتمام تاکید اور تشدد بالاکلام یہ ہدایت بے رو رعایت کی کہ اس انسان مشقت کو مع اس عورت ناپاک کے طرفتہ العین اور چشم زدن میں ہمارے حضور لاؤ۔ ہم بھی اس انسان

رستم دوران کا ملاحظہ کرینگے کہ وہ زن و مرد کس شان و صورت کے ہیں۔ کہ جن سے نگہبان سرحد طلسم جیسا جوانمرد اور شجاع اسقدر خائف اور لرزاں ہے۔ قصہ کوتاہ وہ معمل جادو جس کو وہ سردار بدکردار اپنے دل میں نہایت دلیر اور جوانمرد جانتا تھا۔ وہ اس طرف کو روانہ ہوا۔ جب قریب اس مقام کے آیا کہ جہاں شہزادہ فیروز بخت افروز اور شہزادی چمنستان (یعنی محبوس طلسم) مسکن گزیں تھے۔ پہنچا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک شخص بہ شان و شوکت اور شاہانہ صورت وہاں بیٹھا ہے۔ شہزادہ فیروز بخت افروز نے اپنے دل میں جانا کہ وہ دیو مردود (یعنے نگہبان طلسم) دوبارہ پھر خیال آیا کثیر الاختلال اپنے دل فرحت منزل میں کر کے دل ہی دل میں کہنے لگا کہ اب یہ دیو مردود شہزادی محبوس طلسم کے ساتھ کیونکر پیش آتا ہے۔ اور اس کے ساتھ کیا برتاؤ عمل میں لاتا ہے اور کیا کیا کہنا سنتا ہے۔

پس فوراً وہی انگشتری یعنی نظر بند خاکی و آتشی پہنی۔ اور نظر سے پوشیدہ ایک طرف کو خاموش کھڑا رہا۔ جب اس شہزادی غم اندوہ نے اس فیل ناہنجار و خوار کو دیکھا۔ فوراً بیتاب ہو گئی اور کچھ ہوش و حواس نہ رہی۔ جب اس دیو بدکردار (یعنے معمل جادو) نے صرف تنہا شہزادی کو دیکھا اور وہ بیہوش پڑی تھی۔

پھر اس کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک جانب کو چلتا جاتا ظلم اور تشدد شہزادہ فیروز بخت افروز سے نہ دیکھا گیا۔ عالم پوشیدگی ہی میں ایک تلوار اس نابکار زشت کردار کے اس زور سے ماری۔ کہ جیسے لگتی ہی اسکے خون سے تمام چہرہ لہولہان ہو گیا۔ اور خون مثل فوارہ کے جاری ہونے لگا۔ اور تمام بدن خون میں نہا گیا۔ یہاں تک کہ اس کو قدر بھی ہوش نہ رہا کہ وہ اپنے بدن سے خون صاف کر سکے۔

اب یہ دیو لعین رانده بارگاه جامع المتفرقین اپنے دل میں حیران اور ششدر رہا۔ کہ یہ ایسی شدید ضرب میرے سے قوی اور تنومند کے روبرو کس دلیر اور جوانمرد نے ماری کہ جس سے اب تک مجھ کو ہوش تک نہیں آیا۔ اور نہ کوئی انسان و حیوان دکھائی دیتا ہے۔

پریشان و حیران اور سرگردان چاروں سمت اس میدان میں جویاں اور متلاشی پھرنے لگا مگر اس جوانمرد اور شجاع شہزادہ فیروز بخت افروز نے اللہ اکبر کہہ کر ایک اور ضرب شدید اس دیو نابکار کے ایسی لگائی۔ کہ جس سے روح نجس اسکے واصل جہنم اور داخل دوزخ ہوئی شہزادہ فیروز بخت افروز نے جب دیکھا۔ کہ دیو لعین آتش پرست قعر دوزخ نار جہنم

میں داخل ہو چکا تو انگشتری اتار کر عالم باطنی سے عالم ظاہری میں آیا۔ اور اس ماہ پیکر شہزادی چمنستان زیبنے محبوس طلسم کی بہت کچھ تسلی اور تشفی آمیز کلمات اپنی زبان محبت ترجمان سے نہایت نرمی اور دلجوئی سے اس طرح فرمائے تاکہ وہ محبوس طلسم کی کسی طرح ہراساں اور بیدل نہ ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تم بہت جلد اپنی سلطنت اور فرمانروائی میں پہنچ جاؤ گے اور شب و روز خداوند ذوالجلال والاکرام کو یاد رکھو۔ اور جو پروردگار عالم کو منظور ہوتا ہے وہی ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بغیر اسکی مرضی اور مشیت کے ممکن نہیں کہ پتہ بھی ہل سکے۔ اور وہی اس مشت خاک اور ذرہ بیمقدار کو اپنی قدرت لایزالی سے بحفاظت رکھتا ہے۔ اور تم نے سنا ہو گا۔ کہ کیونکر وہ لڑکا کیسی کیسی آفتوں اور مصیبتوں سے امن میں رہا۔ اور بال تک بھیگا نہ ہوا۔ کسی استاد نے اس موقع پر کیا خوب فرمایا ہے ؎

غور ہر چند کیا آئے مہر کے دھیان میں کیا | نہیں معلوم کہ ہے بولتا انسان میں کیا
پتلہ خاک میں ہے آب ہوا آگ کا زور | ورنہ کیا جانیئے ہے قالب بیجان میں کیا
روح و جان سب میں تو ہر ایک کے نظر آتی ہے | جن و انسان میں وحشی و حیوان میں کیا

مینا۔ پہلے تو اے طوطے ہم کو یہ قصہ سنا کہ اس لڑکے کا ماجرا کیا ہے؟
طوطا نے رنجیدہ پیشانی سے مینا کو اس لڑکے کی کہانی اس طرح پر سنائی۔

حکایت

راویان شیریں سخن اور ناقلان قصہ کہن اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ کسی منو چہر میں دو عورتیں تھیں۔ ان میں سے مشیت الٰہی ایک کے لڑکا پیدا ہوا۔ اور دوسری بے اولاد اور نامراد تھی۔ اسنے کسی چتر پن سے اسکے لڑکے کو چرا کر اپنا لڑکا بنا لیا۔ اس امر پر دونوں میں خوب قضیہ ہوا۔ اور حاکم شہر تک نوبت پہنچی۔ مگر حاکم شہر اپنی عدل گستری اور انصاف رسی میں بے انتہا درجہ کا بیدار مغز اور عقلمند صاحب ذہن و ذکا تھا۔ اور معاملہ فہمی میں مشہور نزدیک و دور تھا۔ اور جو معاملہ اسکے حضور میں جاتا۔ اسکو نہایت سنجیدگی اور غور و تعمق سے فیصلہ کرتا غرض کہ یہ جھگڑا اسکی عدالت پر معدلت میں پہنچا۔ بعد اظہار فریقین کہنے لگا۔ کہ فی الواقع یہ دونوں عورتیں بے کم و کاست راست راست کہتی ہیں۔ بعد غور و خوض اس معاملہ اہم کو حاکم عدل مجسم نے نہایت متانت اور فراست سے فیصلہ قطعی کا اس طور پر حکم فرمایا کہ اس طفل ماہ پارہ شیر خوارہ کے اسی وقت دو ٹکڑے کر کے ان دونو عورتوں میں تقسیم کرو۔ اور دونو عورتیں لڑکے

کو لیکر اپنے گھر کو سدھاریں۔ یہ بات حیرت آیات اس لڑکے کی اصلی ماں سنکر زار وزار رونے لگی۔ اور غل مچا کر کہنے لگی۔ کہ حضور اگر یہی انصاف ہے۔ تو میں اپنے دعویٰ سے باز آئی برلئے خدا اس معصوم بے زبان کو اسی کو بدت کیجئے۔ کہ اس میں میرے بچے کی جان تو اس بلائے آسمانی سے محفوظ رہیگی۔ خیر اگر یہ جیتا رہیگا۔ تو کبھی نہ کبھی اسکی صورت دیکھ کر اپنی ماتہا کی تسکین کر لیا کروں گی۔ میں خوش ہوں کہ اس معصوم کو آپ اسی کو دیدیں۔ اور وہ دوسری عورت عیار زمانہ کی مکار جو دراصل اس لڑکے کی ماں نہ تھی۔ حاکم کے دریافت کرنے سے اور لڑکے کے ٹکڑے کرکے لینے اور صحیح سالم لینے سے بھی راضی نہ ہوئی۔ حاکم خوبی انصاف نے اپنے دل میں یقین واثق کر لیا۔ کہ فی الواقع یہ لڑکا اس عیارہ مکارہ کا نہیں ہے سخت سزا دی اور اصلی مادر مہربان اور والدہ بیم جان کو یہ طفل ماہ پارہ شیر خوار کو دیا۔ اسکی ماں اپنے لخت جگر نور بصر کی سر اور آنکھیں چومتی اور ہنستی باغ باغ شاداں و فرحاں لیکر اپنے مکان دلستان میں آئی اور خوب خوشی منائی۔ اور اسی طرح ایک عورت کو اتہام با طلا و بہتان کا ذبہ سے جان بخشی کرائی

مینا بولی اچھا طوطے اس عورت کا ماجرائے مفصل اور بیان مجمل کہ کیونکر ہے؟

طوطا کہنے لگا کہ پہلے داستان دلستان شہزادہ فیروز بخت افروز کی تمام کروں۔ تب اس عورت کی سرگذشت بھی تیرے روبرو بیان کرونگا۔

مینا (شاہ افروز سے مخاطب ہوکر) کہنے لگی۔ لیجئے صاحب آپ کے طوطے کو یہیں تک معلوم تھا۔ بس میاں مٹھو گلہڑ ہی نکلے۔ جیسے ایک ادغانی کا طوطا کہا کرتا تھا۔ (دریں چہ شک) بادشاہ عالم جاہ نے مینا سے استفسار فرمایا۔ کہ او مینا۔ اس ادغانی کے طوطے کی حکایت کیونکر ہے۔ مینا بولی:-

حکایت

کسی شہر کا ذکر ہے کہ ایک ادغانی نے ایک طوطے کا بچہ پالا۔ جب وہ ہوشیار ہوا۔ تو اس ادغانی نے اس طوطے کے بچہ کو یہ پڑھایا۔ اور یاد کرایا کہ (دریں چہ شک) جب اس طوطے کو یہ کلمہ برزبان ہو گیا۔ تو اسے بیچنے کی خاطر بازار رشک گلزار میں لے گیا۔ اور قضائے کار بہ قدرت پروردگار ایک امیر زادہ والا تبار سیر کنان بادل شاداں اسطرف آنکلا اسنے اس ادغانی لا یعنی سے دریافت کیا میاں تم اس طوطے کو بیچتے ہو۔ اُسنے جواب دیا کہ ہاں بیچتا ہوں جب اس امیر زادے نے اس طوطے کی قیمت دریافت کی ادغانی نے اسکی قیمت ایکہزار روپیہ

بیان کیا اور کہا۔ کہ یہ طوطا فارسی خوان ہے۔ آپ اسکی قیمت اسی سے دریافت کریلیجئے
امیرزادہ نے طوطے سے پوچھا۔ کہ میاں مٹھو تمہاری تمہارے مالک نے قیمت صحیح بیان کی
ہے۔ اس طوطے نے جواب دیا کہ دریں چہ شک یہ بات حیرت سمات امیرزادہ طوطے کا دل
دادہ جواب سنکر تعجب کرنے لگا۔ اور بہت خوش ہوکر اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ واقعی یہ طوطا
فارسی خوان ہے۔ قیمت غیر متر قبہ سے کم نہیں۔ اسکو ضرور خرید لیجئے۔ اور لپنے مالک کا پورا خیر خواہ
ہے۔ ماؤرائے ان سب باتوں کے فارسی خواندہ ہونا تعجبات سے ہے۔ غرضیکہ امیرزادہ
دلدادہ نے اوس ادعائی کو ایک ہزار روپیہ دیکر طوطا خرید لیا۔ جسوقت امیرزادہ اس طوطے
کو لیکر خوشی خوشی مکان کو گیا۔ تو امیرزادہ نے اس طوطے سے دریافت کیا۔ کہ میاں مٹھو!
مزاجِ شما خوب ست۔ طوطے نے جواب دیا کہ دریں چہ شک۔ پھر تو امیرزادہ بہت خوش ہوا
اور جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ اور جی میں کہنے لگا۔ کہ طوطا نہایت فراست اور سنجیدگی سے
معقول جواب دیتا ہے۔ اور اپنی محبوبہ بیوی سے بلاکر کہہ دیا۔ کہ دیکھو ہمارا طوطا کیسا اچھی
فارسی بولتا ہے۔ تم بھی اس سے گفتگو کرو۔ اس کی بیوی نے کہا۔ کہ میاں مٹھو۔ شمارا ایں
صاحب خرید کرد۔ طوطے نے کہا دریں چہ شک۔ یہ بات سنکر اس امیرزادہ کی صاحبہ
بھی بہت خوش ہوئیں۔ اور اس طوطے کی بڑی حفاظت اور خاطر و تواضع کرنے لگیں۔
اور ہمسایوں سے بھی اس طوطے کی خوبیاں بیان کیں۔ ان میں سے جو عورتیں فارسی
میں مہارت رکھتی تھیں۔ اس تعجب کی بات کو سنکر اس طوطے کے پاس آئیں اور
اس سے کہا۔ کہ میاں مٹھو چہ کار کردی۔ مٹھو کی تو فقط ہوا ہی بندھ گئی تھی۔ پھر وہی
لفظ زبان پر لایا۔ کہ دریں چہ شک۔ باتیں ٹیں ٹیں غل مچاتا۔ غرض کہ ان عورتوں نے
اور بھی بہت سے سوالات کئے ان کا بھی اس میاں مٹھو نے وہی جواب دیا۔ وہ عورتیں یہ سنکر بہت ہنسیں
اور کہنے لگیں کہ اے بی بی اس نکمے طوطے کی اسقدر تعریفیں کرتی تھیں جو سوائے دریں چہ
شک بولنے کے اور کچھ بھی نہیں جانتا۔ وہ امیرزادہ اور اسکی بیوی بہت ہی نادم ہوئے۔
اور امیرزادہ اس کو خرید کر بہت ہی پچھتایا۔ اور اس طوطے کے دو ٹکڑے کرکے پھینک دیا
راوی بوجہ طوالت اختصار کرکے بیان کرتا ہے۔ کہ امر ناشائستہ پر طوطا مینا سے برہم ہو کر
کہنے لگا۔ کہ تو اپنے دل میں بہت خوش ہوئی ہوگی۔ کہ یہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ اور جھٹ سے
فرفر ایک شال میرے اوپر ڈال دی۔ اب بگوش ہوش اس عورت کی حکایت سُن۔ جو

اس طرح پر ہے۔

حکایت

اگلے وقتوں میں ہندوستان جنت نشان کے ایک شہر میں دو سوتنیں آباد تھیں (یعنی ایک خاوند کی دو عورتیں) ان میں ایک بانجھ اور دوسری صاحب اولاد۔ اے مینا جو عورت اولاد والی تھی۔ وہ پرلے درجے کی شریر بد مزاج تھی۔ اور اس مکارہ آوارہ نے ایک بچہ کو جان سے مار کر اپنی سوت (یعنی بانجھ عورت) کے ذمے خون کا بہتان لگایا۔ کہ اُسنے میرے بچہ کو مار ڈالا حاکم شہر تک نوبت پہنچی۔ بعد بیانات ہونے دو عورتوں کے حاکم شہر نے اصل واردات اور اتہام بیجا لگانے کی تہ کو پہنچا۔ چنانچہ اس شہر کے باہر ایک بڑا وسیع غار تھا۔ اور وہاں کا یہ معمول تھا۔ کہ جو مقدمہ اور معاملہ وہاں حاکم عدالت پر معدلت سے فیصل نہ ہوتا تھا۔ تو اس غار میں جاکر سب آدمی (یعنے مدعی اور مدعا علیہ) کھڑے ہوتے تھے۔ اس تیرہ و تاریک گھر کا یہ وصف تھا۔ کہ جو ملزم و مجرم اپنے سخت بدکردار کا ہوتا تھا اسکا پاؤں اس غار کی تہ زمین سے نہ اُٹھتا تھا۔ بس یہی شناخت اس مجرم کے جرم کی تھی۔ اور خوبی یہ تھی۔ کہ جب تک وہ اپنے جرم کا خود اقبالی نہ ہوتا تھا۔ اس کا پاؤں اسکی تہ زمین سے جدا نہ ہوتا تھا۔ جس وقت وہ اپنے جرم سے اقبالی اور اقراری ہوتا۔ اسی وقت اسکا پاؤں تہ زمین سے چھوٹ جاتا۔ اسی طرح یہ دونوں عورتیں اس غار تیرہ و تار میں بھیجی گئیں۔ وہاں سے آواز غیبی آئی۔ جو ان دونوں عورتوں میں سے اپنے سب کپڑے وغیرہ اُتار کر اور مادر زاد ننگی ہوکر ناچے۔ وہ عورت اپنے دعویٰ میں سچی ہے۔ یہ آوازہ عیارہ و مکارہ یعنی جس عورت کا لڑکا تھا۔ اور اس بدکردار نے اپنے لڑکے بیگناہ کو مارکر دوسری عورت پارسا صورت پر تہمت دھرنا چاہی تھی۔ فوراً اپنے سارے کپڑے اُتار کر اور مادر زاد ننگی ہوکر ناچنے لگی۔ اور دوسری عورت پارسا سیرت نے اس حرکت ناشائستہ اور فعل بیجا سے انکار کرکے کہا۔ کہ میری قسمت برگشتہ تھی۔ جو اس قعر تیرہ میں آئی۔ خیر جو چاہے اور دل میں آئے سزا اور تعزیر دو۔ مگر بے حیائی اور بے شرمی مجھ سے ہرگز ظہور میں نہ آسکے گی۔ کہ سارے کپڑے اُتاروں اور ننگی مادر زاد ہوکر ناچوں۔ اور وہ عیارہ مکارہ اس بے جا حرکت کرنے پر سب مجمع کی نظروں سے گری۔ اور سب اہل مجمع نے باتفاق یہی رائے دی۔ کہ فی الواقع یہ بے حیا اپنے بیٹے بے گناہ اور معصوم کی قاتل ہے۔ کیونکہ جس عورت نے ایسے امر ناشائستہ سے انکار نہیں کیا۔ اس سے اولاد کا قتل کرنا کیا بعید ہے۔ غرض اس بدکرداری کی وجہ سے

اپنے کیفر کردار یعنے چوب سیاست میں کھینچی گئی اور اس بیگناہ کو اس عذاب عظیم سے رہائی ہوئی
القصہ طوطے نے مینا سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اب تو اپنے دل میں بڑی شرمندہ ہوئی
ہوگی۔ کہ اس نے تو ساری قلعی کھول دی۔ مینا بولی۔ کہ اچھا اب شہزادہ فیروز بخت افروز کا
قصہ بیان کرو۔ کہ کیا ہوا:۔

راوی کہتا ہے۔ کہ شاہزادہ فیروز بخت افروز اور محبوس طلسم یعنی شاہزادی چمنستان دونوں
وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور خداوند ذوالجلال کو یاد کرتے ہوئے سر بصحرا نکلے۔ چندروز
روز مسافت طے کرتے کرتے ایک آبادی میں پہنچے۔ جہاں کسی کوچہ و بازار کی نفاست
اور عمارت کی صفائی و نزہت رشک گلزار فردوس کو شرمندہ اور سرنگوں کرتی تھی یہ عمدگی
اور خوبی اس آبادی کی دیکھ کر ان کا دل باغ باغ ہوا۔ اسی اثنا میں ایک سمت سے شاہی
سواری کا جلوس اس خوبی سے نظر آیا۔ کہ اسکا وصف بیان نہیں ہوسکتا۔ یہ دیکھتے ہوئے
ایک جگہ چار عورتوں کو دیکھا کہ آپس میں بیٹھی ہوئیں اپنے کاروبار اور معمولی شغل میں مصروف
نہیں۔ ان میں سے ایک عورت اپنی ہمجولیوں سے بولی کہ وہ چلا۔

دوسری عورت نے جواب دیا کہ وہ نہ ہوگا۔

تیسری نے سنکر کہا۔ کہ وہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔

چوتھی نے اس طرح پر کلام کیا۔ کہ اے بہین کچھ ہو نہ ہو۔ میں جاکر سوتی ہوں۔
بادشاہ یہ بات مزخرفات ان عورات کی سنکر متعجب اور متحیر ہوا۔ اور اپنے دل میں کہنے
لگا۔ کہ یہ عورتیں گو ظاہر میں نہایت بیوقوف اور بے شعور معلوم ہوتی ہیں۔ انہوں نے کیسی پیچیدہ
اور پُر مغز گفتگو کی ہے۔ اس امر کو ضرور ان سے دریافت کرنا چاہیئے۔

الغرض یہ بات دل میں ٹھان کر علی الصباح ان عورتوں کو دربار عام میں طلب کیا
جس وقت وہ عورتیں تخت کے نزدیک پہنچیں۔ ان میں سے ایک بولی کہ یہ وہی ہیں۔

دوسری نے کہا ان کے تو وہ ہوتے ہیں۔

تیسری کہنے لگی۔ بہتیرے ایسے ہوتے ہیں۔

چوتھی کا کلام کہ کیسے ہوں میں اپنے گھر جاتی ہوں۔

بادشاہ عالی جاہ ان باتوں کو سنکر اور بھی حیران ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بڑی حیرت کی بات
ہے۔ کہ شام کو اثنائے سواری میں تو انہوں نے کلمات معمہ آمیز بیان کئے ہی تھے اب

پھر اسی قسم کے کلمات زبان پر لائیں۔ اس موقع پر وہ صادق ہے۔ کہ یک نہ شد۔ دو شد۔ پھر آپسمیں اسی قسم کی ایک دو اور باتیں ہوئیں۔ غرض ان چاروں سے بادشاہ نے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ کہ اے نیک بختو! ہم کو تمہاری ان گفتگوؤں سے نہایت حیرت اور تعجب ہوتا ہے اب تم ہم کو بھی اپنے معمول کی گفتگوؤں سے آگاہ کرو کہ شام کو تم نے کیا معمہ بیان کیا تھا کیونکہ تمہارے معمہ کو میں مطلق نہیں سمجھتا۔ ان میں سے ایک عورت نے عرض کی کہ اے بادشاہ جائے پناہ اس شام کے معمے کے اصلی معنی یہ ہیں۔ کہ چراغ گل ہوا چاہتا تھا۔ تو میں نے کہا کہ وہ چلا۔ دوسری نے کہا۔ کہ وہ نہ ہوگا۔ اس امر سے غرض تیل کا نہ ہونا تھا۔

تیسری نے جو یہ کہا۔ کہ وہ نہیں تو وہ بھی نہیں اس امر سے مقصود بتی کا نہ ہونا تھا۔

چوتھی کا کلام آپ کیا ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ کہ جب رات کو چراغ میں تیل اور بتی نہ ہوگی۔ تو آدمی خود ہی سوئے گا۔

بادشاہ والا جاہ یہ باتیں سنکر اپنے دل میں نہایت محفوظ ہوئے۔ پھر یہ فرمایا۔ کہ اس وقت کے معموں کی بھی شرح بیان کرو۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ کیا باتیں تھیں؟

وہ کہنے لگیں کہ حضور جی کی امان پائیں تو یہ بات بھی حضور پرنور پر ظاہر کریں۔

الغرض ایک عورت بول بولی۔ کہ حضور جب میں نے یہ سنا کہ بادشاہ عالم پناہ نے اسباب کے دریافت کرنے کو طلب کیا ہے میں نے کہا کہ یہ بھی وہی ہیں۔ اس سے بیوقوف بیل مراد ہے۔

دوسری نے جو اس بات کا جواب دیا۔ کہ اس کے تو وہ ہوتے ہیں۔ اس سے سینگ مراد ہیں۔

تیسری نے جو یہ کہا۔ کہ بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ تو اس سے بے سینگ والے مراد ہیں۔ چوتھی کا وہی کہنا جو سب معلوم کر سکتے ہیں۔ ان باتوں کو سن کر بادشاہ عالی جاہ بہت خوش ہوئے اور ان سب کو انعام و اکرام سے مالا مال اور نہال کر کے بڑی خوشنود مزاجی سے رخصت کیا۔

راوی سلسلہ بند داستان ندرت بیان اس طرح گذارش پرداز ہے۔ جب شاہزادہ فیروز بخت افروز کو قطع منازل کرتے کرتے بعد چند روز کے مجبوس طلسم کو اس کے ملک میں پہنچا کر پھر طلسم سوم کی طرف روانہ ہوا۔ جب قریب اس طلسم کے پہنچا۔ جہاں سے وہ دیو نابکار فریاد کرتا گیا تھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ وہاں پر ہزارہا دیووں کا مجمع ہو رہا ہے۔ اور آپس میں یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ آدمی خاکی الاصل جو طلسم دوم میں موجود ہے۔ ایسا کتنا قوی القامت اور جسیم ہے۔ کہ جس سے نگہبان سرحد طلسم سا بہادر دیو اسقدر ترساں و لرزاں بھاگ کر آیا ہے

اور مسمل جادو بھی بہ سلامت واپس نہیں آیا۔ اور واضح رہے کہ شاہزادہ فیروز بخت افروز انگشتری پہنے ہوئے دیو و پری کی نظروں سے پوشیدہ ساری باتیں ایک طرف کو کھڑا سنتا رہا جو مہر شک پری نے اسکو دی تھی۔ قصہ کوتاہ وہ شہزادہ عالی جناب فلک رکاب جو خاموش کھڑا تھا۔ اُسنے عالم پوشید میں دلیرانہ آواز دی۔ کہ او بدکردار ناہنجار میں تم کو بتاکید جتائے دیتا ہوں۔ کہ تم سب دیوان نابکار اس جنگل میں جاؤ جہاں تمہاری عبادت کا آتشکدہ بنا ہوا ہے۔ اور اس جنگل میں مشرق کی سمت جو ایک صندوق مقفل معہ کنجی ہے اسکو کھولو۔ اور جو چیز اس صندوق سے برآمد ہو۔ اس کو پڑھو۔ اور اسی کے موافق عمل کرو۔ کیونکہ وہ شیطانی حکم ہے۔ مجھ کو برائے ہدایت بھیجا ہے۔ کہ دیوزادوں کو جوان دلوں بڑی تشویش میں غلطان و پیچان ہیں۔ اور میں بھی تم سب کو یہی ہدایت کرتا ہوں۔ کہ اگر تم اپنی بہبودی اور بہتری مد نظر ہے۔ تو فوراً وہاں جاؤ اور آگاہ رہو کوئی خلاف اس حکم کے نہ ہونے پائے۔ ورنہ خوب یاد رکھنا کہ تمام طلسم تمہارا لکڑی کی نار کی طرح توڑ کر درہم برہم اور تم سب کو معہ طلسم نیست و نابود کر دیا جائیگا۔ پھر سوائے خس و خار کے یہاں کوئی چیز نہ رہے گی۔ اور بجز کف افسوس ملنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

الغرض یہ سب دیوزاد لعین و مردود آپس میں ایک سے ایک دریافت کرنے لگے کہ یہ کیا بھید ہے۔

دوسرا بولا کہ بھایا یہ تو واقعی حکم خداوند شیطانی ہے۔

تیسرا بولا کہ سالق کا حال بتاتا ہے۔ دیکھو کوئی انکار نہ ہو۔

چوتھا بولا۔ ارے یارو میرا دل یہی گواہی دیتا ہے۔ لاریب یہ تو خداوند ابلیس علیہ اللعنۃ کا فرمان ہے۔

المختصر بہت کچھ ردوکد کے بعد وہ سب دیو زشت رو بدخو اس طرف روانہ ہوئے۔ یعنی جہاں کہ آواز غیبی نے پتہ و نشان بتلایا تھا۔ اس مقام پر پہنچے۔ تو درحقیقت ایک صندوق رکھا ہوا دیکھا۔ تو اس میں سے ایک پرچہ قرطاس بخط جلی لکھا ہوا پایا۔

کہ اے مطیع الحکم شیطان ایک آدم زاد خاکی نہاد ان دنوں اس طلسم میں آیا ہے۔ وہ ضرور تم سب کو نیست و نابود کر دیگا۔ اگر تم یہ کارروائی کرو۔ تو بے شک اس آفت سے محفوظ رہ سکتے ہو۔ بلکہ اس انسان ضعیف البنیان پر غالب رہ سکتے ہو۔ آئندہ تم اپنے فعل کے مختار ہو۔ جو مزاج میں آوے کرو۔

مینا بولی۔ طوطے بھلا وہ کونسی کارروائی ہے۔

طوطا۔ اے مینا بغور سن وہ کاروائی یہ تھی۔
سب دیو ایک جلسہ میں بیٹھکر مادر زاد ننگے ہوں۔ اور تمام بدن کالا کریں۔ بعد ازاں خوب شراب پی کر گلی کوچوں میں گشت کریں۔ پھر اپنی قدیمی جگہ پر واپس آئیں۔ اور دوبارہ شراب کا دور اڑائیں اور جسقدر آبادی ہے۔ اسکے زن و مرد بھی اسی طرح رقصاں اور جلوہ کناں ہوں۔
قصہ کوتاہ جس وقت شہزادہ فیروز بخت افروز کی مرضی کے موافق کارروائی عمل میں آئی۔ تو شاہزادہ عالی وقار یعنے شہزادہ فیروز بخت افروز نہایت خوش ہوا۔ اور اس مجمع میں ان دیوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہوکر باواز بلند کہا۔
شیطان علیہ اللعن تمہاری ان حرکات سے بہت خوش ہے۔ خوب شرابیں نوش کرو ہاں ذرا رقص پر اور زور دو۔
الغرض وہ سب زن مرد مادر زاد ننگے اور چہرہ کالا اور شراب کے نشے میں چور ہوکر آپس میں طمانچہ بازی اور گھونسہ بازی کرنے لگے۔ اور خوب جنگ و جدل ہوئی۔ اور بہت سے زخمی بھی ہوئے۔ اور اکثر سیدھے دار القرار کو ہولئے۔
جب شہزادہ فیروز بخت افروز نے بیہوشی کی سخت حالت ان پر طاری دیکھی۔ تو ایک بہت بڑی زنجیر لی۔ اور سب کے ہاتھ پاؤں اس سے مضبوط جکڑ کر وہاں سے روانہ ہوا جنوں کے شہر کی طرف چل نکلا۔ بعد ایک مدت کے طلسم میں داخل ہوا۔ اس طلسم کے دروازہ کا افسر نہایت بدمزاج اور غضبناک تھا۔ جو آدمی اس کے دروازے پر نوکر رہتا۔ اسکو کبھی تنخواہ کی ایک کوڑی تک نہ دیتا۔ اور جب تنخواہ مانگتا۔ تو اس سے کہدیتا کہ جب مانگوگے اس کے دوسرے دن تنخواہ دیجاویگی۔ تو وہ افسر پھر کہہ دیتا۔ کہ دوسرے دن دیجاویگی۔ غرض کہ اسی طرح ہمیشہ ٹال دیتا۔
مینا۔ اے اچھے طوطے اسکی بھی ذرا حکایت تو سنا کہ کس طرح ہے؟
طوطا۔ بولا اے مینا اسکی اصل حقیقت یہ ہے۔

حکایت

راوی بیان کرتا ہے کہ اس افسر کا نام ساختہ جعل تھا۔ اور ہمیشہ اسکا یہ دستور تھا۔ کہ جب کسی کو نوکر رکھتا تو اس سے یہ اقرار کرالیتا۔ کہ جب تنخواہ مانگوگے اسکے دوسرے دن ملیگی اتفاقاً ایک شخص غریب الوطن آوارہ روزگار ان حضرت کے پاس آیا۔ اور عرض کی کہ یہ آوارہ وطن آپکا نام سنکر آیا ہے۔ کہ دولت سے محروم

نہ جاؤنگا۔ اس سوار رکھ کر حسب دستور اقرار کیا۔ کہ تنخواہ تمہاری جب تم مانگوگے۔ اس کے دوسرے دن ملا کریگی۔ اس غریب نے خوش ہو کر قبول کر لیا۔ اور اسکی ملازمت کا کام انجام دینے لگا۔ ساختہ جعلو نے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ نوکر نے عرض کی کہ غلام کو شکستن جعلو کہتے ہیں افسر دروازہ نے ایک روز کہا۔ کہ میاں شکستن جعلو نہانے کیلئے پانی گرم کرو۔ اسنے جواب دیا کہ حضور بہت بہتر۔ بعد گرم کرنے پانی کے آقا سے جا کر کہا۔ کہ حضور پانی تیار ہے۔ غسل فرمالیجئے۔ غرض افسر دروازہ نہا دہو کر پوشاک بدل پلنگ پر آبیٹھے۔ نوکر نے آقا کو سیار کباد دیکر کہا۔ کہ حضور ڈیڑھ مہینہ ہوا تنخواہ نہیں ملی۔ جس سے قرض کھایا ہے وہ جان کھائے جاتا ہے۔ آقا نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور خاموش ہو کر بیٹھا رہا نوکر نے تھوڑی دیر کے بعد پھر تنخواہ کیلئے کہا۔ افسر دروازہ نے یعنی جعلو ساختہ نے جواب دیا کہ میاں تم سا جلدباز شاید دنیا بھر میں کوئی نہ ہوگا ایسی کیا اضطرابی ہے۔ تم سے تو اول اسی واسطے اقرار کرا لیا گیا ہے۔ جب مانگوگے اس کے دوسرے روز ملیگی۔ نوکر نے اپنے دل میں کہا۔ کہ کل تنخواہ مل جاویگی۔ صبح کو جھٹ پٹ اپنے بستر سے اُٹھ کر آقا کو جا سلام کیا۔ کہ حضور آج تنخواہ مرحمت فرمایئے۔ آقا نے پھر سکوت کیا۔ اور کچھ دیر کے بعد پھر بولے۔ کہ اے نادان تیری عقل میں اب تک یہ بات نہیں آئی۔ کہ ہم نے تجھ سے کیا اقرار کرا لیا ہے۔ ذرا دل میں خیال تو کرو۔ کہ جب مانگوگے۔ اس کے دوسرے دن ملیگی۔ یہ نوکر سادہ لوح پھر خاموش ہو رہا۔ اور دوسرے دن پھر تقاضا کیا۔ آقا نے پھر وہی جواب دیا۔ کہ غرض نوکر نے بیدل ہو کر آقا سے کہا کہ جناب اب میں نالش کر کے کوڑی کوڑی اپنی تنخواہ کی عدالت میں دھروا لونگا۔ آقا بولے اچھا ہم بھی جواب دہی کر لینگے۔ غرض عدالت میں نالش دائر ہوئی۔ تاریخ معینہ پر دونو حاضر عدالت ہوئے حاکم نے دریافت کیا کہ تم پر اس کا دعویٰ واجب ہے۔ افسر دروازہ نے اقبال کیا۔ کہ بیشک واجب ہے کل اسکی تنخواہ کا کل روپیہ دیدونگا۔ حکم ہوا کہ درخواست دعویٰ داخل دفتر ہو۔ نوکر اور آقا برضامندی مکان کو آئے نوکر نے بہ سماجت آقا سے عرض کی کہ حضور کل تنخواہ مل جائیگی۔ نوکر اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ یہ تو بڑی آفت ہے آقا نے بسہولیت جواب دیا۔ کہ ہاں حسب حساب اقرار تمہارے کوڑی کوڑی دیجائیگی۔ اب کوئی چال تم بھی چلو۔ جب افسر دروازہ نے کہا۔ کہ میاں شکستن جعلو ذرا حقہ تو بھر لاؤ اُسنے جواب دیا۔ کہ حضور جب مانگوگے۔ اسکے دوسرے دن جب اس نے دندان شکن جواب دیا۔ تو آقا کے کان کھڑے ہوگئے۔ اور کہا کہ میاں یہ اقرار تو میں نے تنخواہ دینے کا کیا ہے۔ نہ کام کرنیکا نوکر نے جواب دیا۔ کہ آپکا اقرار تنخواہ کو اور میرا کام کو۔ آقا بہت خفا ہوئے اور کہا کہ بس میاں

اپنی تنخواہ لو۔ ان باتوں سے میرا تمہارا کہاں نباہ کیونکہ میرا نام ساختن جلو اور تمہارا نام شکستن جلو۔ ان باتوں سے برطرفی بہتر۔ غرض کوڑی کوڑی تنخواہ کی دی اور میاں شکستن جلو کو رخصت کیا۔
راوی۔ کہتا ہے کہ اس کمبخت افسر نے سوائے نوکر کے کسی نوکر کو ایک حبہ نہ دیا۔ اور اس اقرار کرلینے پر صدہا نوکر مایوس ہوکر بیٹھ رہے۔
مینا بولی اے طوطے جب فیروز بخت افروز دروازہ پر پہنچا تو پھر کیا ہوا؟
طوطا اس طرح بیان کرنے لگا کہ اس افسر دروازہ نے شاہ فیروز سے یہ کہا کہ اے شخص تو وارد کہاں سے تیرا آنا ہوا اور کہاں کا ارادہ رکھتا ہے شاہزادہ فیروز بخت نے کہا کہ ملک ہند سے آتا ہوں اور شہر جنون کے جانے کا قصد ہے۔ یہ سنکر اُسکو ہرچند وہاں جانے سے ناصحانہ روکا اور کہا کہ وہاں ہرگز نہ جانا کیونکہ جو شخص گیا ہے پھر زندہ واپس نہیں آیا اور میں بھی انہیں آدمیوں سے ہوں یعنی ایک بادشاہ نے مجھکو یہاں افسر مقرر کرکے تعینات کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جو آدمی اس طرف کو آوے اور طلسم شہر جنون کے جانے کا قصد کرے تو ہرگز نہ جانے دینا۔
شاہزادہ فیروز بخت افروز نے کہا کہ جو کچھ منظور الٰہی اور مشیت ایزدی ہے وہی ظہور میں آئیگا جیسا کہ ایک بادشاہ نے پریشان ہوکر تخت فرمانروائی پر پھر متمکن ہوا۔
مینا بولی میاں مٹھو اس بادشاہ کی داستان دلستان کیونکر ہے۔
طوطا۔ پر پرزے جھاڑ دم کو ہلاکر اس طرح کہنے لگا۔

حکایت

بادشاہ زابلستان کے حضور میں دو شخص نالشی ہوئے۔ ایک کا یہ دعویٰ کہ شہنشاہ کون و مکان اور ارض وسما نے جو کچھ تقدیر میں لکھدیا ہے۔ وہی ہوگا۔ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتا دوسرے کا یہ دعویٰ کہ خدا جو چاہے سو کرے۔ اور جو چاہا سو کیا۔ اور جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ بادشاہ یہ دعویٰ دور از عقل سنکر حیران ہوا۔ اور کچھ نہ بولا۔ اسی عرصہ میں بادشاہ سکندر جاہ کو حاجت کی ضرورت ہوئی۔ اور فرمایا کہ بعد الفراغ حاجت فیصلہ کیا جائیگا۔ بادشاہ والا جاہ برائے رفع حاجت پائخانہ میں گئے جب طہارت سے فارغ ہوئے اور کمر باندھنے لگے تو ایک جانور نہایت خوبصورت سرخ وسفید رنگ کا دکھائی دیا۔ بادشاہ نے باضطراب ایک ہاتھ میں کمربند پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اسکو پکڑنا چاہا۔ کہ معاً وہ جانور معہ بادشاہ پرواز کرگیا۔ اور کسی

ملک میں جو اسکی سلطنت سے ہزارہا منزلوں پر تھا ۔ لب تالاب ایک آن میں آ پہنچا ۔ اور وہ جانور غائب ہو گیا ۔ بادشاہ شدت گرسنگی سے بیتاب اور اس پر طرہ یہ حادثہ پڑا اضطراب حیران اور سرگردان ادہر اُدہر پھرتے تھے ۔ کہ ناگاہ ایک لکڑہارا آتا ہوا نظر پڑا ۔ اسکی طرف قدم بڑہایا اور دریافت کیا ۔ اور دریافت کیا ۔ کہ اس شہر کا حاکم کون ہے اور کیا مذہب رکھتا ہے ۔ لکڑہارے نے جواب دیا ۔ کہ یہاں کا حاکم مرد مسلمان زندہ دل نہایت عادل رحیم و سلیم ہنرور صاحب کرم ہے چونکہ بادشاہ بھوک سے بیتاب تھا ضبط نہ کر سکا اور اس سے سوال کیا ۔ کہ تیرے پاس کچھ کھانا ہو مجھے کھلا ۔ اسنے جواب دیا کہ میرے پاس نہیں ہے ۔ البتہ ایک شرط پر کھانا دیسکتا ہوں کہ میرا بوجھ سر پر لے ۔ اور آبادی میں پہنچا دے ۔ تو شام کو اپنے خورد بچے ہوئے کھانے سے ایک روٹی روکھی سوکھی دیدوں گا ۔ آئندہ تجھے اختیار ہے ۔

بادشاہ بطیع خاطر وہ بوجھ سر پر لیکر لکڑہارا کے پیچھے پیچھے روانہ طرف شہر کی ہوا ۔

الغرض شام کو لکڑہارے نے حسب وعدہ ایک روٹی روکھی بادشاہ کو دی ۔ بادشاہ نے روکھی روٹی کو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر نوش کیا ۔ اور اسی کام پر اسکے پاس رہنے لگا ۔ چند روز کے بعد ایک مختار کی بستہ برداری میں چار روپیہ ماہوار کے نوکر ہو گئے ۔ قضا کار ایک روز مختار بوجہ کسی عارضہ کے کچہری جانے سے لاچار ہوا ۔ اور بادشاہ بستہ لیکر کچہری گئے ۔ ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان کو مختار جان کر کہا ۔ کہ میری عرضی لکھدو ۔ بادشاہ نے پانچ روپیہ اجرت لیکر اسکی عرضی لکھدی ۔ جب وہ عرضی بارگاہ شاہی میں پڑھی گئی ۔ تو اس عرضی کا مضمون سنکر عرضی نویس کو طلب کیا کہ اسی وقت حاضر دربار ہو ۔ کیونکہ یہ عرضی نویس بڑا فاضل اور کامل ہے ۔ قصہ کوتاہ ملازمان سلطانی بادشاہ کو جو اسوقت عرضی نویس تھے ۔ حاضر دربار کیا ۔

بادشاہ نے بلا گفت و شنید بعنایت خسروانہ خلعت وزارت بخشا ۔ اور ہمہ وقت مراحم اور عنایات بے پایانہ فرماتے رہے ۔ اور ایسا اعزاز و اکرام کیا ۔ کہ مشیر ہر نیک و بد تدبیر بنالیا ۔ ایک روز کا ذکر ہے ۔ کہ بادشاہ عالم پناہ خواب راحت میں تھے ۔ ان نئے وزیر صاحب یعنی عرضی نویس بادشاہ کو بادشاہ جم جاہ کی گردن پر ایک سانپ لپیٹا معلوم ہوا ۔ اس وزیر نے چاہا کہ تلوار نکال کر اس موذی کو ماروں ۔ مگر دل میں خیال کیا کہ مبادا بادشاہ والاجاہ کی ضرب آئے ۔ یہ تلوار لیکر منتظر اس موذی کے ہٹنے کے بیٹھے رہے کہ جب یہ موذی جدا ہو تو ماروں جب سانپ نے اپنا سر گردن سے ہٹایا ۔ تو اس وزیر نے تلوار مارنی چاہی قضا کار بادشاہ کی آنکھ کھل گئی ۔ دیکھا کہ وزیر تلوار مارنے کو ہے اور سانپ غائب ہو گیا ۔ بادشاہ نے

دریافت فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اور کیا حرکت ہے۔ وزیر نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر بادشاہ سانپ کا نام سنے گا تو عجب نہیں کہ ڈر کر مر جائے صرف یہ عرض کیا کہ حضور کچھ نہیں۔ اب بادشاہ نے خیال کیا یہ مجھے مار کر سلطنت پر خود قابض ہونا چاہتا تھا۔ مگر خدا نے خیر کی۔ بادشاہ نے بغیر دریافت کیے دار پر کھینچنے کا حکم صادر کیا۔ بموجب حکم بادشاہ کے وزیر کو پھانسی دینے کو لیگئے۔ جب قریب پھانسی گھر کے پہنچے۔ تو وزیر یعنی بادشاہ نے کہا۔ کہ میں ذرا پیشاب کر لوں۔ جس وقت وہ پیشاب کر چکا۔ تو کمر باندھنے لگا۔ تو اس وقت وہی جانور جو اڑا کر لایا تھا۔ نظر آیا۔ انہوں نے اپنے دل میں خیال کیا۔ یہ جانور آدمی کو اڑا کر لے جاتا ہے۔ اسکو پکڑنا چاہیئے۔ انہوں نے بطور سابق ایک ہاتھ سے کمربند پکڑا۔ اور دوسرے ہاتھ کو اس جانور کے پکڑنے کیلئے بڑھایا۔ وہ جانور اسی طرح ان کو لیکر اڑا اور اسی پاخانہ میں یعنی جہاں سے لیگیا تھا۔ لا کھڑا کیا۔ دیکھا تو وہ لوٹا اور ہر ایک چیز اسی طرح رکھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں گئے ہی نہ تھے۔ غرض بادشاہ حیرت زدہ دربار میں رونق افروز ہوا۔ تو وہ دونو دعویدار کھڑے دیکھے ارکان پایہ تخت عرض پرداز ہوئے۔ کہ حضور آج حسب معمول سابق بہت جلد جائے ضرور سے تشریف لائیے۔ یہ سنکر بادشاہ اور بھی متعجب ہوئے۔ اور اپنے دربار عام میں باآواز بلند اپنا اپنا ماجرا حیرت افگن بیان فرمایا۔ اور کہا کہ مجھ کو عرصہ بارہ برس کا ہوا۔ کیونکہ تین سال تو لکڑی والے کے پاس رہا۔ اور تین سال مختار کا ملازم رہا۔ اور چھ سال عہد وزارت پر ممتاز رہا اور تم بیان کرتے ہو۔ کہ جائے ضرور سے بہت جلد واپس آئے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ یہ سب کارخانہ قدرت رب مجید ہے۔ اسمیں دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔ سچ ہے کہ جو اس نے چاہا کیا۔ اور جو چاہیگا کریگا۔ اور جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ اسکی قدرت کے آگے تقدیر تدبیر سب بے کار ہیں۔ چنانچہ ان دعویداروں کو بھی یہی فیصلہ سنایا گیا ع

حقا کہ پلک نواز ہے ذات تیری

مینا بولی۔ اے طوطے اسی طرح ایک اور شخص کی بھی واردات ہے جو محض قدرت رب مجید ہے۔

طوطا۔ بولا۔ بی مینا ذرا اسے بیان تو کرو۔ کہ وہ قصہ کس طرح پر ہے۔ میں بھی سنوں۔

مینا نے اسکی داستان اس طرح بیان کی۔

داستان حیرت بیان مختصف نکاح ہونا شہزادی جہان جان کا دلدار بیگم کے ساتھ اور پیدا ہونا شاہ دھوکہ کا دلدار بیگم کے بطن سے اور مبتلا ہونا دلدار بیگم کا اپنے ارادہ پر شاہ دھوکہ کی وجہ سے

۵ نالہ طوطا تو اے شاہ سُنا ہنس ہنس کر۔۔۔ اب جگر تمام تو حضرت کہ میری باری ہے
راویان جادو بیان یہ داستان حیرت نشان یوں رقم کرتے ہیں۔ کہ ایک بادشاہ داراپناہ ایک لڑکی نہایت حسین ماہ جبین مہر تمکین رکھتا تھا۔ جسکی شہرت چہار سو عالم میں مثل آفتاب کے تھے۔ اتفاقاً شہزادی دلدار بیگم اسی شہر میں ایک کنوئیں پر بیٹھکر پہاڑ مان کا تماشہ دیکھنے لگی۔ عجب کیفیت اور عالم بہار تھا۔ اور یہ ٹھمری اڑ رہی تھی۔

بن گٹ پر موسے گا گریا   نردئی شام نے توردئی۔ بن۔

انترہ

جب نیر بھرن گھر سے نکسی اک کاگ بول گیونا گریا۔ دہنی دیجار بلاؤ گیوبائیں کر چھنک چھاگرا نروتی
سنگ کی سکھی سب نکس گئیں جو سب گن کو بوریا۔ موہے جان اکیلی چھینک لیوسر باندی تیڑی با گریا
نردوئی شام توردئی موری گاگریا

اتفاقاً شہزادہ جان جہان بھی اس سمت سے گذرا۔ تو اس شہزادی کو دیکھ کر عاشق ہوا۔ اور دلدار بیگم سے پانی مانگا۔ اس نے خشکی سے جواب دیا۔ کہ پانی آنکھوں میں۔ یہ سنکر شہزادہ تیز ہوا۔ اور کہا کہ انشاء اللہ ہم بھی تیری آنکھوں سے ہی اپنی پیاس بجھائیں گے۔ اور تجھ کو اپنے نکاح میں لاکر چھوڑینگے۔ یہ کہکر چلدیا اور گھر آ کر رنجیدہ اور ملول رہنے لگا۔ چندروز میں سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ بادشاہ جم جاہ نے جو اپنے لخت جگر کا یہ حال دیکھا تو دریافت کیا کہ جان پدر کیا حال ہے۔ کچھ بیان تو کر۔ شہزادے نے عرض کی کہ عالیجناب بادشاہ جمرود کی بیٹی (دلدار بیگم) سے فلاں کنوئیں پر ملاقات ہوئی۔ وہ وہاں بیٹھی تھی۔ غلام نے اس سے پانی مانگا۔ اس نے برہم ہو کر جواب دیا کہ پانی آنکھوں میں۔ میں نے بھی سختی سے جواب دیا۔ کہ انشاء اللہ تیری آنکھوں ہی کے پانی سے پیاس بجھائینگے۔ اور تجھے اپنے نکاح میں لائینگے۔ اسلئے عرض ہے۔ کہ اگر اس سے میری شادی ہوگی۔ تو بہتر ورنہ یک وزاسی کے

رنج وفراق میں مرجاؤں گا۔ بادشاہ نے ہر طرح تسلّی دی۔ اور کہا کہ بیٹا یہ کونسی بات ہے تم شہزادے ہو۔ اور وہ بھی شہزادی ہے۔ شاہوں کی شادی شاہوں میں ہی ہوتی ہے تم کیوں ہراس کرتے ہو۔ کونسی بڑی بات ہے۔ جاؤ ہنسی خوشی رہو۔ دل بہلاؤ۔ ہم ابھی اس کے باپ کو رقعہ لکھتے ہیں:۔

رقعہ

شہنشاہ فلک بارگاہ گردوں پناہ نوشیرواں معدلت فریدوں حشم رستم صولت سہراب تواں تسلیم۔ میرے نورِ بصر ولیعہد سلطنت نہایت خوب نوجوان حسین صاحب جاہ و تمکین حسن وجمال میں بے نظیر ماہ منیر ہے۔ آپ اسکو اپنی فرزندی میں قبول فرماکر بندہ کو ممنون احسان بنائیں۔ اور اس تاج وتخت کو مشکور فرمائیں۔ دوم یہ کہ شاہوں کی شادیاں اور رسمیں شاہوں کے ہمیشہ گھرانے میں ہی ہوتی ہیں۔ اسلئے امید ہے کہ آپ بھی اس تقریب کو قبول فرمائیں گے۔ اور اس سلطنت کے دوستانہ برتاؤ کو نہ بھلائیں گے۔ جو ہمیشہ سے آپ کے اور ہمارے درمیان بزرگوں کے وقت سے چلی آتی ہے۔ الغرض بہت کچھ لکھا جس میں اپنا جاہ وجلال بھی دکھایا اور انکسار بھی دکھلایا۔ اور یہ بھی اشارہ تھا کہ اگر انکار کیا تو لڑائی کی نوبت آئیگی۔ ہزارہا بندگان خدا کی جان جائیگی۔ اخیر یہ خط ختم کرکے ایلچی کے ہاتھ روانہ کیا جب یہ خط دلار بیگم کے والد کو پہنچا۔ اور اسکو کھول کر پڑھا۔ تو بہت برہم ہوا۔ مگر پھر انجام سوچا ؎

اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو ؛ پھر آخر خدا جانے کیا رنگ ہو
اور آخر یہی ہے زمانہ کی چال ؛ کہ پیوند ہوتے ہیں باہر نہال
نہ تازی یہ کچھ رسم پیوند ہے ؛ ہمیشہ سے عالم برومند ہے

بعد ازاں جواب اس طرح تحریر کیا:۔

جواب رقعہ

شاہ گیتی پناہ عالمگیر وعدل نوشیرواں زماں زاد اللہ ملکہ۔ بعد سلام بجواب فرمان والا شان چند سطور بنظر غور سے ملاحظہ ہوں:۔

کہ نامہ تیرا جو کہ سربستہ تھا ؛ وہ رازِ نہاں اپنے ہاتھوں کھلا
شریعت کی عالم میں مجبور ہوں ؛ نہیں اپنے نزدیک میں دور ہوں
اگر ہم کبھی اپنے دعوے پہ ہیں ؛ تو تمہاری ملک کو نہ خاطر میں لائیں

سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں ؛ یہ دولت کسی پاس رہتی نہیں
ولے کیا کریں رسم دنیا ہے یہ ؛ وگرنہ گھمنڈ آپ کا کیا ہے یہ
زبس ہم کو ہے پاس شرع رسول ؛ سواسواسطے کرتے ہیں ہم قبول
اک اچھی سی تاریخ ٹھہرایئے ؛ دیا حکم ہم نے تمہیں آیئے

یہ رقعہ جب ایلچی لیکر واپس آیا۔ تو خوشی منائی گئی۔ اور تاریخ شادی ٹھہرائی گئی۔ تاریخ مقررہ پر شہزادہ جانِ جہان کو سجا دولہا بنا کر بڑی جاہ و تجمل و شان و شوکت کے ساتھ دلدار بیگم کے باپ کے ملک میں پہنچے۔ استقبال شاہی طور پر ہوا۔ عالی محلات میں برات ٹھہرائی گئی۔ جب قاضی نکاح خوانی کو آیا۔ اور نکاح پڑھنے لگا۔ تو ابھی قاضی نے نصف نکاح پڑھا نہ ہوگا۔ کہ یکایک شہزادہ جانِ جہان نے شور و غل مچانا شروع کیا۔ اور زمین پر لوٹنے لگا۔ درد شکم کی بے انتہا شکایت کی۔ اور حد سے زیادہ تکلیف بیان کی۔ الغرض شاہزادہ کو اسی وقت ہاتھوں ہاتھ فرودگاہ پر واپس لائے۔ اے طوطے جب دلدار بیگم نے یہ حال سُنا تو بہت افسوس کیا۔ کہ تمہا اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور قول کا سچا رہا۔ تب دلدار بیگم نے ایک کٹنی عورت کو بلایا اور اسکے ہاتھ شہزادہ کو کہلا بھیجا۔ کہ اگر میں زندہ رہوں۔ تو انشاءاللہ تمہاری اولاد سے تمہارے سر پر جوتے لگواؤں۔ تو سہی۔ قصہ مختصر اب شہزادی نے علم موسیقی یعنی گانے بجانے میں مہارت حاصل کی۔ اور خوب اس علم کو سیکھا۔ یہاں تک کہ اس علم میں کامل اور یکتائے روزگار ہو گئی۔ جب اسکی شہرت شہزادہ جانِ جہان تک پہنچی۔ اسکو بھی اشتیاق ہوا۔ اور اپنے مکان پر بلوایا۔ واضح ہو کہ آپ شہزادی نے طوائفوں کا روپ اختیار کیا اور یہاں سے روپ میں آئی اور خوب اپنی شہرت پھیلائی۔ آخر شہزادے تک رسائی ہوئی۔ شاہزادہ جانِ جہان نے اسکا گانا سُنا اور عاشق زار ہو گیا۔ اور خوش ہو کر فرمایا کہ جو چیز درکار ہو مانگ۔ اس طوائف نے انگشتری مانگی۔ شہزادے نے کہا کہ جانِ جہان دل آرام دل مشتاق کیا۔ اس نے چیز مانگی ہے۔ خیر تو تم سے جان بھی عزیز نہیں ہے۔ یہ کہکر انگوٹھی حوالہ کی۔ پھر خلیہ میں رونق افروزی بخشی اور شربت وصل سے تشنگی بجھائی۔ قدرت الٰہی اسی روز حمل نے شکم دلدار میں قرار پکڑا۔ اور شہزادہ کے پاس رہنے لگی چندروز کے بعد اپنے ملک کی راہ لی۔ بعد ۹ ماہ کے ایک لڑکا پیدا ہوا اسکا نام شاہ دہو کر رکھا۔ اے مینا جب بارہ برس کا ہوا۔ تو لڑکی چھیڑا کرتے اور اسکے یاروں کو بھی چھیڑ چھاڑ اور دل لگی کرنے کی جگہ مل گئی۔ خوب اسکو تنگ کرتے اکثر اوقات یار دوست اس کو حرامی بھی کہہ دیتے تھے۔ ایک روز اس کو بُرا معلوم ہوا۔ اور اپنی والدہ سے دریافت

حال کہا۔ اسکی والدہ نے کل حال اسکو بتا دیا۔ اور کہا کہ تو میرے قول کو پورا کر۔ واضح ہو کہ جب لڑکا شکم مادر میں تھا اسی وقت یہ شاہزادہ کے پاس سے چلی آئی تھی۔ خیر اب یہ لڑکا شاہ دہوکہ اپنی والدہ سے انگوٹھی لیکر اپنے والد کے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس سلطنت میں پہنچا تو فوراً خدمت گاروں میں نوکر ہو گیا۔ جب شاہ دہوکہ کی ایمانداری اور نیک چلنی خوب ثابت ہو چکی۔ تو شہزادہ جان جہان کے دو لعل جو ہفت اقلیم کی قیمت سے زیادہ تھے چرا لئے اور نہ لگنے دیا۔ چنانچہ لاکھ روپیہ کا انعام مقرر ہوا۔ اور اشتہار ہو گیا۔ چند آدمیوں نے برآمدگی کا ذمہ لیا۔ اور اپنے مکان پر گئے۔ ادہر شاہ دہوکہ نجومیوں کا بھیس کرکے ان کی طرف چلا۔ انہوں نے نجومیوں کی آواز سن کر اسکو بلایا اور کہا کہ ہم نے بادشاہ کے لعل تلاش کرنے کا ذمہ لیا۔ وہ ہماری تلاش سے ملینگے یا نہیں۔ اس نے کہا۔ کہ ایک طرح سے تو مل سکتے ہیں۔ کہ تم سب آدمی جمع ہو کر شہر کے باہر والے تالاب پر جاؤ۔ اور سب ننگے مادر زاد ہو کر نہاؤ۔ اور خوب غوطے لگاؤ۔ جو سب سے پیچھے نکلیگا وہ چور کا پتہ لگائیگا۔ اور اسی کو لعل ملینگے۔ سب عقل کے اندہے اسی طرح عمل میں لائے۔ شاہ دہوکہ عین اس موقعہ پر پہنچا۔ جب وہ غوطہ میں تھے۔ یہ موقع پاکر سب کے کپڑے اُٹھا لایا۔ کپڑے اپنے گھر رکھ کر پھر اسی بھیس میں نجومی بنا ہوا محلہ میں پہنچا۔ اب ان کی عورتوں نے دریافت کیا۔ کہ مہاراج ہمارے گھر والے چوری کی تلاش میں گئے۔ وہ چوری ان کو ملے گی یا نہیں؟

نجومی صاحب نے پوتھی دیکھ کر کہا۔ کہ بیشک ملیگی۔ مگر آج تم پر بھی ایک بھاری گرہ ہے۔ اور عجب نہیں کہ دو چار آدمی بھی مر جائیں۔

عورتیں یہ سنکر بہت گھبرائیں۔ اور منت کرکے کہا۔ کہ مہاراج کہ اسکا کوئی علاج بتاؤ۔ مہاراج نے کہا۔ البتہ ایک علاج ہے۔ جس سے تم محفوظ رہ سکتی ہو۔ کہ اپنے اپنے مکان کے دروازہ بند کرکے کوٹھوں پر چلی جاؤ۔ اور اینٹوں کا انبار لگا لو۔ جب وہ بلائیں ننگی مادر زاد ہو کر آئیں اور آواز دیں اور تمہارے آدمیوں کا نام بھی بتائیں۔ تو تم یقین نہ لانا بلکہ خوب اینٹیں لگانا۔ اگر ان کی آواز کا یقین کروگی۔ تو اولاد سے ہاتھ دھو بیٹھوگی۔ اس کے کہنے کا سب عورتوں کو یقین ہو گیا۔ اور بموجب فہمائش اسکی کے عمل کیا۔ اور نجومی یعنی شاہ دہوکہ اپنے گھر چلا آیا۔

الغرض تھوڑے عرصہ بعد ان عورتوں کے خاوند گھر آئے اور دروازہ پر آوازیں دیں۔ ان کی عورتوں نے ان کو بلائیں سمجھ کر خوب اینٹیں اور پتھر برسائے اور کواڑ بھی نہ کھولے۔

صبح کو ایک دوسرے نے پہچان لیا۔ اور مل کر خوب نجومی کو کوسا۔ اور گالیاں دیں۔ بادشاہ تک یہ خبر پہنچی۔ بادشاہ نے ان کا حال سنکر بہت افسوس کیا۔ اب شہزادہ جان جہان نے خود ہی ہمت کی اور شہر میں تلاش چور کی خود کرنے لگے۔ اور شہر کی گشت میں مشغول ہوئے بعد نصف شب شاہ دہوکہ کی طرف سے دریافت کرکے بھی گذرا دیکھا کہ ایک ضعیف عورت بقال کی دکان پر بیٹھی اناج پیس رہی ہے۔ اس سے دریافت کیا کہ اے بڑھیا کوئی آدمی تو ادہر کو نہیں گیا اس نے کہا۔ کہ ایک آدمی ابھی گیا ہے۔ شہزادہ نے گھوڑا دوڑایا۔ جب بہت دور تک کسی کو نہ پایا۔ تو پھر واپس آیا اور پھر پوچھا۔ اسنے پھر وہی بتایا۔ ابھی ادہر کو گیا ہے۔ الغرض کئی چکر شاہزادہ نے کئے۔ اور پریشان ہو کر کہا۔ کہ حرام زادی تو ہم کو دہوکہ دیتی ہے۔

بوڑھیا بولی۔ کہ حضور آپ ہماری جگہ بیٹھ جائیں۔ پھر تماشہ ملاحظہ فرمائیں۔ القصہ شہزادہ نے اسکے کپڑے پہنے۔ اور اپنے کپڑے اسکو دیئے وہ اسکی جگہ بیٹھ گیا۔ اور یہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور چلا گیا تھوڑی دیر بعد آ کر کہا۔ کہ تو لعل لے آئی۔ جس وقت ٹٹی کے اندر سے شاہزادہ نے ہاتھ نکالا۔ فوراً تلوار سے قلم دیا۔ اور اسی وقت وہ ہاتھ لیکر شاہزادہ کے باپ کے پاس گیا۔ اور عرض کی کہ جہاں پناہ شاہزادہ عالم نے یہ لعل اور ہاتھ دیا ہے۔ اور کہا۔ کہ اس وقت میں سو رہا ہوں۔ صبح کو اس شخص دست بریدہ کو گرفتار آپ کرالیں۔ جب رات کو میں نے اسے گرفتار کیا۔ تو ہاتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسی وقت سے فراری کی تلاش شروع ہوئی۔ اور شہزادہ دہوکہ بھی برائے تلاش گیا۔ اور جھٹ پٹ اسے گرفتار کرایا۔ اور جوتیاں مارتا ہوا بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔ اور خود اسکو چھوڑ کر چپت ہوا۔ شہزادہ کو حراست کا حکم دیا۔

شہزادہ نے عرض کی۔ کہ جہاں پناہ شہزادہ تو میں ہی ہوں۔ جب بادشاہ نے بغور دیکھا تو سر دھنے لگا۔ اور اس کے پنجہ کو ادویات سے درست کرایا۔ جو چند روز میں بالکل اچھا ہو گیا اور بطور سابق کے کام دینے لگا۔ پھر اصلی شاہ دہوکہ یعنی جان جہان کے لڑکے کو گرفتار کرا کر پھانسی کا حکم دیا۔ شاہ دہوکہ نے وہ انگشتری جو اس کی ماں نے دی تھی پیش کی۔ اور ماجرا گذشتہ عرض کیا۔ معاً شاہزادہ نے اسکو چھاتی سے لگایا۔ اور خون پدری نے جوش کھایا۔ دونو ملکر خوب روئے۔ بعد ازاں ایک جگہ رہنے لگے۔ بعدہٗ اسکی والدہ کو بھی بلوایا۔ اور زندگی بعیش بسر کرنے لگے۔ اے مینا ایک واقع اسی طرح کا اور بھی ظہور میں آیا۔

مینا۔ بولی۔ اے طوطے اسے بھی بیان کر۔

طوطا بولا - اے مینا گوش ہوش سن -

داستان جانبر بیسوا کی کہ اس نے دو آدمیوں کو یار بنایا اور ایک کی خبر ایک کو نہ ہوئی پھر ایک اقرار پر ایک کی یار ہوئی -

کہتے ہیں کسی ملک میں جانبر عورت بیسوا تھی - اس نے دو آدمیوں کو جن کا نام دزد خاں اور چالباز خاں تھا - اس عورت نے اپنی چترپن سے ایک کی خبر دوسرے کو نہ ہونے دی - ایک روز کا ذکر ہے کہ چالباز خاں آئے - اور بیسوا نے کہا - کہ میں نے تمہاری ملاقات میں سوائے کھانے پینے کے دس روپیہ بھی جمع نہ کئے - چالباز خاں خاموش ہوئے - اور بڑی دیر بعد جواب دیا - کہ کچھ ناشتہ سفر کے واسطے دے - تاکہ میں سفر کر کے تجھے دولت دنیا سے مالا مال کردوں - بلکہ نہال کردوں عورت نے ناشتہ لذیذ پکایا اور چال باز خاں ناشتہ لیکر رخصت ہوئے

مینا بولی - اے طوطے اس عورت نے اسکو روٹیاں کیسے دیں ؟

طوطا - چال باز کو شیریں -

اس کے بعد دزد خاں آئے ان کو بھی اسی طرح نمکین روٹیاں دیکر روانہ کیا -

الغرض اتفاقاً دونوں شخص راستہ میں ملاقی ہوئے - اور ایک ہی جگہ کھانا بھی کھانے بیٹھے -

جب روٹیاں دیکھیں تو آپس میں کہنے لگے - کہ یہ روٹیاں تو میرے آشنا کے ہاتھ کی سی ہیں -

دزد خاں بولا - تمہارے آشنا کا کیا نام ہے - اس نے کہا - جانبر - چالباز خاں بولا - میرے آشنا کا بھی یہی نام ہے -

الغرض دونو مباحثہ کرنے لگے - آخیر یہ بات قرار پائی کہ دیکھیں اب کس کی آشنا رہتی ہے - اور دیکھیں کہ پہلے کون اس کو مال دیتا ہے -

الغرض آپس میں ایک نوکر بنا اور دوسرا رئیس اور ایک پٹاری دزد خاں نے چالباز خاں کو دی - اور ایک شہر میں پہنچے - اور جوہریوں سے کہا - کہ ہمارے پاس دو موتی دو لاکھ روپیہ کی قیمت کے ہیں - اگر تم خریدو تو ہم دکھائیں - جوہریوں نے کہا - کہ منتم جوہری خرید لیگا یہ اسکی دکان پر گئے - اور کہا کہ دو موتی لینا چاہتے ہیں دو لاکھ روپیہ سے کم قیمت کے

نہ ہوں۔ اس نے دو لاکھ کے موتی دیئے۔ وہ موتی انہوں نے پٹاری میں رکھ لئے
اور کہا۔ کہ اپنے آدمی کو روپیہ لینے کیلئے بھیجدو۔ اس نے گماشتہ ساتھ کر دیا
غرض گلی کوچہ میں گماشتہ کو خوب دِق کیا۔ گماشتہ نے کہا۔ کہ درِ دولت کہاں
ہے۔ اور روپیہ کہاں سے ملیگا۔

چالباز خان نے کہا۔ کہ کیسا روپیہ؟ ہم موتی بیچنے گئے تھے نہ کہ لینے۔ اس پر بحث
ہونے لگی۔ دو چار آدمی جمع ہو گئے۔ چالباز خان نے کہا۔ کہ جناب ہمارے موتی فروخت
کرنے کا تو فلاں جوہری بھی شاہد ہے۔ جس کی دوکان پر ہم پہلے بیچنے کو گئے تھے۔
آپ دریافت کرلو۔ بعد دریافت گماشتہ جھوٹا ہوا۔ اور چالباز خان موتی لیکر جانبر کے مکان
پر آموجود ہوئے اور دزد خان ایک بیگم کا صندوقچہ زیور اڑا لائے۔ اور جانبر کی نذر کیا۔

چور کی تلاش ہوئی۔ موتی کا حال بھی بادشاہ کو معلوم ہوا۔ دونوں گرفتار ہوئے۔ پھر
جانبر کی تلاشی ہوئی۔ سب مال بدستور برآمد ہوا۔

جانبر بھی پکڑی گئی۔ دونوں یاروں کی دوستی رکھنے کا حال بھی بادشاہ کو معلوم
ہوا۔ الغرض تینوں اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

مینا۔ اے طوطے شہزادہ فیروز بخت افروز کا حال سُنا۔

طوطا۔ مینا صبر کر۔ تیسری جلد میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرونگا۔

جلد دوم تمام شد

طوطا و مینا یعنی سر کٹے کا قصہ

جلد سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واضح رائے ناظرین باتمکین ہو۔ کہ طوطا و مینا کے جھگڑے کی دو جلدیں پیشکش ہو کر پسند ہر خاص و عام ہوئیں۔ اب ناظرین دانش آگین کے اشتیاق نے تیسرے حصے کے لکھنے پر مجبور کیا لہٰذا تیسرا حصہ موسوم بہ سر کٹے کا قصہ واسطے تفریح طبع ناظرین طبع رنگین کے چھپوا کر نذر کیا گیا مطلع ہونا چاہیئے۔ کہ جلد دوم میں یہاں تک بیان ہوا ہے۔ کہ شاہزادہ فیروز بخت افروز نے جسوقت معمل جادو کو واصل جہنم کیا۔ اور محبوس طلسم کو آفات طلسم سے نجات دلوائی۔ اور آگے صرف تمثیلاً حکایتیں بیان ہوئیں۔ مگر یہ نہ معلوم ہوا۔ کہ پھر شہزادہ نے کیا کیا اور کہاں گیا۔

آمدم بر سر مطلب۔ بسوال مینا کے طوطا اس طرح بیان کرنے لگا۔ کہ جس وقت شہزادہ نے پری کو نجات دلوائی۔ اسی وقت شہر جنوبکی طرف چلدیا۔ بعد مدت دراز کے ایک شہر میں وارد ہوا۔ اور بازار کی سیر کرنے لگا۔ اتفاقاً اثنائے سیر میں ایک بڑے بازار میں پہنچا۔ وہاں پر ایک خلقت کا ہجوم ہو رہا تھا یہ بمشکل تمام اندر گیا۔ دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک سر طشت میں رکھا ہوا ہے۔ اور وہ کانپتا ہے کیونکہ یہی مقبول بارگاہ لم یزلی تھا بیساختہ یہ کلمہ زبان پر لایا۔ کہ الٰہی کچھ حسرت باقی ہے۔ اور کلمہ کے سنتے ہی سر کی لغزش بند ہوئی اور او مینا ملازمان شاہی دست گرفتہ شہزادہ کو بادشاہ کے حضور لیگئے۔ مینا بولی۔ او طوطے پہلے ہم کو اصل کیفیت اس سر کٹے اور لرزش کھانیکی سنا طوطے نے اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

آغاز داستان

مؤرخان شیریں سخن اور محرران روزگار کہن اس قصہ روح افزا اور اس داستان پر فضا کو قرطاس بیان پر اس طرح جلوہ آرا فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ سابق میں ملک عجم کا بادشاہ فرخندہ جام دادگستر نام تھا۔ جسکے خزانہ مالامال اور فوج بیشمار کا حال مطابق ان اشعار کے ہے:۔ ۵

کوئی دیکھتا آکے گر اسکی فوج ؛ تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج

رعیت تھی آسودہ و بے خطر ٭ نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر

بایں ہمہ جاہ و جلال دادگستر کو ایسا مرض لاحق ہوا۔ جسکے باعث وہ قریب المرگ ہو گیا۔ ہزار ہا علاج و معالجہ ہوتے ہوئے طبیب و مریض دونو عاجز آ گئے۔ مگر افاقہ کی صورت نظر نہ آئی اور بادشاہ جاں بحق ہونیکے قریب پہنچا۔ اور بیماری دن بدن زیادہ ہونے لگی ایک روز کا ذکر ہے کہ بوقت شب بادشاہ اپنی زندگی سے ناامید ہو کر جناب باری میں توبہ استغفار کرنے لگا۔ اور زار زار دھاڑیں مار کر رونے لگا علی الصباح کل امراء اور وزراء کو طلب فرما کر کہ کل ملازمان بارگاہ جو اس دار الحکومت میں ملازم ہیں میری غلطی اور بے ادبی کو جسکی مرضی کے خلاف ہوئے ہو۔ عند اللہ معاف کریں۔ تاکہ میں حشر کے دن نجات پاؤں۔ نیک نہاد وزیر یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہوا۔ اور حکیم جو ثانی بقراط تھا۔ بلا کر کہا۔ کہ جو کہ جو شخص بادشاہ کی بیماری کو دفع کریگا اسکو نصف سلطنت بارگاہ عالی سے عطا ہوگی یہ سنتے ہی اس حکیم نے اپنی تمام کتابیں الٹ پلٹ کیں اور کئی روز بعد کہا کہ اگر بادشاہ کو ایک آدمی کا مغز کھلایا جائے تو انشاء اللہ شفا حاصل ہو۔ مگر وہ آدمی جوان اور خوبصورت ہو اور چیچک کا داغ بھی اسکے چہرہ پر نہ ہو۔ یہ سنکر دادگستر نے کہا۔ کہ ایسی زندگی مجھ کو منظور نہیں ہے۔ کہ میں آدم خور بنوں۔ اس سے تو میرا مرنا ہی بہتر ہے یہ سنکر جملہ حاضرین مثل مولوی عالم و فاضل نے فتویٰ دیا۔ کہ ایسے رعیت پناہ آدمی کے واسطے ایک آدمی کا مارا جانا بالشرط اسکی جان بچنے کی کچھ اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ مگر بادشاہ رضامند ہی نہ ہوا۔ جب حاضرین دربار نے بہت حجت اور اصرار کیا۔ تو بادشاہ بہ مجبوری راضی ہوا۔ اب ایسے آدمی کی تلاش ہوئی۔ بہزار دقت و پریشاں حسب خواہش حکیم صاحب ایسا آدمی دستیاب ہوا۔ اور فرزندان شاہی نے اس جوان کے والدین سے کہا۔ کہ تم اپنے بیٹے کے سر کی قسم لے لو۔ اس جوان کے والدین بطمع زر و جواہر راضی ہوئے:۔

مینا بولی اے طوطے اسمیں طمع کی کیا بات ہے اگر وہ بچارے راضی نہ ہوتے تو کیا کرتے؟ انہوں نے سمجھا کہ زر و جواہر لے لو۔ ورنہ ہندی مثل صادق آتی ہے۔ کہ زبردست کی بیسوں بسے۔ اچھا طوطے پھر کیا ہوا۔ طوطا کہنے لگا کہ انہوں نے روز فردا سر کے دینے کا وعدہ کیا۔

راوی۔ روایت پرداز ہے۔ کہ اس جوان کا ایک سوداگر کی لڑکی سے اتحاد تھا۔ اور وہ روزانہ وہاں آتا جاتا تھا۔ اور اسکے زیر دیوار ایک سوداگر ختن کے رہنے والا ثابت قدم نام بھی اس کا عاشق زار تھا اور فقیروں کی طرح پڑا رہتا تھا۔ اور یہ لڑکی ذرا توجہ نہ کرتی تھی۔ مگر اپنے دل میں خوب جانتی تھی کہ جو شخص میری زیر دیوار پڑا رہتا ہے۔ میرا عاشق ہے۔ القصہ جب اس جوان نے یہ سنا۔ کہ

کل تیرا سر کاٹا جائیگا۔ اور بادشاہ کو دیا جائیگا۔ تو نہایت رنجیدہ اور ملول ہوا۔ اور اسی رنج و غم میں سو گیا۔ جب خواب عالم سے بیدار ہوا تو اپنے دلمیں کہنے لگا۔ کہ نوشتہ تقدیر سے چارہ نہیں ہے یہ کہتا ہوا بحالت رنجیدگی حسب معمول براہ کمند اس لڑکی کے پاس پہنچا۔ اور کہنے لگا کہ اے یار غمگسار آج آخری آنا ہے جلد اٹھ یہ سنتے ہی وہ لڑکی گھبرائی اور کہنے لگی کہ یہ کیا بات ہے اور اسقدر رنجیدگی کا کیا سبب ہے۔ اس جوان نے کل ماجرا بیان کیا۔ اور کہا کہ کل تیرا سر بادشاہ اپنے آرام کیواسطے کٹوائیگا۔ اور بجائے داروئے حیات کے استعمال کریگا۔ یہ سنکر وہ لڑکی بولی۔ کہ گھبرانیکی کوئی بات نہیں۔ میں اسکی تدبیر جلد کرتی ہوں یہ کہکر تلوار آبدار بغل میں چھپا اسی کمند کی راہ سے نیچے اتری۔ اور سوداگر ثابت سے جو اسکے زیر دیوار پڑا رہتا تھا۔ جاکر کہا۔ کہ اگر تو میرا عاشق زار ہے تو ایک شے مجھ کو دے جسکی اشد ضرورت ہے اوہینا جس وقت اس سوداگر نے چہرہ اس صبح صادق سنگین دل کا مہر درخشاں کی مانند دیکھا۔ جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ اور سمجھا کہ اب دامن مراد کا گل آرزو سے پر ہوا۔ اور خوش ہو کر اس سے کہا کہ میرے پاس تو ایسی کوئی چیز نہیں۔ جو تیرے نذرانہ کے لایق ہے البتہ ایک جان ہے سو اُسے پہلے ہی نثار کر چکا ہوں۔ لڑکی نے تبسم ہو کر کہا۔ کہ اگر یہی چیز تمہارے پاس ہے تو اپنا سر ہم کو دیدو۔ سوداگر ثابت نے کہا۔ بسم اللہ پھر کیا دیر ہے۔ اس بیدرد نے اسکو تلوار دی اور اسنے سر اپنا تن سے جدا کرکے یہ شعر پڑھا

خریدار تم ہو تو کیا پوچھتے ہو ...... میں جاں بیچتا ہوں میں سر بیچتا ہوں

پھر وہ نازنین سر اسکا لیکر اس جوان کے پاس آئی۔ اور کہا کہ بجائے اپنی سر کے یہ سر ملازمان شاہی کو دیدینا وہ جوان نہایت خوش و خرم ہوا۔ بعد ازاں وہ لاش ان دونو نے ایک نہ خانہ کے مکان میں دفن کر دی اور علی الصباح اس جوان نے وہ سر اپنے والدین کو دیا۔ اور کہا کہ بجائے اس کے یہ کہدینا۔ کہ یہ سر اس لڑکے کا ہے۔ جسکو تم نے کل تجویز کیا تھا۔ جب ملازمان شاہی واسطے لینے سر کے آئے تو اس جوان کے والدین نے بہت کچھ زر و جواہر لیکر اس سر کو ان کے حوالے کیا۔ وہ اس سر کو لیکر دربار شاہی میں آئے۔ اور بادشاہ کے حوالہ کیا۔ اس وقت اس سر سے ایک قسم کی لغزش ہوئی۔ یہ دیکھکر بادشاہ نہایت متعجب ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ جائے تعجب ہے۔ کہ اس کو بدن سے جدا ہوئے اس قدر عرصہ ہوا۔ کہ ہنوز اس میں کسیقدر جان باقی ہے۔ القصہ کئی روز تک وہ سر دیوان عام میں رکھا رہا۔ مگر وہ لغزش اور تڑپ مطلق نہ گئی۔ اور نہ اب تک یہ عقدہ لاینحل کسی پر حل ہوا مجبوراً بادشاہ نے اُس سر کو بازار میں رکھوایا کہ شاید یہ عقدہ کسی عالم و فاضل یا کسی درویش کامل سے حل ہو قصہ کوتاہ اس سر کے پاس ہزارہا آدمی جمع ہو گئے۔ اور قضائے کار شہزادہ

شہزادہ فیروز بخت افروز بھی وہاں پہنچا اور اس سر سے کہا کیا ابھی کچھ اور حسرت باقی
ہے اسکے کہتے ہی اس سر کی جنبش موقوف ہوئی اور ملازمان شاہی فیروز بخت افروز کو
بادشاہ کے حضور میں لیگئے بادشاہ فیروز بخت افروز سے دریافت کیا کہ واقعی راست راست بیان
کیجئے کہ کیا معاملہ ہے فیروز بخت افروز نے کہا کہ حضور مجھکو معلوم کچھ نہیں۔ اگر معلوم ہوتا تو
خدمت مبارک میں گذارش کرتا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تم اس رمز کے بتانے میں دریغ کروگے
تو تم کو اسی سر کی منزل پر پہنچایا جائیگا اب فیروز بخت افروز گھبرایا اور دل میں کہنے لگا کہ
خدایا عجب طرح کی مشکل درپیش آئی بعدازاں بادشاہ سے کہا کہ اچھا یہ تو فرمایئے کہ سر کیونکر
دستیاب ہوا۔ بادشاہ نے کل حال دریافت کیا فیروز بخت افروز بولا کہ اسکے وارثوں کو طلب
فرمائیں اور جب وہ آئیں تو مجھکو اور اُنکو حکم دیجئے کہ کل کے روز دونوں کو برسر دار چڑھادو
میں اس وقت ایک روز کی مہلت طلب کرونگا تو ایک روز کی مہلت دیدیجئے اور ایک
کوٹھڑی میں محبوس کر دیجئے۔ الغرض ملازمان شاہی جہاں سے وہ لائے تھے وہاں گئے
اور اس جوان کے والدین کو گرفتار کیا انہوں نے اپنے بیٹے کو انکے ہمراہ کر دیا جس وقت وہ آیا
تو بادشاہ نے حکم دیا ان کو سولی چڑھادو۔ فیروز نامدار نے ایک روز کی مہلت طلب کی بادشاہ
نے ایک روز کی مہلت دیکر ان دونوں کو ایک مکان میں بند کر دیا وہ جوان اس خیال سے
کہ کل مارا جاؤنگا اس قید خانہ میں زار زار رونے لگا شاہزادہ فیروز نے اس جوان کو
بہت دلاسا و تسکین دیکر کہا کہ بھائی خیر نوشتہ تقدیر ہے اسمیں کچھ چارہ نہیں ہے بیشک
وشبہ کل مارے جاوینگے ہی۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ سر جو لغزش کرتا ہے کیونکہ اور کہاں سے دستیاب
ہوا۔ اس جوان نے جب یہ سمجھا کہ کل مارے جاتے ہیں کوئی کلام نہیں ہے اخفائے راز سے کیا
فائدہ اور شاید اسکے کہتے میں کوئی صورت بہتری کی پیدا ہو بیخوف وہراس کل احوال اس لڑکی
کے سر لانیکا فیروز بخت سے بیان کر دیا اور کہا کہ خدا جانے کہ وہ بد اختر سر کہاں سے لائی تھی
اتنے میں صبح ہوگئی بادشاہ نے دونوںکو طلب کیا کہ فیروز بخت نے عرض کہ حضور اس جوان بیگناہ
کو رہائی فرماویں اب اگر جان کی امان پاوں تو مقصود کی بات بیان کروں بادشاہ نے فرمایا کہ تیری
جان تجھکو بخشی بیخوف مدعائے دلی گذارش کر فیروز بخت افروز نے کہا کہ جسطرح اس جوان کو
قید کیا تھا اسی طرح فلاں سوداگر کی دختر کو میرے ہمراہ قید کیجئے یہ سنکر بادشاہ عالم نے پہلی تو خاموشی
اختیار کی بعدازاں حسب [illegible] فیروز بخت کے ہمراہ اختر کو بھی قید کیا اور نہایت

غضبناک ہو کر حکم دیا۔ کہ صبح دونوں کو بر سر دار چڑھانا۔ وہ نازنین صبح کو دار پر چڑھائے جانے کا نام سنکر زار زار رونے لگی۔ شاہزادہ فیروز بخت افروز نے دلاسا دیکر کہا۔ ای مہر اختر اس رونے سے کیا حاصل صبر اور شکر ہر حال میں اولیٰ تر ہے۔ غرض فیروز بخت کی ان باتوں سے چپ ہو گئی۔ تب فیروز بخت افروز نے کہا کہ کوئی بات یا کہانی ایسی کہنی چاہئے۔ کہ جس سے یہ کم بخت رات کٹے۔ اس نے جواب دیا۔ اور خاموش بیٹھی رہی۔ فیروز نامدار نے خود ہی قصہ کہنا شروع کیا۔ اور ایسا عاشقی کا قصہ بیان کیا۔ جس سے مہر اختر پہ کہے کہ عشق اس شخص کا بہت بڑا تھا جس نے اپنا سر کاٹ کر مجھ کو دیدیا۔

داستان اوّل

خاتون صاحب مروت و سوداگر ثابت قدم کا شہر بدر ہونا اور نیز اتفاقات زمانہ سے علیحدہ ہونا اور انتظار کرنا ہر ایک کا

راویانِ رنگین بیان اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ ملک تاتار میں ایک خاتون حسن و سیرت اور صورت میں بیمثال نام بھی صاحب مروت ایک نہایت عالی شان مکان میں رہتی تھی اور اس کے زیر محل ایک سوداگر نہایت حسین و جوان بود و باش رکھتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ صاحب مروت نہا دھو کر اپنے بال بالاخانہ پر سکھا رہی تھی اتفاقاً وہ سوداگر بھی کسی کام کی وجہ سے اپنے بالاخانہ پر آیا۔ اور اسکو دیکھ کر محو ہو گیا۔ اور وہ اس پر عاشق ہو گئی۔ اور آپس میں محبت کا دم بھرنے لگے۔ اسی اثنا میں صاحب مروت نے ایک رقعہ بدیں مضمون لکھکر اور تیر میں اسکو چسپاں کر کے وہاں تک پہنچایا۔ ؎

تجھے دیکھا ہے جب سے بالائے بام ٭ نہیں تب سے پھر میرے دل کو آرام
تغافل کو نہ اپنے کام فرمائیے ٭ یہ لے آرام تو آرام فرمائیے
رکھوں چھاتی پہ کیونکر صبر کا سنگ ٭ کرے ہی ہجر دل پر زندگی تنگ

غرض اس نے رقعہ کو پڑھ کر اسکے جواب میں یہ رقعہ تحریر کیا۔ اور حسب دستور اسکے محل تک پہنچایا۔

جواب رقعہ۔ اے برگزیدہ آفاق والے الم فزائے خاطر عشاق۔ ؎

حسن تو ہمیشہ در فزوں باد ٭ رویت ہمہ سال لالہ گوں باد

اے جانِ جاناں جو کچھ تو نے تحریر کیا ہے۔ وہ حال اس خاکسار کا کیا ہے۔ لیکن بقول حسن ؎

جدائی تری کس کو منظور ہے ٭ زمیں سخت اور آسماں دور ہے

پھر کوئی ایسا بندوبست اور تدبیر کرنی چاہئے کہ جس سے ہم دونو ایک جگہ رہیں۔ اس نے یہ رقعہ پڑھکر در جواب اسکے

یہ رقعہ لکھا۔ اور تیر انداز کر کے اس تک رسید کیا۔
رقعہ۔ دلدار من دو گھوڑے تیز رفتار اور دو جوڑے مردانہ خوشگوار ایک میرے واسطے۔ اور دوسرا اپنے واسطے لیکر آج سے چوتھے روز میرے محل کے نزدیک وقت شب موجود ہو۔ اگر خواہش خدا ہے۔ تو میں تیرے ہمراہ چلونگی۔ سوداگر نے یہ رقعہ پڑھا۔ اور یہاں تک خوش ہوا کہ پھولا نہ سمایا۔ اور بکرر یہ جواب تحریر کیا۔ اور موافق معمول محل تک پہنچایا۔ ؎ رقعہ۔

خدایا ہجر کا پردہ اُٹھا دے ؛ تمنا ہے کہ ہم تم کو ملا دے
یہ حاضر ہوگا بندہ حسب ارشاد ؛ تمہیں اپنا کہیں لیکن رہی یاد

قصہ کوتاہ جس وقت حقیقت نامہ سربستہ لی اس پر منکشف ہوئی۔ ؎

دیدہ حیراں بہار میں تھے ؛ مگر اس رات کے انتظار میں تھے

بروقت آنے اس شب معینہ کے وہ ایک صندوقچہ پُر از جواہر اپنے ہمراہ لیکر محل سے باہر آئی۔ اسکو مع سامان حسب مرضی اپنے موجود پایا۔ اسی وقت اس نے لباس مردانہ زیب کیا۔ اور ایک سمت کو روانہ ہوئے۔ اور تمام رات راہ روی میں طے کی۔ بوقت صبح دو اور سوداگر بغرض ناشتہ ایک درخت سایہ دار کے زیر سایہ قیام پذیر ہوئے۔ اور طعام کھانے میں بہ خوشی و خرمی مصروف ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس نے سوداگر سے پانی طلب کیا۔ تو سوداگر نے اس سے کہا کہ وقت روانگی صراحی پر از ذہن بھول آیا۔ اب برائے تلاش اس جنگل میں جاتا ہوں خدا چاہے۔ تو بہت جلدی لیکر آتا ہوں۔ غرضکہ وہ سوداگر واسطے پانی کے گیا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد پانی لیکر واپس آیا۔ تو نیا رنج درپیش آیا۔ یعنی اس خاتون صاحب مروت کو وہاں نہ پایا۔ اور کل سامان موجود دیکھا۔ کمال رنجیدہ و ملول ہوا۔ اور یہ شعر پڑھتا تھا۔

ارے ہے فلک تو بڑا بے وفا ؛ تجھے دردمندوں کا کب غم ہوا
یہ دو دل کو یک جا بٹھاتا نہیں ؛ کسی کا لے سے وصل بھاتا نہیں

اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر اس خاتون کو کوئی جن و بشر لیجاتا۔ تو ضروری تھا کہ صندوقچہ بھی پر از جواہر اسپ غبو بھی لیجاتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتون صاحب مروت محبت مادر و پدر اور بہر محبت وطن کی کشش سے اپنے وطن کو راہ ہوئی اور علاوہ بریں اس جنگل پر وحشت سے دہشت زدہ ہوئی۔ اور عاقلان سابق نے سچ یہ شعر فرمایا ہے ؎ حب وطن از ملک سلیماں خوشتر ؛ خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بہ مصر بادشاہی میکرد ؛ می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

راوی مختصر نویس گذارش کرتا ہے کہ وہ سوداگر اس سامان یعنے اسپ ہاے بادرفتار
صندوقچہ وغیرہ پراز جواہر کو اسی طرح چھوڑ کر اس شہر میں کہ جہاں سے یہ دونوں یعنی خاتون
صاحب مروت وسوداگر ثابت قدم آئے تھے واپس گیا تو فلک نیرنگ بہار نے بھی رنج وغم وہاں بھی
دکھایا اسکے والدین بھی اسی درد واندوہ یعنی خاتون صاحب وت سے غم وفراق سے گریان
نالان اور رات دن اسی کی تلاش وجستجو میں سرگردان ہیں مجبور واپس آیا۔ اسی درخت کی ایک
شاخ اپنے ہاتھ سے پکڑ کے اس خیال سے شاید وہ یہاں آوے اور مجھکو یہاں نہ دیکھ کر چلی
جاوے کھڑا ہو رہا کہ جب تک وہ خاتون نہ آویگی تب تک یہاں سے نہ جاونگا۔ اور سیاہ یہی
ملحوظ خاطر رہے کہ تا آنے صاحب مروت سوداگر نے بارہ برس تک وہیں قیام کیا یہ بیان کرکے
فیروز بخت افروز نے مہر اختر سے جو اس کے ہمراہ قید تھی دریافت کیا کہ عشق اس سوداگر کا کیسا
تھا مہر اختر جواب دہ ہوئی جانے میری پاپوش۔
راوی اختصار نویس گذارش کرتا ہے کہ ناظرین کو اسجگہ یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ خاتون
صاحب مروت کہاں گئی اور کیا ہوئی۔
مطمئن رہیں اس کا حال آیندہ ایک موقعہ پر معرض تحریر میں آئیگا جہاں یہ دونوں
ایک جگہ ہو گئے۔
قصہ کوتہ فیروز نامدار نے مہر اختر سے کہا کہ اب تو کوئی بات اپنی بیان کر کہ جس سے
یہ رات منحوس طے ہو وہ بولی کوئی اور بات تیرے یاد ہو تو بیان کر شاہزادہ فیروز بخت
افروز اپنے دل میں شکر ایزدی بجالایا کہ ہمکلام تو ہوئی اور اس طرح بیان کرنے لگا۔

داستان دوسری

شاہزادہ گل کا باغ خاتون بلبل میں جانا اور فقیر کے جادو سے گلدستہ بننا اور خاتون کا بلبل بننا اور کوشش وجان کاہی شاہزادہ گل دوست سے ایک فقیر کی وارد واقع التسخیر سے جامۂ انسانیت میں ہوکر طرف اپنے وطن خاص کے مراجعت کرنا

ناقلان اخبار اس حکایت افزا کو اسیطرح نقل کرتے ہیں کہ زمانہ سابق میں ایک بادشاہ

ذی جاہ ایک فرزند لبند شاہزادہ گل نام رکھتا تھا۔ اور سوائے اسکے اور کوئی وارث تخت وتاج نہ تھا۔ اور شہزادہ کو سیر وشکار سے نہایت رغبت تھی جس وقت شہزادہ واسطے شکار کے عزم کرتا۔ بادشاہ گیتی پناہ یہ ہدایت کرتے کہ تینوں سمت شکار بازی کرنا۔ الاسمت چہارم ہرگز ہرگز برائے شکار قدم نہ اُٹھانا۔ اور اپنے امراء اور وزراء سے یہی ہدایت کرتا کہ خبردار زنہار چوتھی طرف نہ جانا۔ کیونکہ اس میں ہزار ہا ضرر ہیں۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ شہزادہ ہر سمت شکار بازی کرتا رہا۔ مگر کوئی شکار دستیاب نہ ہوا۔ تب تو یہ خیال دلمیں آیا۔ کہ سمت چہارم بھی ضرور دیکھنا چاہیئے۔ کیا چیز ہے۔ اور جناب پدر بزرگوار کیوں اسطرف جانیسے منع کرتے ہیں۔ غرض کہ شہزادہ نے اسپ بادرفتار کو جانب سمت چہارم رواں دواں کیا۔ ہمراہیوں نے ہرچند چاہا کہ ادہر شہزادہ نہ جاوے۔ الا وہ شہزادہ اس طرف جانے سے نہ رکا۔ اور ناصحوں کی نصیحت گوش گذار کر کے طرف چہارم کو رواں دواں روانہ ہوا۔ اور جبکہ قریب دو فرسخ کے پہنچا۔ تو ایک باغ عالیشان نظر آیا۔ کہ جسکے ہر چہار سمت دیوار و نہر لبلب جاری تھی۔ اور انواع اقسام قسم قسم کے درخت میوہ دار لہلہا رہے تھے۔ اور قسم قسم کے پھولونکی مہک آ رہی تھی۔ اسی وقت دل میں یہ خیال آیا کہ اس کے اندر چلکر دیکھئے کہ کیا چیز ہے۔ غرضیکہ گھوڑے کو دروازہ باغ پر چھوڑ کر اندر گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وسط باغ میں ایک نہایت حوض عمیق ہے۔ اور کنارہ حوض پر ایک مکان نہایت عالیشان دو منزلہ بنا ہوا ہے۔ اور اسکے دریچہ میں خوبصورت نہایت حسین ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ اور اس باغ اور حوض کا تماشہ دیکھ رہی ہے۔ شہزادہ اس کا عکس حوض میں دیکھکر بہزار جان و دل اسکا خواہاں ہو گیا۔ اور چونکہ یہ بھی اپنے حسن وجمال میں یکتائے زمانہ تھا۔ وہ پری بھی جس کا نام خاتون بلبل تھا۔ اس کو دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئی۔ جبکہ شاہزادہ نے اوپر دیکھا تو ان دونوں میں محبت آمیز گفتگو شروع ہوئی۔ اسی اثناء میں ایک درویش جو کہ مالک اس باغ اور پدر اس لڑکی کا تھا۔ آیا۔ اور ان دونو کو گفتگو کرتے دیکھکر کہنے لگا۔ او آدمزاد یہاں کسی کی مجال نہیں جو قدم بھی رکھے۔ اور پرندہ بھی پر مارے۔ اول تو مجھ کو یہ بتا۔ کہ تیرا گذر یہاں کیونکر ہوا۔ شہزادہ یہ الفاظ سنکر حیران ششندر رہ گیا۔ اور وہ درویش اپنی دختر یعنی خاتون بلبل کی طرف مخاطب ہوکر یوں حرف زن ہوا۔ کہ او ناہنجار تو بھی مانع نہ ہوئی ؏

تجھے جان سے ارواں کیا اے غریب ٭ ولے چاہتے کیا ہیں تیرے نصیب

غرضیکہ کچھ دانے سرسوں کی مانند اپنے مکان کے اندر سے لایا اور کچھ افسوں پڑھکر چند دانہ

شاہزادہ گل کے بدن پر پھینک مارے۔ جسکی تاثیر سے وہ ایک نہایت طرحدار رنگ برنگ کے پھولوں کا ایک گلدستہ بنگیا۔ اور چند دانہ اس ماہ رخسار پر مارے۔ کہ جسکی تاثیر سے وہ ایک نہایت طرحدار گلدم یعنی بلبل بنگئی۔ القصہ وہ ساحر لعین وقت صباح بیروں باغ گیا۔ اور بلبل سحرزدہ نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر میں یہاں رہونگی توخدا جانے یہ ملعون آئندہ کس طور سے پیش آوے۔ بآہستگی ونرمی گلدستہ کو اپنی منقار میں لیکر جانب ایک جنگل کے روانہ ہوئی۔ اور قریب ایک دریا کے جاگزین ہوئی۔ قضا کار اس روز اسقدر آندھی آئی۔ کہ گرد وغبار زمین و آسمان نظر نہ آتا تھا۔ اور گلدستہ صدمات ہوا سے پارہ پارہ ہوگیا۔ بلبل یہ حالت دیکھکر نہایت رنجیدہ اور ملول ہوئی۔ اور کہنے لگی کہ ناحق میں اس باغ سے یہاں آئی۔ اگر وہاں رہتی تو اس آفت ومصیبت ناگہانی سے اس گلدستہ کو بچاتی۔ اور اپنے دلربا شگفتہ روح کو ہر وقت دیکھتی۔ اور شاد وخرم ہوا کرتی۔ اب کسی کام کی بھی نہیں رہی۔ نہ وہ دوست رہا جس کیلئے یہ نوبت پہنچی۔ نہ عیش۔ اسی اثنا میں اس گل کی پتیاں زمین میں سماگئیں۔ اور نہایت عمدہ گلدستہ نمودار ہوا۔ تب وہ بلبل پھولی نہ سمائی۔ اور ایک شاخ پر بیٹھی۔ ؎

عندلیبوں سے کہو شور قیامت نہ کریں ؛ گل تو اب تخت مرصع پر نکل بیٹھا ہے

راوی۔ اختصار نویس گذارش کرتا ہے۔ کہ بباعث خوشی وخرمی کے کئی روز تک وہ بلبل سحرزدہ بے آب ودانہ رہی جبکہ گرسنگی زیادہ ہوئی۔ تو اپنے دل میں خیال کر کے اس جگہ کسی انسان و حیوان کا نشان تک معلوم ہوتا ہے۔ جو اس گلدستہ کو ایذا پہنچائیگا۔ بخوف وہراس اب کھانا تلاش کرنا چاہیئے۔ الغرض جستجو طعام میں مصروف ہوئی اور یہ نہ سمجھی ؎

ہر جا کہ گل ست آنجا خار است ؛ ہر جا کہ گنج ست ہماں جا مار ست

ادہر ایک سمت سے کسی سوداگر کے جہاز کا گذر ہوا۔ اور سوداگر بر لب دریا ایسا گلدستہ میں نے آجتک نہیں دیکھا۔ یہ کہکر گلدستہ اُس نے وہاں سے لیا اور چلدیا۔ اور چند روز کے بعد وہ جہاز ایک شہر میں پہنچا۔ جہاں کا بادشاہ گل دوست نام تھا۔ وہ گلدستہ اس سوداگر نے بادشاہ کی نذر کیا۔ بادشاہ نے اسے دیکھا اور نہایت خوش ہوا اور سوداگر کو بہت کچھ انعام دیا۔ اور گلدستہ کو صحن چمن میں رکھ دیا۔ کہتے ہیں۔ کہ گلدستہ ایک روز سرسبز رہا اور روز پژمردہ سبز سبز ہوگیا اور بادشاہ کا یہ معمول تھا۔ کہ ہر وقت روز صبح برائے مشاہدہ پھول و بوٹا کی چمن میں آتا تھا جسوقت اس گلدستہ کو پژمردہ نہایت رنجیدہ اور ملول ہوا اور بتاکید تمام فرمایا جو شخص گلدستہ کو سرسبز کریگا انعام فراواں کا مستحق ہوگا۔ اور اس کو مالا مال کردونگا

راوی ۔ باغبانوں کو جستجو میں سرسبز کرکے گلدستہ میں مصروف چھوڑ کر دو کلمہ حیرت حال بلبل جانسوز کے گذارش کرتا ہے ۔ جسوقت بلبل آب و دانہ سے سیر ہو کر واپس آئی ۔ تو فلک شعبدہ باز نے نئی اداد کھائی یعنی اس گلدستہ شگفتہ دل کو وہاں نہ پایا ۔ تب تو بلبل زار زار نالہ جانسوز کرکے یہ شعر کسی استاد کے زبان پر لائی ؎

بلبل کو مکان ہی نہیں گلشن میں امن کا ؛ نقشہ ہی مبدل ہے وارثان چمن کا
باغبان ہرگز نہیں تو قدر دان عندلیب ؛ فصل گل میں کیوں اجاڑا آشیان عندلیب

کہتے ہیں ایک عرصہ بلبل نے اسی جگہ شور و فغاں کیا ۔ مگر پتہ و نشان اس گلدستہ کا کہیں نہ پایا تب تو یہ خیال دلمیں سمایا ۔ کہ شہر بشہر باغات و چمن میں اسکو تلاش کرنا ۔ اسلئے شاید بہ مدد ایزدی شہر مراد گل کھلائے اور اپنا وہ شگفتہ دل ملجائے ۔ یہ شہر بشہر تلاش اس محبوب دلنواز کی کرتی ہوئی پھرنے لگی ۔ بعد ایک مدت کے گذر اسکا اس باغ میں ہوا ۔ جہاں کہ اس گلدستہ کو رکھا تھا ۔ تو پھولی نہ سمائی ۔ اور بیٹھکر کبھی پنکھڑی اسکی آنکھوں سے ملتی تھی ۔ اور کبھی سر پر رکھتی تھی ۔ اور گاہے منقار میں لیتی اور خوش ہوتی تھی ۔ اور بے ساختہ یہ اشعار اسکی زبان کے اوپر جاری تھے ۔

کافر ہوں جو زیادہ کچھ اس سے آرزو ہو ؛ کہ بے خلل مکان ہو بس میں ہوں اور تو ہو
میری آنکھیں تیرے لاکھ جلوے ؛ مٹاؤں حسرت دیدار کیوں کر

اور گلدستہ اسی وقت سرسبز بھی ہو گیا ۔ جسوقت باغبان نے گلدستہ کو دیکھا ۔ تو بادشاہ نے گلدوست سے گذارش کی کہ حضور میں نے وہ گلدستہ سرسبز کر دیا ہے ۔ حسب وعدہ انعام عطا فرمایئے ۔ بادشاہ نے اس باغبان کو ہزار ہا روپیہ انعام دیا ۔ اور چمن میں جا کر اس گلدستہ کو دیکھا تو واقعی سرسبز ہے ۔ اور ایک بلبل اس پر بیٹھی ہوئی ترانہ سازی کرتی ہے ۔ اور بوجہ خوشی کے اسقدر محو ہے ۔ کہ آمد و رفت مردمان سے ذرا حرکت نہیں کرتی ۔ یہاں تک شہزادہ گل نے بلبل کو پکڑ لیا ۔ اور قفس آہنی میں بند کر دیا ۔ اور گلدستہ کو چمن میں لیگیا ۔ بوجہ علیحدہ ہونے بلبل کے گلدستہ پھر پژمردہ ہو گیا ۔ شہزادہ نے پنجرہ بلبل کا اس گلدستہ کے پاس رکھا ۔ تو وہ بار دوم سرسبز ہو گیا ۔ شہزادہ کو ان دونوں کا مشغلہ ہو گیا گاہے بیدار رکھتا ۔ گاہے پاس رکھتا ۔ اسی اثنا میں ایک درویش پاس شہزادہ کے آیا ۔ اور کہنے لگا کہ یہ دونوں عجب محبوب مجھکو سحر زدہ معلوم ہوتے ہیں ۔ اگر ان کو معجون دافع السحر کھلائی جائے ۔ تو بفضل خداوند ذو الجلال جامہ انسانیت میں آجائیں ۔ شاہزادہ گلدوست نے اس درویش سے کہا ۔ برائے خدا معجون قدرے مرحمت فرمایئے ۔ تاکہ اسکا استعمال کیا جائے ۔ اور آپکی راست اور دروغ کا ظہور

ہو جائے ۔ درویش نے حسب خواہش شاہزادہ قدرے معجون اُس بلبل کو کھلائی ۔ وہ اسی وقت ایک حسین عورت جیسی کہ تھی ویسی ہوگئی ۔ پھر درویش نے قدرے معجون اس گلدستہ پر ڈالی ۔ وہ بھی جامۂ انسانیت میں آیا ۔ تب شہزادہ گل دوست اس درویش کا نہایت ہی مطیع الحکم ہوا ۔ اور شہزادہ نے کل حال گلدوست کے روبرو بیان کیا ۔ شہزادہ یہ حال سنکر ان دونو کو اپنے باپ کے پاس لیگیا ۔ اس نے انکی بہت تسکین کی ۔ غرضیکہ یہ دونو باہم وہاں رہنے لگے ۔ بعد چند روز کے شہزادہ گل نے اجازت واسطے جانے اپنے شہر کے طلب کی ۔ شہزادہ گل دوست نے ایک دستہ فوج کا ان کے ہمراہ روانہ کیا ۔ جب کہ شہزادہ اپنے شہر کے قریب پہنچا ۔ تو اکثر آدمیوں نے اس کے باپ کو خبر دی ۔ جو کہ اس فرزند دلبند کی غم مفارقت میں بیتاب ہو تھا ۔ دفعتہً شسدر رہ گیا ۔ اسی انتظار میں سوداگر بھی آن پہنچا ۔ اور سر اپنا بادشاہ کے قدموں پر رکھدیا ۔ بادشاہ نے سر اُٹھایا ۔ اور ہم بغلگیر ہوکر دونو خوش ہوئے ۔ اور رافواج شہزادہ گل دوست کو بہت کچھ انعام واکرام دے دلاکر رخصت کیا ۔ اور دونو کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی ۔

لکھوں میں بیان اسکا گر دھوم دھام ۔ تو پھر یہ کہانی نہ ہووے تمام

غرضیکہ بادشاہ نے وہی آرائش وزیبائش محفل کا انتظام کیا ۔ جیسا کہ طرفین سے ہوتا ۔ اور کچھ زر نقد اسباب جہیز میں دیا ۔ اور فقیر اور غربا کو مالا مال کر دیا ۔ اے مینا یہ دونو یعنی شاہزادہ گل اور خاتون بلبل بہ فضل ایزد کریم باعیش و نشاط زندگی بسر کرنے لگے ۔ اے مینا یہ تمام قصہ کہکر فیروز بخت افروز نے مہر اختر سے کہا ۔ کہ انہیں سوداگر کا عشق کیسا ہے ۔ اسنے کہا میں کیا جانوں ۔ بعدہٗ فیروز بخت افروز نے کہا ۔ اے مہر اختر کوئی بات دیدہ یا شنیدہ بیان کر کہ جس سے رات طے ہو ۔ اسوقت اُس نے باآواز ملایم کہا ۔ کہ آپ اور تکلیف کیجئے ۔ شاہزادہ فیروز مدار اس طرح بیان کرنے لگا ۔

داستان تیسری

شاہزادی سیما گوہر پوش والا شہزادہ دلدادہ کی

راویان رنگین بیان اس قصہ سحر افزا کو تختہ قرطاس پر یوں جلوہ آرا فرماتے ہیں ۔ کہ ملک دلستان میں ایک سوداگر نہایت مالدار ذی حشم ایک دختر نہایت حسین زہرہ جبین کہ جس کے جلوہ حسن سے ماہ و مہر شرمندہ فلک سیما گوہر پوش نام رکھتا تھا ۔ جبکہ وہ دختر سن بلوغت کو پہنچی

تو سوداگر کو فکر ہوا کہ اسکی شادی کرنی چاہیئے۔

قصہ کوتاہ پیغام شادی ہر طرف سے آنے شروع ہوئے۔ جبکہ اس نازنین نے سنا کہ میری شادی کا انتظام ہو رہا ہے۔ یہ پیغام اپنے والد بزرگوار کو پہنچایا کہ اے قبلہ و کعبہ سن۔ اگر میری خاطر عزیز ہے تو شادی میری حسب مرضی اس کنیز کے ہونی چاہیئے۔ چونکہ اسکی دلداری بدل منظور تھی۔ اسی وقت ہر ایک شہر و دیار و قرب و جوار میں منادی کرا دی۔ راوی کہتا ہے پیغام شادی کا سنا۔ ہر ایک شخص بن ٹھنکر آیا۔ وہ لڑکی دریچہ سے معائنہ کرتی تھی۔ دو روز تک یہی ہنگامہ برپا رہا۔ مگر کوئی آدمی مقبول نظر اس سیما گوہر پوش کے نہ ہوا۔ روز سوم کا ذکر ہے کہ شہرت مذکورہ بالا سنکر ایک آدمی پریشان حال ایک کاغذ پر تصویر ہاتھ میں لیتے ہوئے وہاں آ گیا۔ لڑکی نے وہ تصویر اسکے ہاتھ میں دیکھکر کہا۔ یہ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ اس نے وہ تصویر دی اور اسکو دیکھتے ہی ہزار جان و دل عاشق ہو گئی۔ اور اسکے جلوۂ حسن میں ایک عرصہ تک عالم حیرت میں رہی۔ جبکہ ہوش ہوا۔ تو اس سے کہا۔ کہ یہ تصویر کس شخص کی ہے۔ اور تجھکو کہاں سے ملی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس تصویر کو میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ وہ شخص کہنے لگا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ تصویر کس شخص کی ہے۔ مجھکو ایک دشت پر وحشت سے دستیاب ہوئی ہے۔ اسی روز سے اس دلفریب کا جانداده خود رفتہ آوارہ جہاں پھرتا ہوں۔ واللہ اعلم صاحب تصویر زندہ ہے یا یہ مصنوعی تصویر ہے۔ غرضیکہ بعد گفتگو بسیار کے وہ تصویر اس سے لی اور محل میں چلی گئی۔

اور بعد ازاں اُس نے جملہ مصوران شہر کو بلا کر دریافت کیا کہ یہ تصویر نادر زمانہ کس شخص نے بنائی ہے۔ ان میں سے ایک مصور نہایت ضعیف نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت کمر خمیدہ کہنے لگا کہ ایک مصور شہر کمال آباد کا باشندہ ہے۔ اسکے ہاتھ کی بنائی ہوئی یہ تصویر معلوم ہوتا ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے ان سب کو رخصت کیا۔ اور ایک ایلچی ہشیار عیار کو ایک ہزار روپیہ دے کر کمال آباد کو روانہ کیا۔ فی الفور استاد صاحب کو یہاں لاؤ۔ ایک ایلچی حسب الحکم وہاں پہنچا۔ اور مدعائے دلی استاد کامل نادر دست سے عرض کیا۔ استاد صاحب اسی وقت ایک تخت ہوائی پر سوار ہو کر معہ ایلچی سیما گوہر پوش کے پاس آئے۔ اُسنے چلمن چھوڑ کر استاد صاحب کو اندر بلایا اور وہ تصویر دیکر حال دریافت کیا۔ استاد نادر دست اس تصویر کو دیکھکر نہایت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ یہ تصویر کہاں سے دستیاب ہوئی۔ اور یہ ابھی نادر دست ہے۔ اور احوال مفصل اس تصویر کا یہ ہے۔ کہ ایک روز میں یہ تصویر بنا رہا تھا۔ کہ اتنے میں تخت سیاہ پری کا

واسطے لینے میرے کے آیا میں اسی طرح چلدیا اور اثنائے راہ میں بھی تصویر بنار ہا۔ قضارا قریب جنگل کھجور کے ایسی ہوا چلی۔ کہ تصویر میرے ہاتھ سے چھوٹی اور نیچے گر گئی میں نے اسی وقت تخت کو ٹھیرا کر اس تصویر کی بہت کچھ تلاش کی۔ الا کہیں نشان نہ ملا۔ مجبور ہو کر ہمراہ سیاہ پری کے چل دیا۔ اور بار دوم بنانا تصویر کا وقت مناسب پر موقوف رکھا۔ اور یہ لال شہزادہ کی تصویر ہے۔ اور سیاہ پری ایسی سخت و بیرحم ہے۔ کہ شاہزادہ صرف ایک ہفتہ کا تھا کہ یہ عاشق ہو کر اور اسکے والدین کو تڑپتا چھوڑ کر اڑا لائی تھی۔ اور لال شہزادہ کے والدین غم مفارقت اپنے فرزند ارجمند میں گبر داپوش ہو کر شہر بشہر پھرتے ہیں۔ یہ سنکر فلک سیما گوش نے کہا کہ نہایت بندہ نوازی جو کمینہ بھی منتظر توجہ آپ کی ہے اسکو دیکھیے۔ استاد نادر دست حرف زن ہوا کہ دیکھنا اس کا نہایت مشکل و دشوار ہے۔ کیونکہ جس جگہ اسکو رکھا ہے وہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا ہے اور انسان کی تو کیا حقیقت ہے۔ الا ایک تدبیر جو خدا اس کو راست لاوے۔ اور وہ یہ ہے کہ سیاہ پری میرے لینے کے واسطے عرصہ ۶ ماہ میں آتی ہے۔ وہ لال شہزادہ کو بھی اپنے ہمراہ لاتی ہے۔ اگر تم میرے مکان تک قدم رنجہ فرماؤ تو کیا عجب ہے۔ کہ بمدد ایزدی اپنے دامن مراد کو گوہر کامگاری سے پر دیکھو۔ اور دیدار دلنواز سے دلشاد اور مسرور کرو۔ اس نے یہ بات منظور کی۔ اور استاد نادر دست کو انعام گرانقدر دیکر رخصت کیا۔ اور اپنے والدین و بزرگان سے اجازت واسطے جانے شہر کمال آباد پاس نادر دست کے طلب کی سیما گوہر پوش کے والدین نے بخوشی دل فلک سیما گوہر پوش کو رخصت دی۔

راوی سلسلہ بند داستان و اختصار نویس گذارش کرتا ہے۔ کہ وہ بہت کچھ زر اور دیگر سامان اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوئی۔ اور شہر کمال آباد میں پہنچی۔ راوی کہتا ہے کہ اس روز سیاہ پری بھی آئی۔ استاد نادر دست نے سیما گوش سے کہا۔ کہ اس مرتبہ یہ ظالم شہزادہ کو اپنے ہمراہ نہ لائی خیر اب ایک تدبیر اور بتاتا ہوں کہ جس سے شاید شجر مراد تیری کا پھل لاوے۔ اور شہزادہ تجھ کو مل جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم تن تنہا جانب شمال جاؤ۔ اور بعد گذرنے چالیس منزل کے ایک پہاڑ نہایت عالیشان نظر آیا۔ بعد اس کے طے کرنیکے ایک حوض نہایت نفیس کہ جسکے چاروں طرف گوشوں پر چار درخت استادہ ہیں۔ تم وہاں ٹھیرنا۔ یہ مقام نہایت مطبوع اور دلکشا ہے۔ ہر روز وہاں شہزادہ برائے سیر آتا ہے۔ خدا چاہے تو شہزادہ امن مراد پر ہوگا۔ اور میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ کسی طرح شہزادہ قید ظالم سے نجات پائے۔ اور یہی ملحوظ خاطر ہے۔ کہ میں بھی ہمراہ پری کے اس جائے

جاتا ہوں۔ قصہ کوتاہ سیما گوہر پوش نے اپنے ہمراہیوں کو اُسی شہر میں ٹھہرا کر یہ ہدایت کی۔ کہ عرصہ بارہ برس اور ایک ماہ تک میرا انتظار کرنا۔ بعدازاں یہ سمجھنا۔ کہ وہ دارِ فنا سے دار البقا کو روانہ ہوگئی۔ اس وقت تم اپنے فعل کے مختار ہو جو مزاج میں آئے سو کرنا۔ یہ کہا اور گھوڑے پر سوار ہوکر جانب شمال خدا کو یاد کرتی ہوئی سر بصحرا روانہ ہوئی۔ جب بھوک لگتی تو میوہائے درختاں کھاتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ بعد چند روز کے اس جنگل میں پہنچی۔ جہاں وہ سوداگر ثابت شاخ درخت پکڑے ہوئے صاحب مروت کے اشتیاق میں کھڑا تھا۔

ناظرین والاتمکین کو یاد ہوگا۔ کہ پہلے ہم نے وعدہ کیا تھا۔ کہ ان دونو کا احوال مفصل آئندہ ایک مقام پر بیان کیا جاویگا۔ لہٰذا ملحوظ رہے کہ بیان ان دونو محب و محبوب کا ملنا معرض تحریر میں آتا ہے قصہ کوتاہ جس وقت وہ سوداگر کے پاس پہنچی۔ تو پریشان حال ہوئی۔ کہ شاخ درخت پکڑے ہوئے کیوں کھڑا ہے اور اسقدر آہیں کسکے اشتیاق دیدار محبت میں کھینچتا ہے بعد بلانے کئی بار کے سوداگر نے کہا جا اپنا کام کر یہ دنیا ہے۔ یہاں ہر ایک نوع کے انسان مخلوق ہوئے ہیں بقول شخصے

یہ دنیا دو رنگی مکارہ سرائے ۔ کہیں خیر خوبی کہیں ہائے ہائے

اور بھی تیری طرح یہاں سینکڑوں آدمی آئے اور پریشان حال ہوئے۔ مگر کسی سے کچھ کاربراری نہ ہوئی بیفائدہ مغز خراشی سے کیا فائدہ اسنے کہا خیر منجملہ ان کی ایک کنیز کو بھی شمار کر شاید بہ مدد رب جہان تیرا کام بر آئے۔ تب سوچکر اس سوداگر نے اپنا کل احوال گذشتہ اسکے روبرو بیان کیا۔ اور کہا۔ کہ مجھ کو عرصہ بارہ سال کا منقضی ہوا ہنوز دیدار یار سے مشرف و مستفیض نہ ہوا اور موافق اس مضمون کے میرا حال ہوا

وہ نصیب ہجر میں غم ہوا کہ کسی پہ غم جو ہوا نہ تھا
کوئی غیر کچھ تو سکھا گیا کہ مزاج غیر ہے یار کا
مجھے دیکھ کہتا ہے ہر بشر ہوا حال اس کا یہ کس قدر
غم ہجر سے اے صنم نہیں چین ہی مجھ کو ایک دم
مجھے آہ شگفتہ تر کیوں نہ ہو غم کہ ہوتا ہے تو غم پہ غم

وہ دیا فلک نے مجھے ستم جو ستم کسی نے سہا نہ تھا
اسے آج جانے ہوا ہے کیا کہ وہ کل تلک تو خفا نہ تھا
یہ وہی ہے کہ جس نے عمر بھر کبھی غم کا نام سنا نہ تھا
وہی ہو کہ آنکھ سے اب ستم جو کبھی کسی نے سنا نہ تھا
کہیں صدمہ ایسا ہوا نہ تھا کہیں دل یہ غم میں پھنسا نہ تھا

غرض کہ وہ بھی اس جگہ شب باش ہوئی۔ تو وقت صباح برائے قضائے حاجت ایک گوشہ جنگل میں گئی تو تھوڑے فاصلہ پر برابر دو مشعل کی روشنی نظر آئی جبکہ بغور دیکھا تو معلوم ہوگیا۔ کہ ایک شتر بے مہار اس پر ایک عورت سوار ہے وہ چلاتا ہے۔ اسنے اسکو از قسم بلایات سمجھکر ایک تیر اس شتر کے لگایا۔ کہ جسکے صدمہ سے وہ عورت اُس پر سے اتری اور کہنے لگی افسوس صد افسوس تو نے اس کب بے قصور کو کیوں مارا تیر اسنے کیا

قصور کیا تھا۔ عرصہ بارہ سال کا گذرا کہ مجھ کو جنگل جنگل لئے پھرتا ہے اور مجھکو ایک درخت کے نیچے سے اٹھا کر لے گیا تھا اور میں ہمراہ ایک سوداگر کے آئی تھی۔ خدا جانے کہ اب وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ اب یا رائی تقدیر سے اسی استہ کو لایا تھا سو تو نے اس کا کام تمام کیا۔ فلک سیما گوہر پوش نے کہا کہ قدرت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے کسی نے سچ کہا ہے ع

یہ غم ہے جس نے دیا تو خوشی بھی دیویگا وہ خدا ٭ اسے ہر بشر ہے جانتا کہ خزاں کے پیچھے بہار ہے

او مینا وہ اسکو ایک درخت کے نیچے بٹھا کر اس سوداگر کی پاس آئی۔ اور کہا اے دیدۂ غم اندوہ تو خوش ہو کہ وہ محبوب تیرا قریب ہے۔ کہ وقت صباح تک مل جاوے اسوقت حالت سوداگر بہ قول میر حسن صاحب

یہ سن ایک دم تو وہ غش کر گیا ٭ کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
تعجب سے پوچھا کہ سچ سچ ہے یہ ٭ دیا چھیڑنے کو مرے کچھ ہے یہ

غرضیکہ اسکو اس نے سوداگر سے ملایا۔ بہ بحد خوش و مسرور ہوئی۔ اور ایک آبادی میں جا کر رہنے لگے بعد چند روز کے سیما گوہر پوش نے انسے رخصت مانگی اور خدا کو یاد کرتی ہوئی سر بصحرا چل نکلی۔ قضیارا ایک دشت پُر خار میں پہنچی کیا دیکھتی ہے۔ کہ ایک شخص متلاشی ہے اسنے صورت حال عرض کی کہ میرے ہاتھ میں ایک تصویر لال شہزادہ کی تھی۔ اور اس پر میں ہزار جان عاشق و فریفتہ ہوں۔ وہ یہاں گر کر خدا جانے کیا ہوئی اور میں اسی روز سے نہایت بیتاب و بیقرار ہوں۔ وہ یہ سنکر اپنے دل میں کہنے لگی۔ کہ یہ تو عاشق تصویر کا ہے وہ تو دلدادہ و فریفتہ اصل پر ہے خیر اسکی تو مراد پوری ہونی چاہیئے۔ اس نے وہ تصویر اسکو دیدی وہ آدمی نہایت محظوظ ہوا۔ اور کہنے لگا جو فرماؤ اسے بسر و چشم بجا لاؤں وہ بولی کہ مجھے اسوقت صرف ایک اسپ کی ضرورت ہے اگر تجھ سے ممکن ہو تو دے ورنہ خیر خواستہ خدا ہی ظہور ہو گا۔ ماہی مینا ایک اسپ با رفتار لا کر اسکے حوالہ کیا۔ وہ سوار ہو کر وہاں سے چلدی بعد ایک عرصہ کی راہ روی سے وہ اسپ ہی ملک عدم ہوا۔ اور لباس بھی اسکا پارہ پارہ ہو گیا جسپر بھی پاپیادہ منزل بمنزل طے کرتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ اور اکثر اوقات یہ شعر زبان پر لاتی تھی ع

دشت جنوں میں دیکھ کی مجھ خستہ تن کا حال ٭ مجنوں کے منہ سے اڑ گیا دیوانہ پن کا جال

قصہ کوتاہ اس وحشت پر خار میں کیا دیکھتی ہے کہ ایک فوج کی فوج گرد پوش پھرتی ہے انسے دریافت کیا کہ تم جملہ مردان اس بیابان وحشتناک میں کس غرض سے پھرتے ہو اور باعث گیرد پوشی اور پریشانی حالت کا کیا ہے؟ ان میں سے ایک آدمی اس طرح حرف زن ہوا کہ ہم جملہ مردان مطیع الحکم بادشاہ کے ہیں۔ اور سبب گیرداپوشی کا یہ ہے ہمارے بادشاہ کا فرزند ارجمند موسوم بہ لال شہزادہ عرصہ دو مہینے کا ہوا کہ اسکو سیاہ پری بزور تعدی لے گئی۔ بادشاہ غم فرزند میں گیروا پوش ہوا تو ہمنے بھی اپنا یہی حال کیا۔ او مینا اسوقت بادشاہ گیتی پناہ کی بھی سواری آن پہنچی تو اسنے بعد آداب شاہانہ بادشاہ سے اپنا حال گذشتہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں تیرے فرزند پر بہ دل و جان

عاشق ہوں - بادشاہ نے اسکو اپنی دختر قرار دیا - اور کہا کہ تم ہم سے بھی زیادہ عاشق و شیدا کیونکہ تو اصل کو دیکھا - اور تم نے صرف تصویر دیکھکر عشق پیدا کیا ہے - راوی کہتا ہے - کہ وہ تین شبانہ روز مہمان بادشاہ کی رہی - روز چہارم رخصت واسطے جانے بالائے کوہ طلب کی - بادشاہ نے فرمایا کہ اے دختر دامنِ کوہ تک تو عملداری ہماری ہے وہاں تک تو ہم پہنچا دینگے ۔ آئندہ تجھکو اختیار ہے - اور جو شئے کہ تجھکو مطلوب ہوں بےخوف وہراس مالک ہے - قصہ کوتاہ صرف اس نے ایک جوڑا سرخ دہان سے لیا - اور ہمراہ ملازمان شاہی دامن کوہ تک آئی - بعد ازاں تن تنہا دامنِ کوہ تک پہنچی - وہاں کیا دیکھتی ہے - کہ ایک حوض لبلب آب اسی طور اور قرینہ کا جیسا کہ نادر دوست نے بیان کیا تھا موجود ہے - اس نے اسی جا قیام کیا - اور کثافت گرد و غبار دھو کر وہ جوڑا بے رنگ لال زیب تن کیا اسوقت اسکے حسن و جلوہ کی کیا صفت و تعریف ہو - اسی ثنا میں استاد نادر دوست بھی حسب وعدہ آن پہنچے - اور سیما گوہر پوش کے حسن و جلوہ کو دیکھکر ایک عالم حیرت و استعجاب میں آ گئے - اور اسی وقت اسکی ایک تصویر نہایت نوک پاک اور فن مصوری ختم کرکے کھینچی - اور سیاہ پری اور لال شہزادہ کے پاس آیا - لال شہزادہ نے استاد نادر دوست کی ہاتھ میں وہ تصویر دیکھ اسی وقت آن سے لیلی - شاہزادہ نے وہ تصویر دیکھ ہزار جان سے عاشق و فریفتہ ہو گیا اور فرصت پا کر کہا - استاد یہ تصویر کسکی ہے اور صاحب تصویر کہاں ہے - برائے خدا ایک نظر یہ نیازمند بھی دیکھے تا کہ اس دل مضطر کو تسکین ہووے - استاد نادر دوست نے کہا کہ وہ ماہ جبین حضور پر عاشق ہوکر بہزار جانفشانی یہاں پہنچی ہے اور طالب دیدار حضور ہے اور اسوقت حضور کی سیرگاہ یعنی حوض پر موجود ہے حسب معمول وقت شام شہزادہ اور استاد نادر دوست اس مکان پر آئے - جہاں کہ وہ سیما گوہر پوش مقیم تھی جبکہ شہزادہ نے اسکو دیکھا - اور اس نے اسکو ایک عرصہ تک عالم خوشی میں محو رہے - بقول جناب میر حسن صاحب

ع گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل ؛ نظر سے جی سے جی دل سے دل
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سدھ اُسے ؛ نہ کچھ اپنے من کی رہی بدھ کسے

استاد نادر دوست نے جبکہ یہ حالت خراب ان دونو کی دیکھی - تو بہت حیران ہوا اور اُسی حوض سے قدرے پانی لیکر ان دونو کے اوپر چھڑکا - اسے ینامد نظر رہے - جو کہ پانی اس حوض سے لیا تھا تاثیر گلاب رکھتا تھا - غرضیکہ بہت مدت عرصے کے بعد ان دونوں کو ہوش ہوا - اور اسی وقت استاد نادر دوست ان دونو یعنی سیما گوش اور لال شہزادہ کو بخوف و دہشت سیاہ پری کے رواں دواں باستعجاب اُنکو خبر کی کہ استاد صاحب شاہزادہ کو لیکر روانہ ہوئے - فوراً یہ جمعیت ہزار پریوں کے وہاں آ گئی - اور فقیر صاحب نے ان کو طلب کیا -

کہ میرا دزد عیار آپکے ہاں موجود ہے۔ براہ نوازش مرحمت فرمایئے۔ ادہر استاد نادر دست بھی درویش صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ یہ پری ظالم اس شاہزادہ کو دو مہینے کا تھا اسکے والدین سے بجبر و تعدی یہاں لے آئی اور وہ بیچارے مفارقت فرزند میں نہایت مضطر و بیقرار ہیں۔ یہاں تک کہ لباس فقیرانہ کیا اور اب بھی یہ اس سے دست بردار نہیں ہوتی اگر حضور نظر عنایت مبذول فرمائیں۔ تو اس ظالم کی قید سے رہا ہو۔ غرض کہ درویش نے جو کہ اس غول پری کا پیر و مرشد تھا۔ سیاہ پری سے کہا تو اس سے دست بردار ہو اور آئندہ کو بھی عہد و پیمان مستحکم کر کہ ان مردماں سے کسی نوع کا مطلب و واسطہ نہ رہے۔ یہ سنکر پری گھبرائی اور انکار کیا چاہتی تھی۔ تو فقیر صاحب نے قیافہ سے پہچانکر کہا۔ کہ اگر یہ بات ناگوار خاطر تیری ہے اور نامنظور کریگی۔ تو یاد رکھنا قسم ہے مجھ کو حضرت سلیمان کی کہ جلا کر راکھ کر دونگا۔ یہ سنکر پری اور حضرت سلیمان کی قسم کھا کر کہا۔ پیر و مرشد حسب فرمان آپکے اب میں تا زیست اس کا نام بھی نہ لونگی۔ اور مغموم و غمگین بالائے کوہ مع پری زادوں کے روانہ ہوئی اور استاد نادر دست اور شہزادہ درویش صاحب کمال سے بہ عجز و انکسار رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے جبکہ زیر کوہ آئے تو سیما گوہر پوش اس کے باپ کے پاس آئی۔ جو کہ مفارقت پسر میں حیران و پریشان و سرگردان پھرتا تھا۔ اور یہ مژدہ سنایا کہ تیرے فرزند ارجمند کو بہ امداد ایزد خدائے کریم بہزار دقت و پریشانی لے آئی۔ اور وہ اس وقت ایک درخت سایہ دار کے زیر سایہ قیام فرما ہے۔ بادشاہ یہ مژدہ فرحت اثر سنکر پھولا نہ سمایا۔ اور چند قدم برائے استقبال اپنے فرزند ارجمند کے گیا جبکہ شہزادہ کو دیکھا۔ تو ایک عرصہ تک عالم خوشی میں محو رہا۔ بلکہ قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جاوے۔ غرضیکہ بعد مواصلت ہر ایک کی استاد نادر دست کو خلعت فاخرہ اور بہت کچھ زر نقد دیکر رخصت کیا۔ اور ان دونو یعنی اپنے فرزند اور سیما گوہر پوش کو اپنے ہمراہ نہایت شان و جلوس سے شادیانہ بجاتا ہوا داخل دار السلطنت ہوا۔ اور تمام رعیت کو اس خوشی کے صلہ میں ایک سال کا خروج معاف کر دیا۔ اور فوج کیر دالپوش کو ایک سال کی تنخواہ زائد اور بیشمار انعام و اکرام دیا۔ کہتے ہیں کہ بعد قیام دو روز کے سیما گوہر پوش نے بادشاہ یعنی لال شہزادہ کے باپ سے رخصت واسطے جانے اپنے وطن کے طلب کی۔ بادشاہ یہ سنکر نہایت متعجب و متحیر ہوا۔ اور کہنے لگا تم نے اسقدر محنت و مشقت کس واسطے اپنی جان عزیز پر گوارا کی یہ عیش و آرام یہاں قیام کیجئے۔ تاکہ سرانجام تمہارے شادی کا کیا جاوے۔ وہ حرف زن ہوئی۔ کہ عالی جناب اس کنیز کے والدین حیات ہیں اگر تمنا کی ہے تو ایسے متدعی ہوجیے کیونکہ زمانہ سلف سے رسم شادی کی اسی طرح ہوتی چلی آتی ہے۔ اس وقت

جو رب ذو الجلال کو منظور ہوگا۔ عالم ظاہری میں آئیگا۔ یہ کہا اور بعد اجازت جانب اپنے ملک کو روانہ ہوئی۔ روز دوم بوجہ دیکھنے سیما گوہر پوش کے نہایت بیقرار و بیتاب ہوا۔ مینا بولی اے طوطے یہ کیا لغو اور بیہودہ گوئی ہے۔ اب تو نے بیان کیا ہے۔ کہ سیما گوہر پوش شہزادہ کے فراق محبت میں بالائے کوہ پہنچکر شہزادہ کو کس مصیبت و جانفشانی سے یہاں لائی۔ بار روز دوم ہی اپنے وطن کو روانہ ہوئی۔ اور بر عکس اسکے شہزادہ اسکے فراق محبت سے بیقرار و بیتاب ہوا۔ اور بقول شخصے ؎ بتا معشوق عاشق کہیں ایسا بھی ہوتا ہے۔ طوطا جوابدہ ہوا۔ بی صاحبہ تو نے پہلے تو اپنے مصرعہ کا شعر بنا لیجئے۔ بقول شخصے ؎ جہاں عاشق ہوا صادق وہیں ایسا بھی ہوتا ہے۔ دوم جب کہ عاشق کا اثر پورا پورا معشوق کے دل پر ٹھہر جاتا ہے۔ تو وہ معاملہ بر عکس ہو جاتا ہے کبھی لیلی و مجنوں کا افسانہ و شیریں فرہاد کا ٹنٹا ہے۔ غرض کہ ایسے بہت سے عشق ہوئے ہیں فضول مغز خراشی سے کیا نتیجہ۔ مینا بولی اچھا پھر کیا ہوا طوطا اسطرح جواب دہ ہوا بعد ازاں بادشاہ معہ فرزند لال شہزادہ کے نہایت شان و شوکت شاہانہ سے روانہ ہوئے۔ غرضکہ ان کا قیام ایک روز اس سے پیچھے ہوتا رہا۔ چند روز کے بعد استاد نادر دست کے شہر میں پہنچے۔ اور ایک خلعت اور زر بیکراں استاد صاحب کو اپنی طرف سے دیکر اور اپنے ہمراہیوں کو اپنے ہمراہ لیکر چند عرصہ کے بعد اپنے وطن میں داخل ہوئی۔ دوسرے روز بادشاہ بھی معہ فوج ہمراہی لال شہزادہ کے داخل ہوا۔ اور بعد قیام ایک روز کے پیغام شادی سیما گوہر پوش کے پاس بھیجا کہ میرے فرزند ارجمند کو اپنی غلامی میں قبول فرمایئے چونکہ ہونا شادی کا منظوری سیما گوہر پوش پر منحصر تھا۔ وہ درخواست اپنی دختر سیما گوہر پوش کے پاس بھیجدی۔ وہ اسکو سنکر خاموش ہو گئی۔ یعنی رضامند ہو گئی یہ عام دستور کی بات ہے۔ کہ بوقت رضامندی ایسے معاملات میں خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ ہر کس کی زبان زد ہے یعنے الخاموشی نیم رضا۔ راوی خوش بیان گذارش کرتا ہے۔ کہ بعد اسکے سامان شادی مہیا ہونے لگا۔ بقول ؎

کدہر ہے تو اے ساقی گلبدن ٭ دہر آج اس شمع رو کا لگن
بلا مطربان خوش آواز کو ٭ کہ آویں وہ اپنے لئے ساز کو
وہ اسباب شادی کا تیار ہو ٭ مکرر نہ پھر جس کی درکار ہو

اور اس رات کا بیان روشنی کی چمک کہ جس سے شب ماہ چہار ہم شرمگین اور انار پھلجھڑی کی بہار کہ جس سے چمن نو بہار غمگین بقول میر حسن ؎

میں اُس رات کی کیا کہوں آج بات ؛ نہ تھی رات گویا کہ تھی شب برات

غرضیکہ ان نوعروسان کا نکاح باندھا گیا۔ اور بوقت صباح سیاگیہر پوش کے باپ نے بیشمار زر و نقد اسباب جہیز بس دیگر رخصت کیا کہتے ہیں۔ کہ لال شہزادہ مع دلہن کے چند روز کے بعد اپنے گھر پہنچا۔ اور بہ عین خوشی و خرمی رہنے لگا۔ جیسے کہ یہ آپنی خدا ہر فرد بشر کی مراد دلی بر لاوے۔ بقول میر حسن ؎

اُنہوں کے جہاں میں پھرے جیسے دن ؛ ہمارے نہالے پھریں ویسے دن
ملیں سب کے وچھڑے الٰہی تمام ؛ بہ حق محمد علیہ السلام
ہمے جیسے وہ شاد ہوں شاد سب ؛ شہر میں رہیں اپنے آباد ہم

یہ قصہ کہکر شاہزادہ فیروز بخت افروز نے مہر اختر سے کہا۔ کہ جو اسکے ساتھ قیدی تھی۔ کہ ان میں کس شخص کا عشق بڑا اور اچھا تھا۔ مہر اختر بولی اے فیروز بخت افروز تو قصہ کہکر بار بار میرے سے تفصیل عمدگی عشق کی دریافت کرتا ہے۔ اچھا بروز کل یہ بھی تجھ کو بتادونگی۔ اس عرصہ میں صبح ہوگئی اور طلوع آفتاب ہوا اور ادھر ملازمان شاہی ان دونوں کے لینے کیلئے آئے۔ فیروز بخت افروز نے ایک روز کی مہلت اور طلب کی۔ غرضیکہ جوں توں کرکے وہ دن پورا کیا جس وقت شام ہوئی۔ فیروز نے مہر اختر سے کہا کہ اب اپنا وعدہ ایفا فرمایئے۔ جب وعدہ بیان کرنے لگی۔ مینا بولی اے طوطے ذرا بیان بھی تو سنا کہ کیا ہے۔ طوطا بولا۔ اس وقت میرے سر میں درد ہے۔ اور قصہ کہتے کہتے جی اکتا گیا۔ لہذا گذارش پرداز ہوں کہ معاف فرمایئے۔ اگر زیادہ شوق اسکا بیان سننے کا ہے۔ تو چوتھی جلد میں بیان کرونگا۔ جس کا نام باون سہا قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ اس میں باون سہلے کے ناچ کے علاوہ بہت سے قصے عمدہ عمدہ ہیں۔ مینا بولی اے طوطے تو عجیب مسخراپن کرتا ہے۔ جب کوئی وقت لطف انگیز قصہ کا آتا ہے تو وہیں چپ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی گذشتہ دو جلدوں میں کیا۔ ہاں میں سمجھی تیرا مطلب یہ ہے۔ کہ اشتیاق میرے قصہ سننے کا بڑھا رہے ہو۔ اچھا آپ کہنا کیجئے بیان کیا ہے جلد چہارم میں ہی سنینگے۔ راوی کہتا ہے۔ اس بادشاہ کی بیماری کا جواب اسی قصہ میں ہے۔ افاقہ ہوا مینا بولی۔ طوطے یہ بتاؤ کہ اس بادشاہ کو جسنے سر کٹوایا تھا۔ آرام ہوا۔ طوطا بولا یہ بھی ضمن بیان مہر اختر کے بیان کا ہوگا۔

تمام شد جلد سوم

طوطا مینا جلد چہارم

الموسوم بہ

باون سبھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح رائے ناظرین اولی الابصار ہو کہ بایاب قصہ طوطا و مینا کی تین جلدیں پیشکش ہو کر پسند ہر خاص و عام ہو گئیں۔ اب اشتیاق ناظرین نے جلد چہارم کے لکھنے پر مجبور کیا۔ لہذا یہ جلد چہارم موسوم بہ باون سبھا ہدیہ ناظرین ہے اور جلد پنجم بھی چھپنی شروع ہو گئی۔ خدا چاہے۔ بہت جلد تیار ہو گی۔ آگاہ ہونا چاہیئے یہ سوال مینا کے طوطا اسطرح جواب دہ ہوا۔ کہ مہر اختر فیروز بخت افروز سے اسطرح گویا ہوئی۔ کہ ان عشقوں سے جو تو نے میرے سامنے بیان کئے ہیں۔ اس شخص کا بہت بڑا اور اچھا عشق تھا۔ کہ جس نے اپنا سر کاٹ کر میرے حوالہ کیا۔ اور جان بحق تسلیم ہوا۔ فیروز بخت افروز یہ سنکر شکر ایزدی بجا لایا۔ اور آمنا و صدقنا کہکر دریافت کیا کہ اے مہر اختر اسکی اصل حقیقت کیونکر ہے اور یہ وقوعہ کس طرح ہوا۔ اُسنے کل حال مفصل گذشتہ جلد سوم برشاہزادہ فیروز بخت افروز سے بیان کیا شہزادہ فیروز بخت افروز نے سنکر کہا۔ درست اور بجا ہے بلا وجہ سر اپنا کاٹکر دیدینا اسی عاشق صادق کا کام تھا۔ اسی اثنا میں خورشید رو پوش نے نقاب چہرہ سے اٹھایا۔ اور برقندازان شاہی حسب دستوران کے پاس آموجود ہوئے اور دونو کو دست گرفتہ دربار شاہی میں حاضر لائے بدریافت شاہ عالم پناہ فیروز بخت افروز نے کل حقیقت جو کہ مہر اختر سے معلوم ہوئی تھی بیان کر کے کہا۔ ان دونوں محب و محبوب کی شادی کا انتظام کرنا چاہیئے۔ بادشاہ متحیر ہوئے اور کہا کجا زندہ و کجا مردہ یہ سنکر فیروز بخت افروز نے وہ لاش تہ خانہ مکان سے نکلوائی جو بجنسہ امانت رکھی تھی اور اس سر کو لاش سے ملا کر رکھا۔ اور مہر اختر سے کہا۔ کہ اس کشتہ عشق کے پاس جاؤ۔ تاکہ یہ عاشق بیجان اپنے دامن مراد کو کامرانی سے لبریز کہکر جان پائے حسب ارشاد مہر اختر اسکے پاس گئی وہ کشتہ بھی قدرت خداوند کریم سے کلمہ محمدی پڑھتا ہوا نہایت خورش و خورم بہ خندہ پیشانی الستادہ ہوا

تاظرین یہ معاملہ عجیب و غریب دیکھکر ایک عرصہ تک عالم حیرت و استعجاب میں رہے بادشاہ نے دوسرے روز ان دونوں کی شادی بڑے جلوس و شان و شوکت سے کی اور مینا بوجہ نیک نیتی کے بادشاہ کو بھی بفضل خداوند دو جہاں صحت کلی حاصل ہوئی اور شاہزادہ فیروز کو بھی کہ جس کا ذکر جلد اول میں کیا گیا ہے بیماری سے صحت ہونی شروع ہوئی۔

آمدم بر سر مطلب شاہزادہ فیروز بخت افروز چند روز بادشاہ عادل زمان کے یہاں مہمان رہا۔ بعد ازاں اجازت لیکر جانب شہر جنون خدا کو یاد کرتا ہوا صحرا بصحرا چل نکلا اور ایک جنگل پر خوف میں پہنچا کیا دیکھتا ہے کہ ایک نہایت طویل القامت نے ایک آدمی کو نہایت زور سے اپنی سونڈ میں پکڑ رکھا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا یار نہیں تھا اغیار تھا اپنا مطلب کیا اور تجھکو موت کے منہ میں پھنسا گیا کیونکہ میں تجھکو بغیر مارے ہرگز نہ چھوڑونگا خیر تو یہ تو بیان کر۔ کہ اس سے تیرا ملنا کیونکر ہوا۔ اور تیر ادمت قلبی کس طرح سے ہوا۔ وہ آدمی اس طرح سے بیان کرنے لگا۔ اور شاہزادہ فیروز بخت افروز بھی ایک درخت کی آڑ میں پوشیدہ یہ داستان سننے لگا۔

آغاز داستان

واضح ہو کہ میں ملک کوہستان کے مصور کا ایک بیٹا ہوں۔ اور میرا نام ساختہ پاسبانی ہے جبکہ میں سن بلوغت کو پہنچا تو میرا والد بزرگوار واسطے تلاش شادی جابجا پھرنے لگا۔ اور باتفاق اس شہر میں جو کہ سامنے نظر آتا ہے۔ آیا اور ایک مصور ذی ہنر کے یہاں میری نسبت شادی قرار دیکر واپس گیا۔ بہ قضا الہی چند روز میں میرے والدین کا انتقال ہوا۔ اس وقت کے غم و مصیبت کا کیا حال بیان کروں جو مجھ پر گذرا۔ غرضیکہ بعد ماتم داری ان کی کے کل اسباب خانہ داری براہ خدا خیرات کیا۔ اور اس مصور کے یہاں جس کے میرا باپ منسوب کر گیا تھا۔ بامید شادی آیا۔ اور احوال گذشتہ اپنے والدین کا روبرو اس کے سنایا۔ اس نے موت کا حال سنکر نہایت رنج و غم کیا۔ اور بعد گذرنے چالیس روز کے میری شادی اپنی دختر سے کر دی اور بہت اسباب و زر نقد جہیز میں دیا۔ بلکہ ایک مکان نہایت عالیشان بھی ہمارے رہنے کے واسطے نامزد کیا۔ اس مکان میں عروس داخل ہوئی۔ وقت صباح وہ اسباب و زیور جو کہ میرے خسر نے بطور جہیز کے ساتھ دیا تھا بیچ وہ سب اسباب براہ خدا خیرات کر دیا فقط ایک چارپائی پوشینی باقی

رہ گئے۔ تب میں نے اپنی عروس سے کہا۔ کہ اپنے والد سے کچھ مال و اسباب زر نقد لا۔ تاکہ اوقات
بسری ہو۔ وہ میرے کہنے کے موافق اپنے باپ کے پاس آئی۔ اور طالب روپیہ کی ہوئی۔
اس مرد خدا نے خشک جواب دیا۔ اور کہا کہ ایسے سخی الدم ہو۔ تو تم کر سخاوت کرو مجھ کو اسکا کہنا سخت
ناگوار گذرا اسی وقت اس جنگل میں واسطے لینے قلم زندہ دل کے آیا۔ اور دو تصویریں جو واقعی نہایت
بدصور تھیں۔ ایک کاغذ پر کھینچیں۔ اور اپنی بیوی کو دیکر کہا۔ کہ ان کو بازار گذری میں لے جا۔ اور
جو آدمی ان کی قیمت دریافت کرے تو دو لاکھ روپیہ بیان کرنا اور کہنا جو دروازہ پر رکھے سو دیکھے
موافق کہنے میرے کے وہ ان تصویروں کو بازار میں لیگئی۔ جو شخص قیمت دریافت کرتا۔ تو دو لاکھ
روپیہ بیان کرتی۔ اس وقت سامعین خندہ زن ہوتے تھے۔ اور کہتے کہ شاید یہ عورت مخبوط الحواس ہے
جو اس قدر واہی تباہی لاف زنی کرتی ہے۔ اور چلاتی جاتی ہے۔ اسی طرح شام ہو گئی۔
مینا بولی اور طوطے وہ تصویریں فروخت ہوئیں یا نہیں۔ طوطا اس طرح سے جواب دہ ہوا۔ کہ
وہ تصویریں فروخت ہوئیں اور دو لاکھ ہی روپیہ کو بکیں۔ جسکی تفصیل اجمالی اس طرح سے ہے
کہ وہاں کے بادشاہ کا دستور تھا۔ کہ جو کوئی اجنبی سوداگر اس بازار میں آتا اور اس کا مال سوداگری
نہ فروخت ہوتا۔ تو ملازمان شاہی سے بادشاہ وہ اسباب بہ قیمت حسب مرضی مالک مال خرید والبتہ
اور وہ مال غربا و مساکین کو براہ خدا دیا جاتا۔ اس روز بھی حسب معمول وزیر شاہی اس بازار
میں آیا دیکھا جملہ سوداگران کا اسباب فروخت ہو چکا مگر ایک عورت دو تصویریں لئے ہوئے بیٹھی ہے
دو لاکھ روپیہ انکی قیمت طلب کرتی ہے کہ جو ہیئت و صورت میں دو پیسہ کی بھی نہ معلوم ہوتی تھیں۔ یہ
سنکر وزیر غربا نواز کے پاس آیا اور احوال گذشتہ مطلب قیمت روبرو بادشاہ کے گذارش کیا۔
بادشاہ نوشیروان دل یہ سنتے ہی بازار میں تشریف لیگئے۔ اور اس عورت سے دریافت کیا۔ کہ ان
تصویروں کی قیمت کیا ہے۔ تو اس عورت نے پھر وہی دو لاکھ روپے بیان کیئے۔ اور کہا۔ کہ
جو رکھے سو دیکھے۔ بادشاہ یہ سنکر متعجب ہوئے۔ اور ایک لاکھ اُسکے حوالہ کیا۔ اور دوسرے لاکھ کا
روز فردا کا وعدہ کیا۔ اور وہ تصویریں اپنے پاس رکھیں۔ کہ دیکھیں عالم غیب سے کیا ظہور ہوتا ہے
قصہ کوتاہ جسوقت آفتاب عالمتاب نے منہ چھپایا۔ اور شب تاریک نمودار ہوئی۔ اس وقت ایک
تصویر بادشاہ کے پاس چلدی۔ بادشاہ اس خیال سے کہ دیکھے دوسری تصویر سے کیا ظہور
میں آتا ہے۔ بیدار رہے۔ غرضکہ وہ تصویر نصف شب کے گذرنے کے بعد رواں دواں واپس آئی
تو دوسری تصویر نے دریافت کیا کہ خیریت کیا گذری ہے جسوقت میں یہاں سے چلی کیا دیکھتی ہوں کہ باہر

شہر کے چار آدمی بیٹھے ہوئے مال تقسیم کر رہے ہیں۔ اور ایک پلنگ پر شاہزادی خواب غفلت میں بیہوش ہے۔

قصہ کوتاہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور یہ مال چوری کا کہاں سے لائے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ تجھ ایک مشت کاغذ کو اس سے کیا مطلب سروکار ہے۔ تب میں نے جواب دیا کہ میں اس شہر کا پاسبان ہوں۔ اور نصف شب میری پاسبانی ہے ان آدمیوں نے کہا چہ خوش کیا اچھی پاسبانی ہے۔ اچھا تو ہم کو گرفتار کر ہم یہ سب مال بادشاہ کے یہاں سے چرا کر لائے ہیں اور یہ پلنگ بادشاہزادی کا ہے اسی وقت مجھ کو طیش آیا! اور بقدر یو طویل القامت خونخوارہ کی بنکر ان چاروں دیدہ بےخوف کو خاک میں ملادیا اور شہزادی کو معہ پلنگ محل میں پہنچایا۔ اگر باور نہ ہو دیکھ لیجئے وہ چاروں لاشیں وہاں موجود ہیں۔ یہ کلمہ و کلام ان تصویروں کے سنکر بادشاہ ایک عالم حیرت واستعجاب میں رہا۔ اے مینا وہ تصویریں اپنی جائے تر و بادشاہ آکر بیٹھ گئیں دوسری تصویر اٹھ کر وہیں دروازہ مکان پر ایستادہ ہو گئی۔ اور دوسری تصویر وقت صبح صادق تصویر اوّل کے پاس آئی اور حرف زن ہوئی۔ کہ آج وقت طلوع آفتاب بادشاہ عالم پناہ راہ ملک عدم کو روانہ ہونگے۔ راوی گذارش پرداز ہے۔ کہ بادشاہ بیدار تھے یہ جملہ سنکر نہایت رنجیدہ و غمگین ہوئے یہاں تک کہ تمام بدن میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ اور سرخ و رنگ زرد ہو گیا

آمدم برسر مطلب اس تصویر نے تصویر دوم سے دریافت کیا۔ کہ کس وجہ سے مارے جائینگے۔ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کے پاپوش میں ایک سانپ بشکل سیاہ بیٹھا ہوا ہے۔ جس وقت شاہ عالم پناہ جوتہ پہنیں گے۔ تو اسی وقت نیش زن ہو گا۔ بادشاہ اسی وقت بوجہ نیش زنی فوراً ملک عدم کو روانہ ہونگے۔ تصویر اوّل بولی اگر بادشاہ پہنیں۔ اور پابرہنہ چلے جائیں۔ تب اسنے کہا۔ یہ دروازہ جو سامنے نظر آتا ہے جس وقت بادشاہ اس کے درمیان میں آئینگے۔ اسی وقت گر جائیگا بادشاہ دب کر فنا ہو گئے۔

تصویر اوّل گویا ہوئی۔ اگر بادشاہ اس دروازہ کو نہ جاویں۔ اور دوسرے دروازہ کو تشریف فرمائیں۔ تب تصویر دوم نے کہ بادشاہ جسوقت دربار عام میں تخت پر متمکن ہونگے۔ وہ تخت معہ بادشاہ زمین میں سما جائیگا۔ اور مینا پھر تصویر اوّل نے کہا۔ کہ اگر بادشاہ بروز آج تخت متمکن نہ ہوں۔ کیونکر جان جائے گی۔

تصویر دوم کہنے لگی۔ کہ جو بادشاہ ان حوادثات سے علیحدہ رہے تو کچھ آزار نہ آئیگا۔ یہ کہکر وہ تصویریں اسی جگہ پر جہاں بادشاہ نے رکھیں مقیم ہوئیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ بادشاہ عالم گیر

دوران ان دونوں تصویروں کے کلمہ و کلام سنتے تھے اور اپنے دل میں کہتے تھے کہ جو گفتگو وشنیدان دونوں کی باہم ہوئی ہے اگر سچ ہے تو یہ تصویریں دو لاکھ روپیہ کی تو کیا بلکہ بے تعداد و قیمت کی ہیں۔ اتنا میں بادشاہ کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی اور آفتاب طلوع بھی ہونے لگا تھا قصہ کوتاہ بادشاہ برہنہ پا ان تصویروں کے کہنے کے موافق چلے تو اسی وقت بادشاہ کی پاپوش سے ایک مار سیاہ وہاں کشادہ چشم آلودہ برآمد ہوا۔ بادشاہ خوف زدہ بہ تیز رفتاری دوسرے دروازہ کے درمیان کو باہر تشریف فرمائے تو دروازہ بھی جو کہ تصویر نے بیان کیا تھا۔ فوراً شق ہو کر گر پڑا بادشاہ یہ حادثات عدیدہ یکایک دیکھ کر نہایت متعجب ہوئے اور دل میں شکر ایزد ذوالجلال بجالائے اور کہنے لگے۔ اگر خداوند دو جہان یہ تصویریں نادر الوقت نہ بھیجتا تو کامل یقین تھا کہ ملک عدم کو روانہ ہوتا۔ کہتے ہیں بادشاہ خوف و دہشت سے اس روز دربار عام میں بھی تشریف نہ لیگئے الا دوپہر کیوقت خبر سنی کہ تخت سلطانی تہ زمین میں سما گیا یہ سنتے ہی بادشاہ نے متواتر سجدات شکر بدرگاہ مجیب الدعوات ادا کیئے بعد ازاں چوروں کو بھی جاکر دیکھا تو واقعی چار لاشیں موجود ہیں اب بادشاہ کی خوشی کا بیان کیا ہو جو کہ ان تصویروں کے آنے سے ہوئی۔ راوی کہتا ہے کہ بادشاہ نے اس مصور کو بلوا کر بقایا ایک لاکھ روپیہ بھی دیا اور کئی لاکھ روپیہ بطور انعام کے دیا اور اپنی مصاحبت میں جگہ دی۔ یہاں تک کہ اس مصور کو اپنے محل خاص میں بلا اجازت آمد و رفت کی اجازت دی اے مینا وہ مصور اس ہاتھی سے کہنے لگا کہ روز کا ذکر ہے کہ جسوقت میں گیا تو شاہزادی بیگم مجھ سے بولی کہ بادشاہ کو تم نے تو وہ تصویریں دیں اور ہمکو ایک سی بھی یاد نہ کیا یہ سنکر میں نے اپنے دل میں کہا کہ نہایت مناسب ہے کہ ایک تصویر شاہ بیگم کو بھی بنا دیجیے۔ غرض کہ اس جنگل میں بروز کل واسطے لینے قلم زندہ دل کے آیا اور تم کو دیکھکر بخوف ایک درخت پر چڑھ گیا اتفاقاً آپ بھی اسی درخت کے نیچے ایستادہ ہوئے تو اس عماری میں جو کہ تیری چھت پر ہے اس نازنین مہ جبین حسینہ و شکیلہ کو دیکھکر کہ جس کو بادشاہ لیے اپنے ہمراہ لیگیا اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر اس وقت میرا یار بادشاہ ہوتا تو وہ نہایت ہی محفوظ ہوتا۔ اسی عرصہ میں شام ہوگئی اور سب فیلہا بھی خونخوار ایک جنگل کو چلے گئے جسوقت راستہ ہوا تو میں بادشاہ کی پاس گیا اور احوال مفصل حرف بحرف سنایا بادشاہ کو شوق اس کے دیکھنے کا ہوا بلکہ تمام شب اختر شماری میں بسر کی اور ہزار جان سے عاشق دیدہ ہوا قصہ کوتاہ میں اور بادشاہ آج یہاں آئے اور اسی درخت پر چڑھ بیٹھے اور تمہارے آنے کے منتظر ہوئے

تھوڑے عرصہ کے بعد تم سب یہاں وارد ہوئے اور سب فیل واسطے چرانے کے چلے گئے اور صرف تم جب معمول روز فردا اسی درخت کے نیچے قیام پذیر ہوئے اور بادشاہ اس عورت کو دیکھکر عاشق و فریفتہ ہوئے اور وہ نازنین پری جمال بادشاہ کو دیکھکر دل و جان سے شیدا ہوئی الغرض بادشاہ نے اس عورت سے کہا کہ اس درخت پر میرے پاس چلی آئے تو بعید از بندہ نوازی نہ ہوگا اور میں تجھ سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ وہ عورت بولی کہ مجھکو تیرے پاس آنا بدل و جان منظور ہے مگر امر لاچاری ہے کیونکہ جسکی پشت پر میں سوار ہوں یہ میرا عاشق زار ہے جسوقت یہ ہلکاپن میرے اُٹھنے کا معلوم کریگا اسیوقت مجھکو اور تجھکو جان بحق تسلیم کریگا۔ غرضیکہ اس عورت نے میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ آدمی جو آپکے پاس موجود ہے اس کی سعی کوشش سے تو یہ کام انجام ہو سکتا ہے یہ سنکر یہ جواب دیا کہ میرے لائق جو کام ہو وہ فرمائیے میں وہ کام بدل و جان انجام دوں وہ عورت مجھ سے اسطرح کہنے لگی کہ تم اس عماری میں اسطرح سے آہستگی کے ساتھ قدم انداز ہو تاکہ کسی قدر بھی حال معلوم نہ ہو اور بادشاہ سے کہا کہ تم میرا ہاتھ پکڑلو جسوقت یہ شخص عماری میں پا انداز ہو تم مجھکو فوراً اپنی طرف اُٹھالینا۔ غرضیکہ اس تدبیر کے موافق وہ عورت درخت پر بر بادشاہ پہونچکر اور تیری نظر سے مخفی جانب شہر کو روانہ ہوئی۔ اور میں تیری پشت پر بیٹھا رہا اب حال آئندہ تیری پیش نظر ہے اے مینا یہ داستان اس مصور کی ہاتھی سنکر نہایت غضبناک ہوکر کہنے لگا کہ جو کچھ تو نے کہا سب ٹھیک ہے۔ مگر یاں جدائی میری دلدار پر الزام کا تو ہی ہے۔ اور وہ تیرا دشمن جان جس کو تو بار بار کے خطاب سے ملزم کرتا ہے اس سے مجھکو اور زیادہ غصہ آتا ہے۔ اور ملحوظ خاطر رہے وہ عورت ایک بہت بڑی ذی فہم بادشاہ کی دختر ہے میں اُسکے سودائے عشق میں مثل دیوانوں اور وحشیوں کے بارہ برس برابر پھرا۔ ہزار وقت و پریشانی و جانکاہی کے بعد عرصہ چھ ماہ سے دل کو تسکین تھی سو آج تو نے خاک میں ملادی اور میں بدیں وجہ کہ کوئی دست اندازی نہ کرے یہ ہیبت فیل خونخوار اپنی پشت پر لئے پھرتا تھا۔ مینا بولی اے طوطے کیا وہ ہاتھی نہ تھا طوطا بولا کہ وہ سب فیل جنس جن آتشی اصل سے تھے۔ مینا نے دریافت کیا ہو وہ اسطرح کہنے لگا کہ مجھکو افسوس یہ زیادہ ہے کہ باوجودیکہ بادشاہ تجھ کو زندہ درگور کر گیا اور اپنا کام کر کے بیٹھ گیا اور مجھ خستہ دل کو بے چین و بے آرام کر گیا اور تو یار یار کہتا ہے اب میں تجھ کو بغیر ہلاک کئے ہرگز نہ چھوڑونگا۔ یہ کہکر وہ فراق یار میں اس طرح غزل خوان ہوا۔

غزل

نہیں آیا نظر اب تک جو وہ بے مہر یار اپنا
خدا حافظ ہے اے یارو ہوا دل بے قرار اپنا

صبا کہیو میرا پیغام اس بے مہر سے اتنا
شتاب آ جو کچھ ہو یاد وہ قول و قرار اپنا

ہوا شعور جنون مجھ کو خدا حافظ ہے اے یارو
بجا ہے کیجئے خوب ہی گریبان تار تار اپنا

کبھی اصغر نہ کھولے آنکھ ہرگز شرم سے نرگس
اگر آوے چمن میں وہ صنوبر دستان اپنا

غزل

کہا چاہوں تمہارے ظالم ہیں کچھ تجھ سے بیان اپنا
ولیکن ان دنوں میں تو نہیں ہے مہربان اپنا

وہ آوے چمن میں وہ صنوبر دستان اپنا
تو ہر گل پیشکش لاوے متاع مہر و جان اپنا

چمن میں کیا کریں جا کر کہ ہے از بسکہ بیزاری
نہ بلبل سے ہمیں الفت نہ گل ہے دلستان اپنا

ہیں اس صیاد کے ہاتھوں سے اب تک گرفتار ہو
نہ کیجو اس چمن میں بلبلو تم آشیان اپنا

تو کاہے کو کسی سے آشنا ہوتا ہے اے اصغر
تیرا ہے حیدر کرار شاہ دو جہاں اپنا

غزل

چھینے کیا ہے آہ میرے قرار دل
رہتا ہے اس کی یاد میں بے اختیار دل

دل کو تو لے چکے ہو میری جان ایکبار
پھر کیا سبب ہے مانگتے ہو جو بار بار دل

کیا جانے کدھر گیا آوارہ ہو گیا
ہوتا نہیں جو ہم سے کبھی دو چار دل

مضطر سا آشنا نہ کوئی پاؤ گے اب
گر اور تم کو دیوینگے پیارے ہزار دل

اے مینا وہ ہاتھی بعد ازاں اس مصور سے کہنے لگا او نادان ناہنجار تیرا وہ یار نہیں تھا اور میں تجھکو ضرور ماروں گا مگر خیر ابھی ایک داستان دو یاروں کی تجھ کو سناتا ہوں تا کہ احوال دوستی و دشمنی کا تیرے دل پر روشن و ہویدا ہو جاوے۔ اور وہ یہ ہے

جانا صاحب بخت کا معہ صاحب فطرت کے اپنے خسر کے یہاں اور مارا جانا صاحب بخت کا اپنی اہلیہ کے ہاتھ سے اور دوبارہ زندہ ہونا صاحب فطرت کی اہلیہ کی دانائی سے اور تاریخ باون سبہا کی تلاش میں سرگرم ہونا اور بعد کوشش بسیار کے داخل ہونا باون سبہا میں

راویان رنگین بیان و ناقلان حکایت اقرا اس حکایت تعجب خیز اور حیرت آمیز کو اس طرح سے

معرض تحریر میں لاتے ہیں کہ زمانہ سابق میں ایک امیرزادہ صاحب بخت اور وزیرزادہ صاحب فطرت تھا کہتے ہیں کہ ان دونوں میں اسقدر پیار و اخلاص تھا کہ جو ایک روز بھی ایک دوسرے سے نہ ملتا تو یہ دونوں بیتاب و بیقرار ہو جاتے ایک روز کا ذکر ہے کہ امیرزادہ نے وزیرزادہ صاحب فطرت سے کہا کہ میری اہل خانہ ایک عرصہ سے اپنے والدین کے یہاں گئی ہوئی ہے اگر مناسب ہو اسکو لے آویں وزیرزادہ بولا کہ یہ نہایت مناسب ہے اور یہ کمترین بھی ہمراہ رکاب جناب والا حاضر رہیگا غرضکہ یہ دونوں بڑی شان و جلوس سے امیرزادہ کے خسر کے ہاں کو روانہ ہوئے اور بعد قطع منازل چند روز میں پہونچے امیرزادہ کا خسر نہایت تواضع و خاطرداری سے پیش آیا اور وقت شام دسترخوان انکے روبرو بچھایا اور طعامہائے لذیذ و خوش ذائقہ انواع قسم قسم کے دسترخوان پر چنے گئے یہاں تک کہ انکے روبرو ایک انبار کھانیکا لگ گیا اور چند چاندیکی رکابوں میں طرح طرح کے مربہ مثل سیب ناشپاتی و انبہ وغیرہ علےٰ ہذا آچار بھی اسی قدر آیا اور قسم قسم کی مٹھائیاں موجود تھیں غرضیکہ معہ خسر کھانے میں مصروف ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کھانے نہایت ہی لذیذ اور پاکیزہ تھے۔ مگر اکثر طعام نہایت ہی خوش ذائقہ تھے مثل پلاؤ و بریانی و شیرمال و باقرخانی و قورما۔ اے مینا بعد الفراغ طعام امیرزادہ بالائے بام اپنی اہلیہ کے پاس گیا۔ اور بآرام عیش قیام گزین ہوا اور بتقاضائے محبت قلبی سے صاحب فطرت بھی باہر کے برآمدے میں آرام گزین ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ جس وقت نصف شب گذری امیرزادہ خواب غفلت میں بیہوش ہوا تو اُس کی بیوی وہاں سے اُٹھی اور بآہستگی رفتار باہر کو چلی تو وزیرزادہ کی چارپائی میں اُسکا پاؤں لگا اُسی وقت بیدار ہوا۔ مگر خاموش لب بند ذرا بھی حرکت نہ کی۔ مگر اس کی جانب کو دیکھتا رہا اے مینا وہ یعنی صاحب بخت کی اہلیہ ایک کمند کے ذریعہ سے نیچے محل کے اتری اور بیرون شہر ایک جانب جنگل کی روانہ ہوئی یہ معاملہ حیرت انگیز وزیرزادہ دیکھ کر واسطے انکشاف راز کے اس کے ہی عقب میں روانہ ہوا کہتے ہیں بعد قطع راہ قریب ایک میل کے ایک باغ پر فضا نظر آیا اور وسط باغ میں ایک بارہ دری جو جھاڑ فانوس کی روشنی سے جگمگا رہی تھی فرش سے آراستہ مسند و تکیہ زرنگار کی بہار پردہ ہائے زریں دروں پر پڑے خاصدان و اوگالدان وغیرہ اپنے قرینے سے دھرے چنگیریاں و گلدستہ ہائے قسم قسم کے موجود۔ غرضیکہ تمام خوشبو سے مہک رہا تھا ایک مسند پر ایک مرد سوتا تھا اُسنے مسند کے پاس جاکر خوف زدہ مانند بید لرزاں اس مرد کو جگایا ہی مرد خشم آلود بیدار ہوا اور اس سے کہا وہ لائی مینا بولی وہ کیا اُسنے جواب دیا وہ یہ بات ہے کہ وہ مرد عامل تھا

اور اُس کی بیوی اس مرد سے یہ درخواست رکھتی تھی۔ کہ میں شہر اجنبر کی سلطانہ ہوجاؤں اور وہ مرد عامل اسکے عوض میں مالا طلب کرتا تھا جو اُسکا شوہر ہمیشہ اپنے گلے میں رکھتا تھا اور کسی کو نہ دیتا تھا وہ یعنی صاحب بخت کی اہلیہ بولی کہ میرا شوہر تو آگیا اور وہ اسکے گلے میں ہے ابھی لاتی ہوں یہ کہہ کر وہاں سے چلی۔ ادہر وزیرزادہ یعنی صاحب فطرت بھی اُس کے پہلے سے پوشیدہ ہوکر بالائے بام اپنی جا پر مانند خفیہ آدمیوں کے اسی پلنگ پر آکر لیٹ رہا بعد ازاں وہ بھی اسی کمند کی راہ سے بالائے بام آئی اور باستعجاب چراغ روشن کیا اور ایک کھونٹی پر سے تلوار آبدار اتار میان سے باہر کر ادہر اُدہر دیکھنے لگی جبکہ کسی کو دہیان نہ دیکھا صرف ایک وزیرزادہ یا اسکا شوہر یعنے صاحب بخت نظر پڑا وہ بھی خواب غفلت میں بیخوف و دہشت اسکا سر بدن سے جدا کیا اور مالا اسکے گلے میں سے اتار کرلے چلدی۔ اسوقت امیرزادہ غصے سے نہایت بیتاب ہوا اور چاہتا تھا کہ اس سنگین بے رحم کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اس کا سر بدن سے علیحدہ کرے مگر عقل نے روکا اور سمجھایا کہ اب تو وہ مرہی چکا اسکے مارنے سے زندہ نہیں ہوتا الا اسکی کارروائی کو دیکھنا چاہیئے کہ آگے یہ کیا فتنہ برپا کرتی ہے۔

قصہ کوتاہ مالا لیکر اس مرد کے پاس آئی اور کہا یہ لو اس کی وجہ سے شوہر صاحب کی بھی جان گئی۔ اس دفعہ بھی وزیرزادہ اُس کے ہمراہ تھا۔

راوی اختصار نویس گذارش پرواز ہے کہ وہ مرد اُس پہ زیادہ ناراض ہوا اور کہنے لگا ایسے باطمع سے خدا بچائے اور کہا جا اپنا کام کر اب مجھ سے کچھ امید نہ رکھنا اصلاً یہ مالا بھی چھوڑی وہ عورت نا امید ہوکر واپس آئی ادہر یہ ماجرا دیکھکر وزیرزادہ صاحب فطرت تو پہلے جائے قدیم پر آکر قیام گزین ہوا اور حسب دستور لیٹ رہا بعد ازاں وہ عورت بھی آپہونچی تھوڑی دیر کے بعد شور و غل کرنے لگی اور گریبان پھاڑنے لگی کہ ہے ہے چوروں نے یہ کیا حال کیا میرے شوہر عزیز کا سر کاٹ ڈالا۔ اور مجھ کو بھی زدوکوب کیا افسوس صد افسوس مدد کو نہ پہنچا یہ شور و غل سنکر صاحب فطرت اٹھا اور اسی کی طرفداری کی باتیں کرنے لگا یہ کہ افسوس صد افسوس وہ بدمعاش خدا ان کو غارت کرے کدہر فرار ہوگئے۔ جو میں انکو دیکھ پاتا تو پرزے پرزے اوڑاؤں اور شریک واویلا ہوا۔ اسی اثنا میں سینکڑوں برقنداز شاہی وغیرہ آموجود ہوئے اور بعد افسوس بسیار کے تلاش چوروں کی کرنے لگے اسی اثنا میں آفتاب جہان تاب نے منہ دکھایا۔ اور صبح نمودار ہوئی۔ ادہر صاحب فطرت

کی بن آئی۔ رات کی ساری بات کہہ سنائی جو کہ چوروں کو جھوٹا اتہام لگایا تھا وہ باطل کیا اور اس مرد کا بھی حال کہا۔ حاکم وقت نے تحقیقات شروع کی اور اس مرد کو بھی بلوایا اور پریشان حال ہوا۔ اس مرد نے کل حال حرف بحرف سنایا۔ ذرا بھی نہ چھپایا۔ حاکم نے اس کو اپنے دار الحکومت سے نکال دیا اور اسکو بر سر دار چڑھایا۔ صاحب کی تجہیز و تکفین کی ٹھہرائی مگر صاحب فطرت اس کاروائی سے مانع ہوا اور حرف زن ہوا کہ یہ استخوان ہائے عزیز تو اس نیاز مند کے ہاتھ رہیں گی سب نے منع کیا ایک نہ سنی۔ اور ناصحوں کی نصیحت گوش گذار کرکے اسکی لاش توڑ کر ایک صندوق میں رکھی اور اپنی پشت پر رکھ کر وہاں سے چلدیا ہر ایک آدمی اس کی محبت کی تعریف کرنے لگ گیا۔

اے مینا بعد طے راہ چندروز کے اپنے خسر کے یہاں پہنچا وہ اپنے داماد کی یہ حالت دیکھ نہایت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ ایسی کیا مصیبت اور تباہی تم پر نازل ہوئی ہے اس قدر بار گراں کو اپنے اوپر گوارا کیا۔

صاحب فطرت اول تو آبدیدہ ہوا اور نہایت افسوس کیا۔ بعد ازاں خسر نے اپنے داماد کو تسلی اور تشفی دے کر حمام میں بھیجا اور ایک پوشاک نہایت نفیس اسکو پہنائی اے مینا صاحب فطرت بھی بالائے بام اپنی اہلیہ کے پاس گیا۔ الا اس صندوق کو اپنے پاس رکھا اس نے صندوق کے ہمراہ لانے کی کیفیت دریافت کی صاحب فطرت نے حرف بحرف احوال کہہ سنایا۔ وہ سب حال سنکر نہایت رنجیدہ اور غمگین ہوئی۔

کہتے ہیں کہ گفت و شنید میں قریب نصف شب گذر گئی اسی اثنا میں شیر کی آواز جنگل کی طرف سے آئی وہ وہاں سے اٹھے اور ایک کمند کے ذریعہ سے جانب جنگل روانہ ہوئی صاحب فطرت بھی اسکے عقب میں روانہ ہوا مگر اپنے دل میں بہت حیران و پریشان تھا۔ کہ یا الٰہی یہاں بھی وہی معاملہ درپیش ہے جو صاحب بخت کے ظہور میں آیا تھا۔ دیکھئے پردہ غیب سے کیا ظہور ہوتا ہے۔

قصہ کوتہ وہ اس شیر کے پاس پہنچی اور اپنی ران سے ایک پارچہ گوشت کا اتارا اور شیر کے حوالے کیا اس نے کھایا اور ایک درخت کے نیچے زمین کھودی وہاں سے ایک شیشی برآمد ہوئی۔ وہ شیشی اسکے حوالے کی منعم نادی اس کو وہاں سے لیکر خوش و خرم روانہ ہوئے اے مینا صاحب فطرت اس سے پہلے بالائے بام آیا بعد ازاں وہ شیشی ہاتھ میں لئے

ہوئے نہایت مسرور خاطر اپنے شوہر کے پاس آئی صاحب فطرت نے جانیکا احوال دریافت
کیا وہ اس طرح گویا ہوئی کہ وہ آواز جو شیر کی آئی تھی اُس کا منشا یہ تھا۔ کہ جو شخص مجھ کو
اس وقت قدرے گوشت کھلائے تو میں اُس کو ایک شیشی آبحیات کی دوں میں یہ آواز سن
کر تیرے دوست صاحب بخت کی خاطر وہاں گئی اور اپنی ران کھول کر اسکو دکھائی کہ یہاں کا گوشت
میں نے اسکو کھلایا ہے تب اس شیر نے یہ آبحیات عنایت کیا وہ یہ سنکر نہایت خوش اور مسرور
ہوا اور اپنی بیوی کو چھاتی سے لگا کر شاباش دی مینا بولی اے طوطے معلوم ہے کہ وہ جانورو
کی آواز اور انکی بول چال ضرور سمجھتی ہوگی۔ طوطے نے کہا بے شک سمجھتی تھی
راوی کہتا ہے صاحب فطرت نے اس صندوق کو کھولا اور قدرے آبحیات استخوان ہا
عزیز صاحب بخت پر چھڑکا وہ بہ فضل ایزد ذوالجلال کلمہ محمدی پڑھتا ہوا فی الفور ایستادہ ہوا
اور نئے سر سے خوشی کا سب سامان ہوا۔ اول سے آخر تک کل احوال صاحب فطرت نے
امیر زادہ کے روبرو بیان کیا۔ منعم زادی نے اپنے شوہر کو مبارکباد دی وہ پھولا نہ سمایا اور
صاحب بخت نے ہزارہا سجدات شکرانہ بدرگاہ الٰہی ادا کئے وقت صبح اس معاملہ کی جا بجا
شہرت ہوئی ہر ایک نے مبارکباد دی منعم زادی کی سہیلیاں صدقے کیواسطے چاندی اڑد تیل وغیرہ لائیں
اڑد کوئی سر سے چھوانے لگی ٹکے کو صدقے کے لانے لگی
قصہ مختصر اسی طرح کئی روز گزر گئے ایک روز کا ذکر ہے کہ یہ دونوں یعنے منعم زادہ و صاحب بخت
برائے تفریح طبع ایک باغ میں سیر کناں پھرتے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جانور نہایت طویل
قامت مانند باد صرصر چلا آتا ہے اور اُس کے پنجوں میں ایک طفل سن صغیر تڑپ رہا ہے کہتے ہیں
کہ وہ جانور اس باغ کے قریب آکر بیٹھا تو وہ طفل اور بھی تڑپنے لگا۔ یہ جانور اس طفل کے
ٹکڑے کیا چاہتا تھا کہ صاحب فطرت کو رحم آیا اور شمشیر برہنہ لیکر اس جانور کیطرف کو چلا
اے مینا وہ جانور اُسکو بھی پنجوں میں پکڑ کے لے اڑا۔ ادھر امیر زادہ کا حال خراب ہوا۔ بلکہ صدمہ
مفارقت سے بیہوش ہوا ایک عرصہ کے بعد کچھ ہوش ہوا تو مانند وحشیوں اور دیوانوں
کے اُس جانب کو روانہ ہوا کہ جس طرف کو وہ جانور پرواز کر گیا تھا غرضکہ دن رات اُسکی جستجو
اور تلاش میں کوہ و صحرا طے کرتا ہوا چلا جاتا تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ خداوند کریم کارساز
سے امید قوی ہے کہ میں اپنے دوست سے ملوں کیونکہ جس وقت وہ جانور کسی جگہ قیام کریں
ہوگا اسی وقت منعم زادہ نے داخل جہنم بہ ضرب استوار کیا ہوگا۔

الا اس کا پتہ و نشان ملنا ایک امر محال معلوم ہوتا ہے سو وہ بھی خداوند دو جہان پر لائیگا۔ یہ کہنا اور صحرا نوردی کرتا چلا جاتا تھا۔ اتفاقاً بر لب دریا پہنچا اور تماشا موجہائے دریا کا دیکھنے لگا۔ اے مینا صاحب بخت کو ایسی یکایک نیند آگئی کہ اسی وقت غفلت کی خواب میں بیہوش ہوگیا اور کچھ سُدھ بدھ نہ رہی۔

راوی گذارش پرداز ہے کہ جس وقت امیرزادہ نے کروٹ لی تو دریا کے کنارے سے اندر داخل ہوا کیا دیکھتا ہے کہ ہیں ایک مکان عالیشان میں موجود ہوں جو نہایت ہی نفیس اور فرش فروش سے آراستہ مسندہائے زرنگار سے پیراستہ قالین و غالیچہ کے ہر چہار طرف بہار جھاڑ و فانوس کی چمک آئینہ کی دمک گلکاری کی گلزار ارکام طلائی بہار مکان کی فردوس چمن ہے غرضیکہ ہر ایک طرح کی علیحدہ پھبن ہے امیرزادہ اُسے دیکھے یا ایسے دیکھے ایک عالم حیرت و استعجاب میں تھا اور مثل دیوانہ دار مکان شیشہ پھرتا تھا کہ بارخدایا یہ کیا ماجرا ہے اور یہاں میں کیونکر پہنچایا گیا صرف خواب و خیال ہے جو میں دیکھ رہا ہوں اسی اثنا میں ایک آواز آئی جیسے چند آدمی کہتے ہیں کہ میرا حق ہے اور دوسرا کہتا تھا یہ میرا حق ہے۔

اے مینا امیرزادہ صاحب بخت نے جو ایک طرف دیکھا چار پریاں نہایت حسین و خوبصورت متکلم ہیں ایک کہتی ہے کہ اس شخص کو آج میں نوش کرونگی دوسری کہتی ہے۔ کہ سوائے میرے کس کی طاقت و مجال ہے جو اس نعمت غیر مترقبہ پر دست اندازی کرے۔ اور حق بجانب بھی یہی ہے۔

صاحب بخت یہ کلمات سنکر اور بھی متحیر ہوا غرض کہ اسی گفت و شنید میں نوبت باینجا رسید کہ آفتاب غروب ہوا اور باہم ان چار پریوں کے یہ قرار پایا کہ اس کو میوہ ہائے لذیذ فرحت پہنچا کر خوب موٹا کیا جائے اس وقت پر چار حصہ پر تقسیم کرلینا بعد ازاں ایک پری پیکر صاحب بخت کے پاس آئی اور بیٹھ گئی اور چند ساغر ہائے شراب ربانی سے بھر کر اُس کو دیئے صاحب بخت نے بخوشی دل و طوع خاطر جامہائے مے نوش کیئے اور تمام رنج و صعوبات راستہ کے بھول گیا مگر اسی وقت منعم زادہ یاد آیا اور پھر غمگین ہوا اور کہنے لگا افسوس صد افسوس میں تو اس عیش و آرام میں مبتلا ہوں اور خدا جانے کہ صاحب فطرت کس آفت اور مصیبت کی حالت میں گرفتار ہوا ہوگا۔

اے مینا اسی اثنا میں دسترخوان بچھایا اور طعامہائے لذیذ چنے گئے بعد ازاں سامان عیش

وطرب موجود ہوا یعنی باقی دو پریاں معہ ساز و سامان رقص و سرود یعنے سارنگیاں و طبلہ چپیاں وغیرہ انکے ہمراہ محل عیش میں داخل ہوئے اور ناچنا شروع کیا اے مینا رقص و سرود کو دیکھ کر دنگ ہو گیا چشم فلک کا رنگ فق ہو گیا زہرہ دم بخود ہوئی اور در و دیوار ہلنے لگے ہر چہار طرف سے خلق کا ہجوم ہوا جس کو دیکھا ششدر اور سایہ نقش دیوار بن رہا تھا ہر ایک تان پر عاشق کا دل قربان تھا مگر امیرزادہ کو صاحب فطرت کی یاد کی سوا کچھ نہ خیال تھا کبھی کبھی پژمردہ دل سے انکی دل شکنی کے واسطے یہ کہہ دیتا کہ واہ جی خوب کسی استاد نے بھی خوب کہا ہے۔

اگر لاکھ طرح کی سیر تماشا بہار ہو	اپنا تو دل وہاں لگے جہاں اپنا یار ہو

اے مینا ایک پری جو سب سے چھوٹی تھی امیرزادہ کو پژمردہ خاطر دیکھکر پہچان گئی کہ یہی مرد زن کے عشق میں مبتلا ہے اور اُسی کی جستجو میں طلسم پھنسکر یہاں آئی ہے بدیں وجہ اُس کو یہ رقص اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے یہ مثل سچ ہے کہ جس سے دل چاہے اسکا اور کچھے اسکے وضع قطع میں بھی ایک انداز دلیری معلوم ہوتا ہے اور دل جس کو رغبت نہ کرے اسکے سب ناز و انداز و خوش رفتار نہایت ہیچ معلوم ہوتے ہیں غرضیکہ اُس پری نے حسب طبیعت امیرزادہ کے یہ غزل میاں لال صاحب کی حال سے گائی۔ وہ غزل یہ ہے۔

غزل

کب تلک فرقت میں اپنی اے صنم تڑپائیگا	میرے تڑپانے سے تجھکو کیا مزہ ملجائیگا
میں تو مرجاؤں گا تیرے ہجر میں لیکن صنم	بعد میرے تو بہت جان جہاں پچھتائیگا
کچھ نہیں خوف خدا تجھکو ذرا اے دلربا	کیا وہاں روز جزا خالق کو منہ دکھلائیگا
کیوں خفا رہتے ہو پیارے کیا خطا مجھ سے ہوئی	دربدر فرقت میں کب تک مہربان پھروائیگا
شاد ہو وصل صنم سے رنج اتنا ہے مگر	بعد میرے کون یہ زلف دوتا سلجھائیگا
آپکی بانکی ادا تو قتل کرتے ہے مجھے	تیر مژگاں سے نہ مارو دل کہیں چھد جائیگا
موسم گل بھی ہے دلربا اور ہے فصل بہار	جان بلب ہوں اے پیارے کب تلک ترسائیگا
بات قیبر میں ہے تمہاری تم نہ بولو اے صنم	باغ میں بلبل سنے گی سنکے وہ شرمائیگا

جان بلب ہے لال اسدم آکے دیکھو اب ذرا
جان تو جاتی ہے پیارے پھر صنم کب آئیگا

اے مینا تمام شب اسی رقص و سرود میں بسر ہوئی اور بوجہ بیداری کے تین پریاں

تو خواب غفلت میں بیہوش ہوئیں مگر ایک پری جو سب سے چھوٹی تھی اور حسین بھی تھی بیدار رہی اور امیرزادہ بغم مفارقت منعمزادہ میں خاموش و لب بند ایک جگہ پر بیٹھ گیا۔ وہ پری امیرزادہ سے اسطرح سے گویا ہوئی کہ اے مرد نوعمر مجھکو تیری جوانی پر نہایت افسوس آتا ہے بلکہ تمام شب رنج و غم میں بسر ہوئی کیونکہ یہ مکان بنائے جادو ہے اور بانیان طلسم نے واسطے ہلاک ہونے اس آدمی کے جو وارد طلسم ہوتا ہے یہ چاروں پریاں بہ تاثیر ملک المعت قرار دی ہیں اور انکا یہ دستور ہے کہ جو شخص کسیوجہ سے یہاں آتا ہے تو اُسکو رقص و سرود سنا کر اور میوہ ہائے و طعام خوش گوار کھلا کر خوش رکھتے ہیں تاکہ وہ آدمزاد خوب فربہ ہو جائے بعد ازاں اُسکو ذبح کر کے حصہ رسد اسکا خاتمہ ہو تا گوشت تقسیم کر کے طعام ہائے لذیذ پکاتے ہیں غرضکہ اس طور سے اُس کا خاتمہ ہوتا ہے اور یہ مکان طلسم شہر جنون کا چہارم مکان ہے۔

اے مینا طلسم جنون کا نام سنکر شاہزادہ فیروز بخت افروز جو یہ داستان پوشیدہ طور پر سن رہا تھا نہایت خوش ہوا اور کاروائی مذکور کو اپنے دل میں جانشین کیا۔

راوی سلسلہ بند داستان گذارش پرواز ہے کہ یہ باتیں سنکر امیرزادہ اپنے دل میں بہت ڈرا اور اس پری سے بخوشامد دریافت کرنے لگا کہ کوئی صورت و تدبیر ایسی بھی ہے جو میں بلائے بے درمان سے نجات پاؤں۔ وہ پری رحمدل اسطرح سے گویا ہوئی کہ جو مکان تیرے روبرو نظر آتا ہے اسمیں اسپہائے پروازی موجود ہیں وقت شام انکو دانہ کھلایا جاتا ہے جسوقت سب پریاں انکو دانہ کھلا کر فارغ ہوں تو اسی وقت اس گھوڑے پر جو سب سے کلان ہے اور رفتار میں بھی سب سے زیادہ پرواز کرتا ہے بہ چستی و چالاکی سوار ہونا اور وہیں ایک چابک طلسمی رکھا ہوا ہے تم فوراً اس ضرب استوار سے اس اسپ کے لگانا تاکہ اسکے بدن کی کھال سرخ ہو جائے تو وہ گھوڑا تم کو لیکر پرواز کر جائیگا اور ایک دشت میں قیام گزیں ہوگا اُس سے اترکر اپنے ملک کا راستہ لینا کیونکہ وہاں سے قدرتی آبادی بہت نزدیک ہے۔

قصہ کوتاہ جسوقت پریاں اسپہائے کو دانہ کھلانے سے فارغ ہوئیں تو امیرزادہ باستعجال اسی گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک تازیانہ اس زور سے اس اسپ کو لگایا کہ وہ اسپ خشم آلود ہوئے آسمان پرواز کر گیا۔ وہ سب پریاں یہ حالت دیکھکر نہایت بیقرار ہوئیں اور یہ شعر زبان حال سے کہا بقول میاں لال صاحب ؎

مجھے چھوڑ کر اب چلے ہو کہاں　　بس اب حضرت دل نہ مایوس چھوڑو

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا

راوی ان پریوں کو بیتاب و مضطر اور امیرزادہ صاحب بخت کا اسپ پر سوار اور پرواز ہوئے سوئے آسمان چھوڑ کر ادب دو کلمہ حال حیرت مآل منعم زادہ صاحب فطرت کے معرض بیان میں لاتا ہے

اے مینا ملحوظ ہے جس وقت منعم زادہ کو جانور طویل القامت لیکر اڑا تو ایک ایسے دشت میں پہنچا جہاں سوائے ہیرے اور یاقوت کے کچھ نہیں نظر آتا کہتے ہیں کہ بروز قیام کرنے جانور کے ایک تلوار منعم زادہ نے ایسی لگائی کہ اُسی وقت اُسکے دو ٹکڑے ہوگئے اور اُسکی روح قفس عنصر سے پرواز کر گئی تب منعم زادہ باطمینان چاروں طرف کو دیکھنے لگا۔

مینا بولی اے طوطے یہ تو بتاؤ کہ وہ بچہ بانی مبتلائے مصیبت منعم زادہ صاحب فطرت ہوا تھا کیا ہوا طوطا اس طرح سے جواب دہ ہوا کہ اس طفل کو منعم زادہ نے جنگل موذی سے نکلوایا اور ایک جانب کو معہ اس طفل کے سیر کناں چلدیا اے مینا امیر صاحب بخت افروز کی یاد میں بے ہوش ہوا الا ملنے دلدار کے سے خوش ہوا مگر اپنے دل میں کہتا تھا کہ ملنا امیرزادہ کا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے کیونکہ خدا جانے میں کس سرزمین میں ہوں اور وہ اب کہاں ہوگا یہ کہتا اور خدا کو یاد کرتا ہوا چلا جاتا تھا کیا دیکھتا کہ ایک دروازہ جسمیں کہ صرف ایک آدمی نکل سکتا زمین و اخل ہوا تو نیچے زمین میں دکھائی دیا۔ یہ چند دانہ ہائے یاقوت ہیرے لیکر معہ اس طفل کے اس دروازہ میں داخل ہوا تو اپنے آپ کو ایک دشت پر وحشت میں پایا واپس ہوکر جب لوٹنا چاہا تو اس دروازہ کا نشان نہ پایا مجبور اس صحرا میں پریشان و سرگردان پھرنے لگا اے مینا منعم زادہ تین شبانہ روز متواتر بے آب و دانہ رہا اور وہاں کسی جگہ ایک درخت کا نشان بھی نہ پایا۔

اور مینا بوجہ فاقہ کشی کے طاقت رفتار بھی زائل ہوگئی۔ اور طفل بھی بیچارہ جو اُسکے ہمراہ تھا صدمات فاقہ سے جان بحق تسلیم ہوا منعم زادہ صاحب فطرت کو اُسکے مرنے سے نہایت رنج ہوا ایک تو صدمات بوقلموں سے تنگ تھا ہی دوسرے اس بچہ کا اور بھی صدمہ ہوا قصہ کوتاہ اپنی زندگی سے نہایت ہو کر چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو خنجر آبدار سے ہلاک کر ڈالا آواز

غیبی مانع ہوئی اور کہا کہ خبردار زنہار حرام موت نہ مرنا اور اپنے آپکو رو در گاہ قاضی الحاجات سے نہ کر نا اب عنقریب بفضل خدا اپنے مقصد پر کامیاب ہوگا اور اس دوست قلبی یعنی صاحب بخت سے ملیگا اے مینا منعم زادہ اسی رنج و غم میں ایک درخت کے نیچے زیر سایہ قیام پذیر ہوا گیا دیکھتا ہے کہ ایک اسپ آسمان سے جانب زمین چلا آتا ہے اور اسپر ایک شخص نوجوان سوار ہوا ہے متصل اسی درخت کے وہ بھی پذیر ہوا تو معلوم ہوا کہ صاحب بخت ہے منعم زادہ دیکھکر نہایت خوش ہوا اور عرصہ تک خوب بغلگیر ہوکر ملے

ملے پھر تو آپس میں وہ خوب سے		کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے

بعد باہم احوال پرسی کے ایک آبادی میں پہنچے ایک محل پر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت نہایت حسین و خوبصورت بالائے بام ایستادہ ہے۔ صاحب بخت اسکو دیکھکر عاشق و فریفتہ ہو گیا اور اس عورت نے کچھ خیال نہ کیا کہتے ہیں کہ امیر زادہ رات دن اسی کی خیال اور دھیان میں رہتا تھا اور جو زیادہ اچاٹ ہوتا تو اس کی محل کے آس پاس پھرتا تھا منعم زادہ بہت کچھ سمجھاتا مگر وہ ایک بھی نہ سنتا بلکہ اور دونا ہوتا۔ یہانتک کہ فکر و رنج کے باعث مثل بید کے دبلا ہو گیا۔ اور کوئی صورت دیدار یار کی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اسدن کو سوا پھر صورت بھی نظر نہ آئی منعم زادہ کی طبیعت گھبرائی اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب اگر اسکی بالفعل کوئی تدبیر نہ ہوئی تو یقین واثق ہے کیا امیر زادہ ملک عدم کو روانہ ہوگا یہ سوچکر منعم زادہ نے اسکے پاس شادی کیواسطے پیغام بھیجا اس شہر کا بہت بڑا تجار تھا اس نے قبول کیا مگر شرائط ذیل پر منحصر کہا کہ جو آپ طالب شادی ہیں ان شرائط کے پابند رہنا ہوگا کیونکہ میری دختر ایسا ہی شوہر طلب کرتی ہے۔

شرط اول کسی جگہ لے جانے کا اختیار نہوگا۔

شرط دوم محلسرا میں صرف چار بجے دوپہر سے آٹھ بجے رات تک جا سکتا ہے اور اسی وقت تک یہاں قیام کرسکتا ہے بعد ازاں کسی حالت میں محلسرا میں نہیں جا سکتا۔

شرط سوم ہر کام میں میری دختر کے مطیع الحکم رہنا ہوگا۔

اے مینا یہ شرطیں سنکر امیر زادہ بہت گھبرایا مگر اپنے دل میں کہنے لگا کہ امیر زادہ رنج و مصیبت سے تو نجات پائیگا غرضیکہ کار شادی انجام ہونے لگا اور بڑی دھوم دھام سے شادی صاحب بخت اور دختر تجار کی کہ جسکا نام محبوب اندر تھا اختتام کو پہنچی حسب شرائط بالا امیر زادہ محلسرا میں گیا خاتون اندر سے دالان پر چلمن چھڑا دی اور امیر زادہ کو پیش دالان چوکی ڈلوا دی۔ وہ وہاں چار گھنٹہ کامل برابر بیٹھا رہا اور بلا گفت و شنید واپس آیا اے مینا عرصہ چھ ماہ کا ع

گذرا یہی نوبت رہی یعنے محلسرا میں جاتا اور چار گھنٹہ روز بیٹھ کر چلا آتا۔ کوئی نہ پوچھتا کہ کون آیا اور کون گیا۔ جبکہ امیر زادہ نے یہ حالت بے توجہی کی دیکھی تو منعم زادہ کے روبرو بیان کیا اور متحیر ہوا اور اُس سے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں آج میں بھی تمہارے ہمراہ چلونگا۔
قصہ کوتہ بعد لینے اجازت کے منعم زادہ بھی امیر زادہ کے ہمراہ محل میں گیا۔ محبوب اندر جو حسب معمول چک کی آڑ میں ہوئی تو منعم زادہ نے ایک جھلک اُسکو دیکھا پایا تو واقعی نہایت حسین اور خوبصورت تھی اور عالم شباب سے مخمور منعم زادہ اُسکو دیکھکر نہایت متعجب ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ جائے تعجب و استعجاب ہے کہ یا الٰہی یہ کیا معاملہ ہے اپنی شان و شوکت میں دوسرو کو بے وقعت خیال کرتی ہے اسی اثنا میں وقت روانگی آیا امیر زادہ چلا منعم زادہ بھی اس کے ہمراہ اٹھا۔ اور باشارہ کہا کہ تم تشریف ارزانی فرماؤ۔ میں یہاں از انکشاف کر کے بروز فردا آؤنگا اے بینا امیر زادہ تو وہاں سے چلدیا اور منعم زادہ وہیں پوشیدہ رہا قصہ مختصر وقت شب کے ایک تخت احج آسمان سے اترا جسپر ایک شخص ضعیف العمر بہ شان شوکت بیٹھا آیا ہے اور ایک ظرف نقرئی میں قدرے شیرینی اپنے ہمراہ تھا یہ کہکر او دختر نیک اختر محبوب اندر کو دی اور اُس نے زیر تخت رکھدی اس طرف سے منعم زادہ بھی نیچے تخت کے آیا اور اسمیں سے قدرے مٹھائی لیلی اے بینا وہ مرد ضعیف العمر بادشاہ کا وزیر تھا جو تمام دیو جن و پریوں پر حکمران تھا اور محبوب جان کو اُسنے دختر بنایا تھا۔ غرضیکہ وقت صباح وہ مرد تو تخت پر سوار ہوکر چلدیا۔ اور منعم زادہ کہ جس نے تمام مٹھائی لیلی تھی۔ مخفی از نظر امیر زادہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آج جسوقت آپ خاتون محبوب اندر کے یہاں جاکر چند ساعت بیٹھیں اس وقت تم مجھسے کہنا کہ مجھ کو گرسنگی معلوم ہوتی ہے تو میں تم کو قدرے مٹھائی دونگا تم اسکو یہ کہہ کر یہ خراب شیرینی ہمارے واسطے پھینکدینا۔ قصہ کوتہ وقت معینہ پر یہ دونوں پھر وہاں پہنچے۔ جس وقت کچھ عرصہ گذرا تو امیر زادہ بولا اے منعم زادہ ہم آج قدرے انتہا سے بے سنکر منعم زادہ نے وہی شیرینی امیر زادہ کے حوالے کی اور کہا یہ مٹھائی بوقت شب لال پری لائی تھی سوائے اسکے اس وقت اور کوئی شئے موجود نہیں ہے امیر زادہ نے وہ مٹھا دیکھ کر پھینک دی۔ اور کہا یہ خراب مٹھائی ہمارے واسطے۔
غرضکہ وقت شام امیر زادہ وہاں سے چلا آیا۔ اور منعم زادہ وہیں پوشیدہ ہو رہا بعد واں خاتون محبوب اندر نے وہ مٹھائی لیکر اس سے دیکھی کہ آیا۔ امیر زادہ۔ شیخی۔

بھگا تا ہے۔ یا سچ مچ پرستان سے لال پری اسکے پاس آتی ہے تو واقعی وہ مٹھائی پرستان
کی تھی نہایت متعجب ہوئی اور جبکہ وزیر اندر کا آیا اس سے محبوب اندر نے کہا کہ لال پری ایک
آدم زاد کے پاس روز آتی ہے وہ بولا یہ بات بالکل غلط ہے ہر روز وقت شب اس کا ناچ
راجہ کے یہاں ہوتا ہے بلکہ اسوقت بھی ناچ رہی ہے خاتون محبوب اندر بولی کہ مجھکو اسبات
کا ہاور کس طرح ہو وہ کہنے لگا کہ میرے ہمراہ چلو۔ تم کو اسی وقت دکھا دونگا۔
غرضیکہ یہ دونوں تخت پر سوار ہوئے ادہر منعمزادہ بھی نظر سے بچکر تخت کا پایہ پکڑ لیا
قصہ کوتہ ایک آن کی آن میں پرستان میں داخل ہوئے اور تماشہ دیکھنے لگے اسی اثنا میں
لال پری کے طبلچیہ کو نیند آگئی اور منعمزادہ صاحب فطرت نے طبلہ لیا ناچ میں بھی رنگ اور
سماع آگیا ہر ایک آدمی واواہ کرنے لگا اور راجہ اندر بھی نہایت خوش ہوا اور ایک دوشالہ
پری کو بطور انعام کے دیا اُس نے بعد تسلیم و آداب کے طبلچیہ کو اٹھاکر دیدیا وہ نہایت ہی خوش
ہوا بعد ازاں اُسنے دوسرے طبلچیہ کو اٹھاکر طبلہ سپرد کیا اور خود پوشیدہ اسی تخت کے پائے
سے آلپٹا تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں بھی آئے اور تخت پر سوار ہوکر اپنی جائے خاص پر مقیم
ہوئے اسی اثنا میں صبح صادق نمودار ہوئی وہ تخت پر سوار ہوکر چلدیا اور منعمزادہ دوشالہ لئے
ہوئے امیرزادہ کے پاس آیا اور کہا کہ آج تم وہاں یہ کہنا کہ مجھکو سردی معلوم ہوتی ہے
غرضکہ جسوقت محل میں پہنچے تھوڑی دیر کے بعد امیرزادہ نے کہا کہ اے منعمزادہ اس وقت
تو سردی معلوم ہوتی ہے منعمزادہ بولا کہ لال پری کو انعام میں دوشالا ملا تھا وہی دے گئی ہے
اگر مزاج مبارک میں آوے تو لے لیجیے قصہ کوتاہ امیرزادہ نے وہ دوشالا اوڑہا خاتون محبوب
اندر متحیر ہوکر بغور دیکھنے لگی تو واقعی وہی دوشالا تھا پہچانا اور نہایت حیرت و استعجاب میں ہوگئے
اے مینا یہ دونوں وقت معمولی پر چلے آئے اور روز دوم صرف منعمزادہ ہی گیا اور امیرزادے
کو وہاں جانیسے باز رکھا تو خاتون محبوب اندر نے معرفت اس کنیز کے منعمزادہ سے دریافت
کیا کہ آج کیا باعث ہے جو امیرزادہ نہیں آیا منعمزادہ حرف زن ہوا کہ وقت شب امیرزادہ نے
بادن سبھا کا ناچ دیکھا تھا اور انکا یہ دستور ہے کہ ہر سال ایک مرتبہ بادن سبھا کا ناچ دیکھتے
ہیں اور چھ ماہ برابر روز و شب خواب غفلت میں بیہوش رہتے ہیں یہ سنکر وہ عورت نہایت متحیر
ہوئی اور اپنے دل میں کہنے لگی کہ یہ امیرزادہ تو راجہ اندر سے بھی بڑا ہوا معلوم ہوتا ہے خدا جانے
یہ کیونکر یہاں وارد ہوا اور منعمزادہ سے ملتجی ہوئی کہ برائے خدا وہ ناچ اس کنیز کو بھی کسی طور سے

دکھلا منعمزادہ بولا آپ تو اُس کی بلک ہیں عرصہ چھ ماہ میں امیرزادہ بیدار ہوگا اُسی روز ناچ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

اے مینا یہ کہکر منعمزادہ تو امیرزادہ کے پاس آیا اور وہاں پرستان تک باون سبہا کے ناچ کی شہرت ہوئی ہر کس وناکس ایک ایک دن شمار کرنے لگا کہ کب چھ مہینے گذریں کب ناچ مذکور کو دیکھیں اے مینا منعمزادہ نے امیرزادہ صاحب بخت سے اگمر احوال مذکور کل ماجرا بیان کیا اور کہا کہ تم عرصہ چھ ماہ تک اس مکان سے باہر نہ جانا میں واسطے لینے ناچ باون سبہا کے جاتا ہوں۔ اگر خواستہ خدا ہے تو بہت جلد لیکر واپس آتا ہوں۔ ورنہ چھ ماہ میں حاضر خدمت ہونگا اس وقت جو مزاج مبارک میں آوے وہ کرنا۔

راوی سلسلہ بند داستان ہر کس وناکس کو انتظار کرنے چھ ماہ میں اور امیرزادہ کو اس مکان میں چھوڑ کر منعمزادہ صاحب فطرت کا باون سبہا کے لانے کا بیان کرتا ہے۔

اے مینا منعمزادہ وہاں سے رخصت ہو کر خدا کو یاد کرتا ہوا ایک جانب کو سر بصحرا چلدیا کئی روز کے بعد ایک صحرا پر از بہار سبزہ زار میں پہنچا جہاں طرح طرح کے میوہ دار درخت لہلہا رہے تھے اور بار میوہ سے سر بسجود دکھتے کہ کوسوں تک لالہ نافرمان نے فرش زمردی بچھا رکھا تھا غرضکہ ایک سماں آرہا تھا کہیں بلبل ہزار داستان کا شور کسی جا غوغاے چکور کہیں طوطے کی آواز کسی جا مینا چنچل کا اس درخت سے اُس پر پرواز۔

قصہ کوتاہ ہر ایک رنگ برنگ کے جانوران راگ ورنگ میں مشغول منعمزادہ بھی وہیں مقیم ہوا۔ اور بہار قدرتی کا تماشہ دیکھنے لگا یکایک ایک درخت پر سے آواز آئی جیسے کوا کہتا ہے جو شخص ہمائے پر جو کہ اس درخت کے نیچے افتادہ ہیں لیجاوے تو نہایت مفید ہیں کیونکہ ان میں یہ تاثیر از جانب خداوند ذوالجلال ہے کہ جو شخص نابینا ہووے اور اُسکی آنکھوں پر یہ پر لگا دیا جاوے تو وہ فی الفور خداوند دو جہان کے فضل وکرم سے اچھا بھلا چنگا اور بینا ہو جاوے اور بالفعل اس آبادی میں ایک خیاط موسوم بہ مہالام رہتا ہے اور کسی وجہ سے اسکی آنکھوں کی بصارت زائل ہوگئی ہے اگر کوئی شخص اُس کا پر لیجاوے تو اُسکی

آنکھوں سے لگاوے تو بہ فضل خداوندی وہ خیاط بصارت پاوے اور اسنے بہ صلہ اسکے ناچ بادن
سیہا کا دینا مقرر کیا ہے جو سوائے اس خیاط کے اور کسی دوسرے کے پاس ہونا ایک امر دیگر
ہے آجتک کسی نے دیکھا بھی نہ ہوگا یہ حملہ سنکر منعم زادہ شکر ایزد ذوالجلال بجالایا اور اس
درخت کے نیچے سے چند پر لیکر اس آبادی میں پہنچا اور ہر گلی و کوچہ میں اندہوں کی تلاش میں
پھرنے لگا مگر سوائے اس خیاط کے کسی کو نہ پایا منعم زادہ ایک شب اس خیاط سے گفت و شنید
کرتا رہا وقت صباح وہ پر خیاط کی آنکھوں پر لگایا وہ اسی وقت اچھا ہو گیا اور آدمیوں سے
زیادہ نظر آنے لگا یہ کارروائی منعم زادہ کی دیکھکر خیاط قدمبوس ہوا اور باون پتلیاں پارچہ ہائے
کہنہ کی میلی کچیلی منعم زادہ کو دیں وہ دیکھکر اپنے دل میں نہایت متحیر ہوا۔ تو وہ خیاط کہنے لگا
آپ رنجیدہ نہ ہوجئے الاملاحظہ فرمایئے کہ پردہ غیب سے کیا ظہور ہوتا ہے قصہ کوتاہ اس خیاط
نے اپنی مقراض و انگشتانہ منعم زادہ کے حوالے کیا اور کہا کہ انکو لیکر جانب وہشت کے
روان ہو دوان چلے جاؤ۔ جب برابر ایک میل تک فرار شدہ چلے جاؤگے تو اسی اثنا میں تم کو
دیو زشت رو ملیگا بلا خوف و دہشت اس مقراض سے اسکے کان کی لو تراش اور جو خون اس
سے ٹپکے انگشتانہ میں آئے لے آنا اور ان باون پتلیوں پر وہ خون چھڑک دینا بعد ازاں جو ظہور میں
آئے اسکو دیکھکر دل شاد کرنا غرضیکہ منعم زادہ حسب کہنے اس خیاط کے مقراض اور انگشتانہ
لیکر روانہ ہوا۔ اسی اثنا میں جو مقراض اور انگشتانہ کو دیکھا تو ان پر کچھ عبارت بخط جلی
کندہ تھی کہتے ہیں کہ قریب نصف میل کے منعم زادہ کو ایک دیو خونخوار زشت رو بیٹھا ہوا ملا
اول تو ڈرا مگر جرات کر کے اسکے پاس گیا اور داہنے کان کی لو ترش لی جو خون اس کا ٹپکا
انگشتانہ میں لیکر آیا اور ان پتلیوں پر چھڑکا۔

اے مینا اس وقت عجیب لطف انگیز کیفیت ہوئی یعنی اول تو وہ پتلیاں دفعتہً غائب
ہوگئیں تھوڑے عرصے کے بعد باون پریاں نوعمر نہایت حسین زرق برق آموجود ہوئیں
اور ناچ ہونا شروع ہوا۔ ایک سماں بندہ گیا اور ناچ وہ تھی کہ آجتک کسی نے نہ دیکھا نہ سنا ہوگا اور
خلقت کا ہجوم ہوا ہر ایک آدمی نقش دیوار تھا کوئی روتا کوئی ہنستا تھا غرضیکہ عجیب عالم ناظرین
پر برپا تھا منعم زادہ یہ تماشا دیکھکر نہایت خوش ہوا۔ اور جامہ میں پھولا نہ سمایا اور اس خیاط کا بے انتہا
درجے کا مشکور ہوا اور کہا کہ جیسا اسکا نام باون سیہا ہے ویسا ہی رقص و سرود بھی اور بقول ان
جانوروں کے یہ ناچ کسی کے پاس نہ ہوگا دیکھا آجتک کسی جن و بشر نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ اور

اور محبوب اندر نے اور نیز اس کے آقا وغیرہ کے خیال میں بھی نہ آیا۔

اے مینا یہ رقص سرود اس روز صبح سے شام تک ہوتا رہا۔ کوئی فرد بشر ایسا نہ تھا۔ جو محو نہ ہو۔ رقص و سرود ضروریات کو بھی بھول گئے جب شام ہوئی تو منعم زادہ اس خیاط سے کہنے لگا۔ کہ اب اسکو بند کرنا چاہیئے۔ تو دیو بولا کہ اس دیو کا بایاں کان تراش لو۔ منعم زادہ نے ایسا ہی کیا۔ اے مینا اس وقت پارچہ کہنہ کی باون پتلیاں خراب خستہ رہ گئیں۔ اور کچھ بھی نہ تھا۔ خیاط نے ان پتلیوں کو ایک رومال میں باندھ کر منعم زادہ کے حوالہ کیں۔ اور کہا کہ جس وقت تم کو ناچ دیکھنا منظور ہو۔ اسوقت یہی کارروائی کرنا۔ قصہ کوتاہ منعم زادہ وہاں سے رخصت ہوا۔ اور اسی جنگل کے قریب آکر پہنچا۔ نہایت فرحاں و شاداں چلا آتا تھا۔ راستہ میں اسکو یہ گمان ہوا۔ کہ ان پتلیوں کو بھی آزمانا چاہیئے۔ رقص ہوتا ہے یا نہیں۔ غرض منعم زادہ نے رومال سے پتلیوں کو کھولا۔ اور مقراض اور انگشتانہ ہاتھ میں لیکر ایک جانب کو چل نکلا۔

اے مینا حسب دستور راستہ میں وہی دیو ملا۔ اور اسکے گوش داہنے کو تراش لیا۔ اور خون انگشتانہ میں بھر لیا۔ اور لاکر ان پتلیوں پر چھڑکا۔ حسب دستور سابق ناچ شروع ہوا۔ تمام چرندا و پرند صحرائی کا ہجوم ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ تنہا منعم زادہ اور دیو سر بہ زانو اس دشت میں رقص و سرود دیکھ رہے تھے۔ منعم زادہ ازحد خوش ہوا۔ لعدازاں اسی ترکیب سے ناچ بند کیا۔ اب منعم زادہ نہایت مسرور ہو کر امیر زادہ کے پاس آیا۔ اور مفصل کیفیت بیان کی۔ وہ بھی بہت خوش ہوا۔ کہتے ہیں کہ بعد ختم ہونے مدت چھ ماہ کے منعم زادہ اور امیر زادہ اندر پاس محبوب اندر کے گئے۔ اور اس روز محبوب اندر نے بے حجابانہ دونو کو اندر اپنے پاس بلایا۔ اور اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ اور نہایت تعظیم اور تکریم سے پیش آئی۔ اور بعد مزاج پرسی کے ہونا ناچ باون سبھا دریافت کیا۔ کہ کس روز محفل رقص منعقد ہو گی۔

امیر زادہ یہ معاملہ دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ اور منعم زادہ بولا بروز کل محفل رقص و سرود باون سبھا آراستہ ہو گی۔ اور از شام تا صبح ہنگامہ رقص منعقد رہیگا۔ اس اثنا میں وقت روانگی انکا آیا اور دونو حسب معمول اُٹھے۔ اس روز محبوب اندر نے احوال ناچ پرستان کے منعم زادہ سے ذکر کیا۔ قصہ کوتاہ یہ شہرت تمام پرستان میں جابجا ہوئی۔ ادھر انہوں نے مکان برائے محفل آراستہ کیا اور وقت مقررہ پر تمام دیو اور پریاں مخلوق انسان آموجود ہوئے۔ اور ایک بالاخانہ پر محبوب اندر بھی جلوہ فرما ہوئی اے مینا جب سب جمع ہو گئے۔ تو منعم زادہ نے رومال سے باون پتلیاں کھولیں۔ اور درمیان

محفل کے ڈال دیں۔ اور آپ جانب صحرا روانہ ہوا تمام مردمان ان پتلیوں کو دیکھ کر مسکرائے
اور ہر ایک آدمی ایک دوسرے کی طرف دیکھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ باون سبھا کا ناچ بہت
اچھا ہے۔ اور بہت عمدہ ہے۔ واقعی ہم نے آج تک نہیں دیکھا۔ منعم زادہ چلا جاتا تھا
اندکہتا تھا۔ کہ نہایت ہی کچھ لطف انگیز بات ہو۔ جو آج وہ دیو ملا۔ اور منعم زادہ حسب
معمول خون لیکر آیا۔ اور ان پر چھڑکا۔ اسی وقت ناچ شروع ہوا۔ تمام محفل دنگ رہ گئی۔
اور بادشاہ پرستان کی بھی آنکھ کھل گئی۔ تمام دیو اور پریاں محو ہو گئے۔ اور جھومنے لگے
محبوب اندکا بھی دل للچایا۔ امیرزادہ کو بلایا اور اپنے پاس بٹھایا۔ اور دست
بستہ ہوئی۔ کہ میرے پچھلے قصوروں کو معاف کرو۔ اور بعد ازاں جانب ناچ نظر
اُٹھائی۔

راوی کہتا ہے کہ از شام تا صبح یہی ہنگامہ رہا۔ دوسرے روز شام کو ناچ بند کیا۔ ہر
ایک تعریف کرتا ہوا اپنی اپنی قیام گاہ کو چلدیا۔ اور خاتون محبوب اندامیرزادہ کے پاس آئی
اور عرض رساں ہوئی۔ کہ یہاں سے معہ اس کنیز کے اپنے ملک کو تشریف لے چلیے۔ غرضیکہ
یہ دونوں اور محبوب اندر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور چند روز بعد منعم زادہ کے خسر کے
یہاں پہنچے۔ اور منعم زادہ نے اپنے اہلیہ کو ہمراہ لیا۔ بعدہٗ چار دن بہ خوشی و خرمی روانہ ہوئے
اور باقی عمر بہ خوشی و خرمی امیرزادہ کے ملک میں دونوں کی ایک جگہ بسر ہوئی۔

اے مینا ہاتھی نے یہ داستان مصوّر کے سامنے بیان کر کے کہا۔ کہ دیکھا

تونے دوست ایسے ہوتے ہیں۔ نہ کہ جیسا تو اور بادشاہ ہیں۔ تو اسکو اپنا دوست خیال کرتا ہے
یہ کہ اور مصوّر ٹانگ ایک اپنی سونڈ میں پکڑی۔ اور دوسرے پر سے دبا کر اور چاہتا
تھا۔ کہ چیر ڈالے۔ کہ شاہزادہ فیروز بخت افروز کو اس پر رحم آیا۔ کہ یہ بے گناہ ناحق مارا جاتا
ہے۔ یہاں سے تلوار نکال اس ضرب استوار سے اسکی سونڈ میں لگائی۔ کہ اس کے ڈکڑے
ہوئے اور مصوّر علیحدہ نکل کر کھڑا ہو گیا۔ بعد ازاں وہ ہاتھی نہایت ہی پر غضب شہزادہ
کی طرف چلا۔ اور شہزادہ نے تکرار سے کر چند ضربیں لگائیں۔ جس سے وہ ہاتھی ملک عدم کو
روانہ ہوا۔ اور شہزادہ اور مصوّر وہاں سے شہر کو روانہ ہوئے۔ اس آبادی میں آئے۔
اور احوال گذشتہ بادشاہ کے روبرو بیان کیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔

اے مینا شاہزادہ فیروز بخت چند روز مہمان رہکر خدا کو یاد کرتا ہوا سر بصحرا روانہ ہوا۔
واسطے لینے خنجر طلسم شکن کے اور اسی صحرا میں پہنچا۔ جہاں صاحب بخت گیا تھا۔ بعد ازاں
اسی طور سے طلسم چہارم میں پہنچا۔ ان پریوں کو دہوکا دیکر جانب طلسم پنجم کے روانہ ہوا۔ بعد چند
روز ایک صحرائے پر بہار میں پہنچا۔ جہاں میوہ دار درخت لہلہا رہے تھے۔ بوجہ بھوک کے خوب
پیٹ بھر کر کھانے چاہے۔ چند ناشپاتیاں اور انار توڑے ایک درخت کے نیچے بیٹھکر ناشپاتی کو
تراشا۔ اس کے اندر سے مار سیاہ برآمد ہوا فیروز نے اسکو تلوار سے کاٹنا چاہا۔ فیروز نے اخر تیغ
سے اسکو قتل کیا۔ تو ادہر ایک شیر خونخوار پیدا ہوا اور طمانچہ امیر زادہ کے جسم پر ایک ایسا لگایا کہ
جس کے صدمہ سے فیروز بخت چکر کھا کر زمین پر گرا۔ امیر زادہ نے اسی وقت وہ انگشتری پہنی
جس کا ذکر اکثر جگہ کیا گیا ہے۔ غرضیکہ اسکی نظر سے پوشیدہ ہوا۔ شیر ایک عالم حیرت میں رہگیا۔
بعد ہوش ہونے کے امیر زادہ نے اپنے جسم اور تلوار پر اسم اعظم پڑھا اور تلوار اس شیر کو اس
زور سے لگائی۔ کہ اس کے دو ٹکڑے ہوئے۔ اور داخل ملک عدم ہوا۔ اس وقت شہزادہ
کو قدرت سے امتحان ہوا۔ اور باقی پھل جو توڑے تھے۔ اس نظر سے پھینک دیا۔ کہ خدا جانے
انسے کیا آفت برپا ہو اور بھوکا پیاسا وہاں سے چل دیا۔ بعد تین روز کے ایک عالیشان مکان
دکھائی دیا۔ امیر زادہ بطمع طعام وہاں پہنچا کیا دیکھتا ہے۔ کہ دروازہ مکان پر ایک شخص خاکی
الاصل زنجیر آہنی سے دست پا جکڑے ہوئے کھڑا ہے۔ اور زار زار روتا ہے۔ اور ایک دیو
زشت رو سیاہ استادہ ہے۔ امیر زادہ نے بلا کلفت وشنید عالم ظاہری آیا۔ اور اس آدمزادہ
سے کل احوال اسکا دریافت کیا۔ اس نے مفصل اپنی کیفیت بیان کی۔ اور کہا کہ میں طلسم میں
مبتلا ہوکر یہاں آیا ہوں۔ چند دیووں نے یہ کہکر کہ یہ وہی شخص ہے۔ کہ جسکی ذات پر طلسم محلول کا
وارد ہوتا ہے۔ مجھ کو زنجیر آہنی سے باندھ رکھا ہے۔ اور یہ دیو جسکو آپنے داخل جہنم کیا ہے میری
نگہبانی میں شب و روز مصروف ہے اے مینا امیر زادہ نے اسکے دست پا سے زنجیر علیحدہ کر
کے کہا کہ اپنے نام سے بھی آگاہ کر۔ اس نے کہا کہ اس خاکسار کو عیار دم کہتے ہیں۔ غرض کہ
جب عیار دم نے قید سے رہائی پائی۔ تو شہزادہ کو اپنا آقا نامدار سمجھنے لگا۔ اور اپنے کو غلامان
حلقہ بگوش میں داخل کیا۔ اور شاہزادے سے ملتجی ہوا۔ کہ اس غلام کو بھی اپنی خدمت میں
رکھے۔ امیر زادہ اس امر سے انکاری ہوا۔ اور کہا کہ میں تنہا ہی چلا جاؤنگا۔ تمہارے
جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سنکر عیار دم بولا۔ کہ میں نے آپ کی وجہ سے

یا خدا سے فضل سے بار دیگر زندگانی پائی ہے۔ جو کچھ خدمت اس نیاز مند سے ہو تو عین سعادت ہے اور سفر میں دو کا ہونا ایک سے بہتر ہے۔ خدا جانے کیا واقعہ پیش آئے اور میں بھی اس وقت کار آمد ہوں۔ جیسے کہ ایک کچھوہ ایک آدمی کے کام آیا تھا اور اسکی وجہ سے آدمی کی جان بچی تھی۔

مینا بولی اسکی جان کیونکر بچائی اور اسی ہی معمہ میں تو نے عیار دم کا حال بیان کیا۔ نہ معلوم ہوا کہ وہ طلسم میں کیونکر گرفتار ہوا۔ تو اس وجہ سے خاموش بیٹھا رہا کہ طوطا یہ کہے گا کہ بوجہ ارادت کے مجھ سے دریافت کرتی ہے۔ طوطا بولا۔ بی صاحب خفا نہ ہو۔ اس کچھوہ کا حال سنو۔ قصہ کوتاہ عیار دم شہزادہ سے اس طرح گویا ہوا۔

داستان راہگیر کو کچھوے کا ملنا اور اسکے ہمراہ جانا اور مر جانا راہگیر کا سانپ کے کاٹنے سے اور پھر زندہ ہونا راہگیر کا کچھوے کی تدبیر سے

راویانِ رنگین بیان اس داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ کسی زمانہ میں ایک آدمی ایک شہر سے دوسرے شہر کو جاتا تھا۔ راستہ میں سڑک کے اوپر ایک کچھوہ ملا اور اس راہگیر سے کہنے لگا۔ کہ اے مسافر تو تنہا جاتا ہے۔ مناسب ہے کہ کسی کو اپنے ہمراہ لے جا۔ کیونکہ ایک سے دو اچھے ہوتے ہیں۔ یہ سنکر راہگیر بولا۔ کہ یہ کام تیز اور درست ہے۔ یہ بھی تو بتلا کہ میں کسکو اپنے ساتھ لوں۔ وہ بولا کہ تیرے ہمراہ اگر جانیکو کوئی نہیں ہے۔ تو میں موجود ہوں۔ وہ راہگیر راضی ہو گیا اور بولا کہ اس کچھوہ کو اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ جبکہ چند قدم وہ راہگیر چلا۔ تو کچھوہ گویا ہوا کہ اے دوست کوئی قصہ کہہ جس سے منزل کا کچھ نہ معلوم ہوا۔ اور راستہ جلدی تمام ہو۔ راہگیر بولا ایک تو میرے سر پر بیٹھا ہے۔ دوسرے قصہ کہنے کو کہتا ہے۔ اسقدر طاقت رفتار و گفتار کہاں سے لاؤں۔ تو آرام بیٹھا ہوا ہے۔ مناسب ہے۔ کہ تو ہی کوئی قصہ کہہ۔ اس عرصہ میں دوپہر ہو گئی۔ اور ایک درخت کے زیر سایہ ٹھہرے۔ وہاں ایک سانپ اور کوا رہتا تھا۔ سانپ نے مسافر کو کاٹا۔ کاٹتے ہی وہ مر گیا۔ راوی کہتا ہے کہ سانپ اور کوے میں بڑا یارانہ تھا اور کوے کا یہ دستور تھا۔ کہ جب کوئی مسافر یہاں آتا۔ تو شور و غل کرکے سانپ کو بلاتا اور وہ اسکو ڈس لیتا تو کوا ایک مدت تک اس کا گوشت کھاتا۔ اے مینا کچھوہ اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ میرا

آنا اس کے ساتھ کیا کار آمد ہوا۔ غرضکہ وہ گو اس مردہ کے پاس آیا۔ اسی اثنا میں واسطے
نکالنے آنکھوں کے اس راہ گیر کے کچھو پر پاؤں رکھ کر چڑھنا چاہتا تھا۔ کہ کچھوے نے
اپنی کھوپری سے دونو پاؤں کوّے کے پکڑ لئے۔ کوّے نے کائیں کائیں شروع کی۔ جس وقت
یہ آواز سانپ نے سُنی۔ یہ کہتا ہوا۔ کہ میں تو ایک آدمی کو مار کر آیا ہوں۔ جو ایک عرصے
تک خوراک کو کافی ہے۔ اب کیوں شور مچاتا ہے۔ باہر آیا تو دیکھا۔ کہ کوّے کو کچھوے نے
پکڑ رکھا ہے۔ اس وقت کچھوہ غضبناک ہو کر بولا۔ یہ کیا باعث ہے۔ جو تو نے میرے
دوست کو کاٹا ہے۔

خیر جہاں سے تو نے کاٹا ہے۔ وہیں سے زہر نکال۔ ورنہ میں ابھی اپنی کھوپرا اندر ہوں
اسی وقت اسکے دونو پاؤں ٹوٹ جائینگے۔

یہ سُنکر اس سانپ نے اس آدمی سے تمام زہر چوس لیا۔ وہ کلمہ پڑھکر اُٹھ بیٹھا۔
اور کچھوے نے کوّے کو چھوڑ دیا۔ اور دونوں اپنے راہ چلدیئے۔

اثنا راہ میں کچھوے نے راہگیر کو سانپ کے کام کا تمام احوال سنایا۔ اور کہا دوکا
سفر میں چلنا ایسا ہوتا ہے۔ اور کچھوے نے وہ قصہ کہنا شروع کیا۔

مینا بولی اے طوطے وہ قصہ بھی سُنا کہ کیونکر ہے؟۔

طوطے نے کہا۔ کہ وہ قصہ من موہنی کا ہے۔ جیسے کہ آپ ہیں۔ اور وہ جلد
پنجم میں بیان کرونگا جس کا نام من موہنی ہے۔

جلد چہارم تمام شُد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طوطا مینا عرف انسان صفت حیوان

موسومہ

من موہنی کا قصہ جلد پنجم

آبدم بر سر مدعا کہتے ہیں کہ بعد شکست وحیث کے شاہزادہ فیروز بخت افروز نے عیار ردم کو اپنے ہمراہ طرف طلسم پنجم کے رُخ کیا۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں اور مصائب برداشت کرتے ہوئے بعد چند روز کے ایک آبادی میں پہنچے۔ کہ جہاں مرد و زن کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے کہ آدمزاد طلسم میں وارد ہوا ہے۔ اور وہ دیو طلسمی کو زد و کوب کرتا ہے۔ اور اکثر دیوزادوں کو اس خاک کے پتلہ نے بھگایا ہے۔ اور کئی دیووں کو راستہ جہنم کا دکھایا ہے حتیٰ کہ یہ دونو عالم پوشیدگی میں وہاں پہنچے۔ کہ جہاں ایک سردار معہ صدہا آدمیوں کے ایک جلسہ کر رہا تھا۔ اور وہاں بھی مذکور تھا۔ کہ ایک دیو بولا۔ کہ اس آدمزاد کے مارنے کا مشورہ ابلیس پر ابلیس سے کرنا چاہیئے۔ جو امر راست اور درست ہوگا۔ وہ ظہور میں آئیگا۔ اور اس طرح ہونا ہے۔ کہ تین روز تک برابر وظیفہ خوانی میں مشغول رہیں۔ اور کسی سے بات نہ کریں۔ روز چہارم ابلیس خود آئیگا۔ اور باواز بلند نیک و بد کا حال بتائیگا۔ اکثر بندگان طلسم کو جس وقت کوئی مہم پیش آتی ہے۔ تو وہ اسی طرح کرتے ہیں۔ فوراً اس بلا سے نجات پاتے ہیں۔ یہ سنکر سب ایک زبان ہوکر بولے کہ اس سے کیا بہتر ہے۔ ضرور وظیفہ خوانی کرنی چاہیئے۔ اور رائے خداوند ابلیس کی لینی چاہیئے۔ غرض دیو ابلیس الغم اور سب دیو وظیفہ میں مشغول ہوئے۔ جبکہ روز چہارم ہوا تو عیار ردم نے شاہزادہ سے عرض کی کہ اگر یہ دیو اسی طرح وظیفہ خوانی میں مصروف رہے تو شب ابھی کل کے دن ابلیس آیا تو خدا جانے انکو کیا رائے دیجائے۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ اسکا بندوبست آج ہی کر لینا چاہیئے۔ یہ کہہ عیار ردم نظر سے پوشیدہ اس مکان میں پہنچا۔ کہ جہاں وہ دیو وظیفہ خوانی میں مصروف تھے۔ اور باواز بلند کہا۔ کہ اے غولان طلسم تم سے ابلیس پیچ ابلیس بہت خوش ہے

حتی کہ تمہارے وظائف کی تاریخ مقررہ سے ایک روز پیشتر مجھ کو بھیجا ہے۔ کہ ہمارا پیام ہمارے بندوں کو پہنچا اور کہ کہ آج ہمارے بندوں کو بوجہ داخل ہونے آدم زاد کے سخت تردد ہو رہا ہے ان کو جا کر یہ پیغام دو۔ کہ وہ کچھ فکر نہ کریں۔ ہم کو اس کا خیال ان سے پہلے رہتا ہے۔ اب ہماری خوشی یہ ہے۔ کہ جملہ مردان و زنان جمع ہو کر اس مکان میں کہ جس میں سب آ سکتے ہیں۔ جاویں۔ اور جلسہ شراب نوشی میں مشغول ہوں۔ جو سب سے زیادہ نوش کریگا۔ اس سے مابدولت خوش ہونگے۔ اور اسے لعنت کا خلعت بھیجینگے۔ یہ سنکر وہ دیو نہایت خوش ہوئے۔ اور ابلیس کے تہ دل سے مشکور ہوئے۔ کہ ایک روز پیشتر میری مراد مل گئی۔ اور ان احکام کی منادی تمام شہر میں کرا دی۔ جملہ مرد و زن جوق جوق اس مکان میں جمع ہوئے۔ اور شراب نوشی کا مشغلہ شروع ہوا۔ ہر ایک کا یہی خیال تھا۔ کہ میں سب سے زیادہ نوش کروں۔ تاکہ ابلیس مجھ سے خوش ہو۔ غرض یہاں تک شراب پی گئی۔ کہ مدہوش ہو ہو کر ناچنے لگے۔ اور آپس میں زد و کوب شروع ہوئی۔ ایک کے منہ پر دوسرا طمانچہ مارتا تھا۔ اور خوش ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس درجہ شراب نوشی ہوئی۔ کہ ایک کی ایک کو خبر نہ رہی۔ اور بیہوش ہو ہو کر زمین پر گرنے لگے۔ جب کہ شہزادہ اور عیار دم نے یہ حالت دیکھی۔ تو ان سب دیوؤں کو اس کنوئیں میں جو کہ اس مکان میں واقع تھا۔ ڈالنا شروع کیا۔ یہاں تک ڈالا کہ کوئی بھی باقی نہ رہا۔ واضح ہو کہ اس چاہ کا عمق اس درجہ طول اور عرض رکھتا تھا۔ کہ اتنے ہی اور بھی دیو ہوں۔ تو اس میں سما جائیں۔ اور پھر خالی کا خالی رہے کہتے ہیں۔ کہ جب اس کام سے فارغ ہوئے۔ تو ایک سنگ گراں اس چاہ کے منہ پر رکھ کر اور اسم اعظم پڑھ کر دم کیا اور بند کر دیا۔ اور خود روانہ ہوئے۔ اسی طرح عجائبات طلسم کو طے کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ اتفاقاً ایک حوض بر لب مصفا نظر آیا۔ اس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں کلیل کرتی ہوئی پھرتی تھیں۔ اور اس کے چار کونوں پہ چار سرو استادہ تھے۔ اور ادھر ادھر طلائی کرسیاں پڑی تھیں۔ یہ دونو بھی ان کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور حوض کی مچھلیوں کا تماشا دیکھنے لگے۔ ایک مچھلی نہائیت خوش رنگ کنارہ حوض پہ آئی۔ ادھر شہزادہ فیروز بخت افروز اس حوض میں سمایا نہ معلوم کیا ہوا اور کہاں گیا۔ یہ حالت دیکھ کر عیار دم بے قرار ہوا۔ اور حوض میں بے قرار دیکھنے لگا۔ مگر کچھ بھی نظر نہ آیا۔ نہ کچھ پتہ چلا۔ لاچار کیا کرے کوئی مونس نہ غمخوار کوئی ہمدم نہ ہمراز جس سے یہ ماجرا کہیئے۔ اور وہ سُنے۔

اس اثنا میں ایک پری حور تمثال اور چند خواصیں اسکے ہمراہ خراماں خراماں چلی آتی ہیں عیار دم کو وہاں دیکھ کر نہایت حیران و پریشان ہوئیں۔ اور عیار دم سے یوں گویا ہوئیں۔ کہ آپکا آنا یہاں کس طرح ہوا۔ اور کس طرف آپ آئے ہیں۔ یہ تو نہایت عجیب بات ہے۔ کہ آدم زاد

اس جگہ دیکھ رہی ہوں۔ چرند اور پرند کی بھی یہ مجال نہیں۔ جو یہاں پر مار سکے۔ قدم رکھنا تو کار دارد کیونکہ بانیان طلسم نے یہی انتظام اور بندوبست کیا ہے۔ کہ جو مرد بشر آوے۔ وہ کسی نہ کسی طور سے دار البقا کو روانہ ہو جاوے۔ اور یہاں کا راز کسی پر ظاہر نہ ہو۔ یہی امر گرد نواحی حدود طلسم پر بھی ہو جاتا ہے۔ اور آپ تو طلسم پنجم میں آموجود ہوئے۔ ہاں یہ بھی بانیان طلسم کہہ گئے ہیں۔ کہ سوائے فاتح طلسم کے کوئی شخص یہاں نہیں آسکتا ہے۔ اور جب وہ آیا سلامت گیا۔ تو پھر یہ طلسم نابود ہوا۔ اور سوائے ویرانہ کے یہاں کچھ نظر نہ آئے گا۔

یہ سنکر عیار دوم گویا ہوا کہ اے پری جو کچھ آپ نے فرمایا بجا ارشاد ہے۔ مگر واقعی یہاں عجیب طلسمات ہے۔ جسے رستم اور سہراب اور طہران بھی خوف کھا جائے۔ انسان کی تو کیا مجال۔ جو تاب لائے۔ ہاں اگر فضل ایزدی شامل حال ہو۔ تو کچھ خوف و ہراس نہیں۔ اپنا جملہ گذشتہ حال اور دیووں کا ایک کنوئیں میں قید کرنا اور یکایک حوض میں شہزادہ کا سما جانا اور شہزادہ کی مفارقت میں عیار دوم کی بیقراری اور گریہ زاری سب کہہ سنایا۔ وہ پری دیووں کا قید ہونا سنکر باغ باغ ہو گئی۔ اور اسی وقت عیار دوم کے پاس آئی۔ اور کہا کہ خاطر جمع رکھ۔ تیرا شہزادہ تجھ سے ملیگا۔ تیرا غنچہ آرزو کھلیگا۔ خیر یہ تو بتاؤ۔ کہ ان دیووں میں سے کوئی فرد بھی بچا یا نہیں۔ تب عیار دوم نے کہا۔ کہ اس آبادی میں سوائے تیرے اور ان خواصوں کے اور کوئی باقی نہیں ہے اور وہ سب ایک چاہ تاریک میں بند ہیں۔ جو قیامت تک نہیں کھل سکتا ہے۔ اور نہ کوئی ان میں سے نکل سکتا ہے۔ یہ سنکر وہ پری کہ جس کا نام خورشید رو تھا۔ شکر ایزدی بجا لائے۔ اور کہا کہ خوب ہوا۔ جو وہ راندہ درگاہ نیست و نابود کر دیئے گئے۔ اور گویا ہوئی۔ اے عیار دوم میں اس سردار کی دختر ہوں کہ جس کو تو نے سردار بار تخت پر جلوہ فرما دیکھا تھا۔ اس وجہ سے کہ میں ہمیشہ اسکے خلاف اور برعکس پیروی کیا کرتی ہوں۔ میرا باپ مجھ سے ناراض تھا۔ اور اسی وجہ سے مجھ کو یہاں قید کیا تھا۔ ہر روز سحر میری خورد و نوش کی خبر گیری کرتا تھا۔ اور ایک میری ہمشیرہ جو مجھ سے بڑی ہے۔ وہ نہایت دانشمند ہے۔ اور علم جادو وغیرہ میں اسے کمال رکھتی ہے۔ یہاں تک بانیان طلسم کے کام میں بھی دست اندازی کرتی ہے۔ اور وہ ابلیس پرست ہے۔ اس دہشت سے کہ طلسم میں بزور جادو کوئی آفت نہ برپا کرے۔ میرے باپ اور دیگر بزرگان دین نے نہ خانہ زمین میں اسکو قید کیا ہے۔ اور ہر چہار طرف اس مکان کے

اندر نہایت پرفضا باغ لگا ہوا ہے۔ اور وہ تہ خانہ اس حوض کے نیچے ہے اور تیرے شاہزادہ نامدار کو بھی وہیں لے گئی ہے۔ یقین ہے کہ وہ وہاں آرام گزیں ہے۔ اور اس کا نام ماہرو ہے۔ یہ سنکر عیار دم کو ذرا کچھ تسلی ہوئی۔ اسی اثنا میں شام ہوگئی۔ دستر خوان بچھا۔ اور طعام ہائے لذیذ چنے گئے جس وقت کھانے سے فراغت حاصل ہوئی۔ تو خود بخود وہ طوائف معہ سازو سامان موجود ہوئیں۔ اور رقص و سرود شروع ہوا۔ اور ایک عجیب کیفیت کا عالم برپا تھا۔ وقت نصف شب کے ناچ ختم ہوا۔ اور وہ طوائفیں بھی غائب ہوگئیں دور شراب شروع ہوا۔ خورشید رو نے عیار دم کو چند ساغر شراب ارغوانی کے دمبدم دیئے۔ اور اس نے اسکو دیئے یہی دور رہا۔ اور وقت صباح خواصوں نے پان کھلائے۔

بعدازاں پوشاک نفیس سے تینوں کو دونی رونق دی۔ وقت دوپہر خاصہ نوشجان کیا پھر وہی وقت شام آگیا حسب معمول ناچ شروع ہوگیا۔

غرض کہ ہر روز یہی عیش و نشاط تھی۔

اے مینا کاہے کا ہے عیار دم شاہزادہ خیرہ بخت افروز کے ملنے کی تدبیر خورشید رو سے دریافت کرتا۔ یہ کہدیتی کہ چندے صبر کر۔ خدا چاہے بہت جلد اس کا ملاقی ہوگا۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ خورشید رو سے چھپے۔ اور عیار دم ہر چند ہر چہار طرف باغیچہ کی سیر کرتا تھا۔ اتفاق سے اس دروازہ پر جہاں سے وہ آئی تھی باہر گیا اور وہ قفل و کنجیاں موجود پائیں۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ کہ دوسری کوٹھڑی کو بھی کھولنا چاہیئے۔ کہ اس میں کیا شے ہے۔ غرض کہ عیار دم نے وہ کوٹھڑی کھولی۔ تو اپنے آپ کو ایک دشت وحشیانہ میں پایا۔ نہ پھر وہ مکان معلوم ہوا۔ نہ وہ دروازہ۔ حیران و سرگردان چاروں طرف پھرنے لگا۔ کچھ فاصلہ پر ایک سبزہ معلوم ہوا۔ یہ وہاں گیا۔ دیکھا تو چند ہرن بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہ اس کو دیکھ کر کھڑے ہوئے۔ اور قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ ہنوز وہ ہنسکر چپ نہ ہوئے تھے۔ کہ عیار دم بھی ایک قوی اور فربہ بدن ہرن بن گیا۔ اور مثل ان کے پھرنے لگا۔ اے مینا یہ ملحوظ خاطر رہے۔ کہ یہ تبدیل ہیئت اثر جادو سے ہوتی ہے۔ اور بانیان طلسم نے بوجہ دست اندازی کسی فرد بشر کی یہ خاصیت رکھی ہے۔ اور وہ سب ہرن بھی نوع انسان سے تھے۔

راوی عیار دم کو بہ حالت ہرن کے چھوڑ کر اب دو کلمہ حال خورشید کی بےتابی

کی تحریر میں لاتا ہے۔ اے مینا جس وقت خورشید خواب غفلت سے بیدار ہوئی۔ تو عیار دم کو وہاں نہ پایا۔ خواصوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے چاروں طرف دیکھا۔ کہیں سراغ نہ پایا۔ اور خورشید رو کو خشک جواب دیا۔ تو وہ نہایت ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی آفت طلسمی میں مبتلا ہوا۔ اور خدا جانے اس پر کیا کیا آفت طلسمی نازل ہوئی ہوگی اور زار زار رو کر کہنے لگی ؎

اس دل تنگ میں کس کس کو جگہ دوں یا رب
دم رہے۔ غم رہے فریاد رہے یاد رہے

خورشید رو چاروں طرف دیوانہ وار وحشیوں کی مانند پھرنے لگی۔ اور ہر ایک مکانات طلسم کو دیکھنے لگی۔ قضا کار اس کوٹھڑی میں پہنچی۔ جہاں سے عیار دم گیا تھا۔

خورشید رو اس کا دروازہ دیکھ کر یہ سمجھی کہ عیار دم یہاں غائب ہوا۔ اور تبدیل ہیئت ہرن میں مبتلا ہوگا۔ چونکہ از روئے قاعدہ و احکام طلسمی خورشید رو کا اس اندر داخل ہونا منع تھا بدیں وجہ اپنی جائے قدیم پر واپس آئی۔ اور ایک خواص کو کہ جس کا نام آہو گیر تھا۔ فوراً طلب کیا۔ اور کہا ہر روز ایک ہرن طلسمی ہمارے حضور میں آیا کرے۔ قصہ کوتاہ خواص آہو گیر کوٹھڑی سوم پر پہنچی۔ اور دروازہ وا کیا۔ تو ایک میدان لق و دق نظر آیا۔ راوی کہتا ہے کہ خواص آہو گیر نے ایک دام قریب سوگز کے عرض و طول کا اس میدان میں پھیلایا۔ اور چند دانے سیب کے اس پر ڈالے۔ اور باطمینان وہاں بیٹھ گئی۔ قضا کار وقت شام ایک ہرن اس طرف کو آیا۔ اور ان سیبوں کو دیکھ کر دام پر واسطے کھانے کے گیا۔ تو خواص آہو گیر نے فوراً دام کھینچا۔ اور بیچارہ اس کے اندر بند ہوا تو خواص آہو گیر پری خورشید رو کے حضور میں اس ہرن کو لائی۔ خورشید رو نے اس کو حوض کا پانی لیکر پلایا۔ وہ اسی وقت جامہ انسانیت میں آیا۔ خورشید رو نے اس کو ایک چوکی پر بیٹھنے کے واسطے اشارہ کیا۔ وہ مرد حسب الحکم چوکی پر بیٹھا۔

ناظرین با تمکین یہ جملہ ملحوظ خاطر رکھیں۔ کہ پری خورشید رو ہرن کو اس واسطے پکڑوا کر بہ زور طلسم و سحر تبدیل ہیئت انسانی میں لاتی ہے۔ کہ عیار دم کا دیدار میسر آسکے۔ قصہ کوتاہ خورشید رو نے اس مرد سے دریافت کیا کہ تم یہاں کیونکر پہنچے۔ اس طلسم میں کیونکر وارد ہوئے۔ وہ مرد نیک سیرت اس طرح گویا ہوا۔ کہ حقیقت اس اجمال کی

یہ ہے۔ کہ میں سوداگر ملک بہارستان کا ہوں۔ اور میرا نام صاحب اختر ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ برائے شکار میں جانب دشت گیا۔ چرند و پرند کا شکار کرتا ہوا چلا جاتا تھا کہ ایک ایک ہرن نظر آیا میں نے اسکے پیچھے گھوڑا دوڑایا ہرن بھی آہٹ پا کر فوراً چوکڑیاں بھرتا ہوا چلا جاتا تھا۔ اسی اثنا میں ایک باغ پُر فضا نظر آیا۔ اور ہرن غایب ہو گیا۔ میں اس باغ کے اندر داخل ہوا۔ عجیب سماں آرہا ہے۔ ہر چہار سمت درخت میوہ دار لہلہا رہے تھے۔
کلیاں چٹ چٹ کھلی جاتی تھیں۔ پتیاں مارے خوشی کے تالیاں بجاتی تھیں۔
گل و غنچہ مسکراتے تھے۔ شاخ شاخ اتراتی تھیں۔ درخت مستوں کی مانند جھوم جھوم کر تالیاں بجاتے تھے۔
قصہ مختصر ایک عجیب کیفیت اور رونق کا مکان تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اس کے اندر ایک نہایت عالیشان دالان تھا۔ فرش و فروش سے آراستہ روشنی و فانوس سے پیراستہ اور ایک مسند زرنگار پر بارہ یا تیرہ سال کی ایک نازنین ماہ جبین اپنے جلوہ حسن سے مغرور زیب دہ ہے۔ اور صرف ایک خواص جانب راست استادہ ہے۔ اس کو دیکھتے ہی محو ہو گیا۔ اسنے بھی اشارہ بیٹھنے کا کیا میں بخوف وہراس بیٹھ گیا۔ اس نے میرا حسب نسب دریافت کیا میں نے کل احوال گذشتہ اس کے روبرو دوہرایا۔ بعد ازاں میں نے اسکا احوال پوچھا۔ وہ بولی۔ کہ میرا نام زہرہ اختر ہے۔ اور نسل آتشی الاصل سے پیدا ہوں۔ اور راجہ اندر کی خاص محرابی تھی۔ چند روز ہوئے کہ راجہ اندر اس بات پر ناراض ہوا۔ کہ یہ باغ جسکو میں نے اپنی تفریح طبع کیلئے تعمیر کرایا۔ تو ایک روز بعد تیاری باغ میں نے ایک بہت بڑا جلسہ کی وجہ سے میرا نام حرف غلط کی طرح صفحۂ دل سے اڑا دیا۔ اور حکم دیا کہ ایک سال تک حدود پرستان کے نزدیک نہ آوے۔ سو میں اسی روز سے اس باغ میں رہتی ہوں
قصہ کوتاہ صاحب اختر و پری زہرہ اختر روز و شب اس باغ میں رہنے لگے۔ اور جو کبھی جی اُچاٹ ہو جاتا تو ایک تخت ہوائی پر بیٹھ کر ادھر اُدھر جی بہلایا کرتی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ پری زہرہ اختر اسقدر رنجیدہ و ملول ہوئی۔ کہ دو وقت متواتر کھانا تک بھی نہ کھایا وہ بھی اس کے ساتھ کبیدہ خاطر رہا۔ بوقت شام صاحب اختر نے زہرہ اختر سے باعث رنجیدگی دریافت کیا تو یوں گویا ہوئی۔ اے صاحب آج مجھ کو جو میری بہن مجھ سے عمر میں بڑی ہے اور اس کا نام مشتری ہے۔ نہایت یاد آتی ہے۔ اور مجھ کو طاقت نہیں

جو اس سے ملعون اور اس کو میرا حال معلوم نہیں ہے۔ وہ یہاں آ گئے۔ اب خدا جانے وہ زندہ ہے۔ یا مر گئی۔ یا کس حال میں ہے۔ اگر تجھ سے ممکن ہو سکے۔ تو اس کے نیک و بد کی خبر لا۔ اور جانب شمال کوہ قاف کے ایک گوشہ میں قیام گزین ہے۔ اور متصل اس کے مکان کے ایک درویش کامل رہتا ہے۔ اس درویش خدا پرست سے بخوبی پتہ مل سکتا ہے۔

اے مینا یہ سنکر صاحب اختر جانے کے واسطے مستعد ہوا۔ تو پری زہرہ اختر نے ایک خط بخط جلی اپنے ہاتھ سے لکھا اور کہا کہ سوائے مشتری کے اور کسی کو نہ دینا مضمون نامہ یہ تھا

گر یہی رہے گی بیقراری :: بس ہو چکی زندگی ہماری

ہمشیرہ صاحبہ یہ کنیز بے تمیز راجہ صاحب کے بموجب حکم کے پرستان سے آئی۔ اور ایک باغ پر فضا میں قریب ہند کے قیام پذیر ہوئی۔ اور اسی کو اپنا فرودگاہ بنایا۔ اپنی تباہی و پریشانی کا کیا حال عرض کروں۔ مناسب ہے۔ کہ چپ رہوں۔ مرضی مولی پہ صبر کروں الغرض حامل عریضہ ہذا جو کہ ارسال خدمت ہے یگانہ گاہے اسی سے غم غلط کرتی ہوں مگر آپ کے دیدار کی طلب گار ہوں۔ مفارقت کے باعث زندگی سے بیزار ہوں۔ کیا کروں۔ سخت لاچار ہوں۔ اور بار بار یہی کہتی ہوں۔

ہوگا نصیب دیکھئے روز وصال کب :: ہر حال آسمان کی یہ بدلے گی چال کب

خداوند کریم کوئی ایسا دن لائے۔ کہ ہم بچھڑوں کو ملائے۔ اور میں امید کرتی ہوں کہ بدیدن عریضہ ہذا آپ تشریف فرما ہونگی۔ والسلام۔

قصہ کوتاہ یہ نامہ صاحب اختر لے کر ہوائی تخت پر سوار ہوا۔ اور کوہ قاف میں جا پہنچا بموجب کہنے پری کے مشتری کو دریافت کیا۔ اس نے فرمایا۔ کہ سامنے بارہ دری ہے وہی اسکی عیش گاہ ہے شہزادہ تخت سے اترا۔ اور بے خوف و ہراس وہاں گیا۔ تو دیکھا کہ ایک پری نہایت حسین بہ شکل زہرہ اختر نہایت شان و شوکت ایک تخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے از روئے قیافہ دریافت کر کے لفافہ اسکے ہاتھ میں دیا۔ وہ سرنامہ کی مہر دیکھ کر نہایت خوش ہوئی۔ اے مینا یہ وہی پری مشتری تھی۔ اور ایک عرصہ یعنی اسی روز سے کہ جس روز سے راجہ نے پری زہرہ اختر کو پرستان سے ناراض ہو کر نکال دیا تھا۔ اسکی تلاش و جستجو میں تھی۔ اب یکایک گھر بیٹھے پتہ ملا۔ نہایت مسرور ہوئی۔

اور نامہ کو حرف بحرف پڑھا۔ تو شہزادہ کو رہنے کے واسطے ایک سہ دری تجویز کی۔ اور نہایت اعزاز و اکرام سے خاطر مہمانداری کی بجالائی۔ کہتے ہیں کہ وقت صباح شہزادہ صاحب اختر سیر کناں اس سہ دری کے باہر پھرتا تھا۔ کہ دفعۃً ایک دیو خونخوار آیا۔ اور شاہزادہ کو دست گرفتہ راجہ اندر کے پاس لیگیا۔ بادشاہ دیکھتے ہی نہایت غضبناک ہوا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس مرد خاکی الاصل کو میدان ساخت اسہو طلسم جنون میں چھوڑ دو۔ اور اس پری بے حیا یعنی پری مشتری ناپاک خاندان کو ہمارے روبرو حاضر لاؤ۔ غرضکہ وہ مجھ کو اس دشت میں لے آیا اور چھوڑ گیا۔ تو میں تبدیل ہیئت ہرن کے ہوگیا۔ اور خدا جانے اس پری کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔ اے مینا صاحب اختر نے پری خورشید رو سے کہا۔ کہ اب کیفیت آیندہ جامہ انسانیت میں آنے کی آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ اپنے مقصد پر کامیاب ہو گئے قصہ کوتاہ وقت شام قریب آیا۔ اور ہر خواص آہو کیہر دوسرا ہرن اور لائی۔ خورشید رو نے اسے بھی حوض کا پانی پلایا۔ وہ اسی وقت جامہ انسانیت میں آیا۔ اس مرتبہ عیار دم نہ مارا۔ خورشید رو چپ ہوئی۔ اور اس سے دریافت کیا۔ کہ آپکا یہاں وارد ہونا کیونکر ہوا۔ وہ مرد نیک خصلت خورشید رو کا نہایت ممنون ہوا۔ اور آبدیدہ ہوکر اس طرح گویا ہوا۔ کہ میری داستان اس طرح سے ہے۔

داستان دوسرے ہرن کی زبانی

ع نالہ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر ۔ اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

اے شہنشاہ حسن و خوبی میرا باپ ملک فارس کا بہت بڑا تاجر تھا۔ جب کہ میں سن بلوغ کو پہنچا تو میرے باپ نے مجھ کو ایک جہاز پر اسباب تجارت کیواسطے لاد دیا۔ اور میرا نام ملک التجار ہے۔ قصہ کوتاہ میں اور وہ اسباب تجارت لیکر معہ ہمراہی دیگر سوداگروں کے ایک شہر کے قریب پہنچا۔ وہاں کے بادشاہ کی مرضی کے موافق سب نے عمدہ عمدہ تحائف نکالے۔ میں چند اشیا قیمتی لیکر وہاں گیا۔ بادشاہ عالی جاہ نے نہایت خوشی کے ساتھ وہ اسباب خریدا۔ اور وہاں سے بہت کچھ نفع ہوا۔ تین روز برابر اس شہر میں اسباب فروخت کیا۔ اور جو چیز وہاں عمدہ نظر آئی۔ خریدی۔ چوتھے روز اس شہر سے فراغت پاکر دوسرے شہر کو جہازوں کو روانہ کیا قدرت خدا سے ایک آندھی جو آئی۔ تو جہاز جہاں کے تہاں چلے گئے ہیں۔

اس وقت حیران تھا۔ ناخدا بھی خدا خدا کرتے۔ اور چاروں طرف دیکھتے تھے اسی اثنا میں ایک مچھلی بہ رنگ سرخ نہایت طویل رواں دواں ایک جانب سے آئی۔ اور ایک ٹکر جہاز میں اس زور سے ماری کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہ گئے۔ اور میں ایک تختہ پر بیٹھا ہوا سمندر میں بہتا چلا جاتا تھا۔ ہفت روز برابر امواج دریا سے ادہر ادہر پھرا۔ آٹھویں دن بفضل کردگار تختہ کنارہ پر آیا۔ اس وقت بمشکل تمام نہایت مصیبت و جانکاہی سے خشکی میں آیا۔ کیونکہ صدمات ہوا سے اور نیز سات روز برابر گرسنہ و تشنہ رہا۔ قصہ کوتاہ وہاں سے اٹھکر ایک درخت کے نیچے بیٹھا۔

اے مینا ملک التجار کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک سوراخ کے اندر سے چار سانپ برآمد ہوئے اور اسی وقت ان کی چار پریاں نہایت حسین اور خوبصورت بن گئیں۔ اور ایک جانب روانہ ہوئیں۔ بعد ایک پہر کے قدرے میوہ جات لئے اپنے ہاتھوں میں لیکر واپس آئیں۔ اور اس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئیں۔ اور ایک پری جو سب سے چھوٹی تھی۔ اور اس کا نام زہرہ آفتاب تھا۔ اس سے بولیں کہ اے بہن ایک تو ہی ناکتخدا باقی تھی۔ سو آج خداوند دوجہان نے تیرے شوہر مراد کو بھی بار ور کیا۔ یہ کہکر اس پری کی طرف انہوں نے اشارہ کیا۔ کہ ان میوہ جات میں سے ایک انار شیریں اس نوجوان کو دے۔ اس نے مجھ کو انار دیا۔ چونکہ وہ نہایت گرسنہ تھا۔ اے مینا ملک التجار نے وہ انار فی الفور کھایا۔ تو اس کے اثر سے وہی اصلی طاقت اس کے بدن میں آئی۔ اور تکان و صدمات سے بالکل آرام ہو گیا۔ تو ان پریوں نے اسکا احوال دریافت کیا۔ ملک التجار کو سیب دیا۔ یہ اسکے کھاتے ہی ہیئت سانپ کی ہو گیا۔ اور وہ چاروں بھی سانپ بن گئے۔ اور پانچوں اس بل میں داخل ہوئے۔ اندر جا کر دیکھا کہ چار مکان نہایت عمدہ قرینے سے بنے ہوئے ہیں۔ اور تین مکان میں ایک مرد نوجوان بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ایک مکان خالی ہے۔ تین پریاں تو اپنے اپنے مکانوں میں چلی گئیں۔ اور ملک التجار و زہرہ آفتاب اس خالی مکان میں جا کر ساکن ہوئیں۔ اور بعیش و نشاط رہنے لگے۔

ہر روز پریاں باہر جائیں۔ اور حسب دستور میوہ وغیرہ لائیں۔ اے مینا ملک التجار کو زہرہ آفتاب سے اسقدر محبت ہوئی۔ کہ ایک دم جدا ہونا اس کے حق میں باعث رنجیدگی و کلفت کا ہوتا۔ جبکہ زہرہ آفتاب نے دیکھا۔ کہ میرے بعد نہایت رنجیدہ اور پریشان خاطر رہتا ہے۔ تو ملک التجار کو زہرہ آفتاب نے ایک گھوڑا پروازی کہ دو گھنٹہ کے واسطے

کسی جگہ سیر کرایا کرے ۔ اور اس عرصہ میں بھی اپنی بہنوں کے ہمراہ ہواخوری سے فراغت حاصل کر لیا کرو تھی ۔ قصہ کوتاہ ملک التجار اس وقت جبکہ وہ پریاں باہر جاتیں وہ پروازی گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہتا جاتا ۔ اور بعد دو گھنٹہ کے اپنی جگہ پر آن موجود ہوتا اے مینا ایک روز کا ذکر ہے ۔ کہ ملک التجار ایک جانب کو روانہ ہوا ۔ اور ایک دشت پر وحشت میں پہنچا ۔ جو نہایت پھولا پھلا تھا ۔ اور جا بجا گل و غنچہ کی بہار تھی ۔ ملک التجار خوشنما اور سہانا وقت دیکھ کر گھوڑے کو نیچے لایا ۔ اور ادھر ادھر سیر کناں پھرنے لگا ۔ اسی اثنا میں ایک عورت نہایت قوی و بدصورت تخت پر سوار اوج آسمان سے معہ چار دیوؤں کے وہاں آئی ۔ اور ملک التجار کو تخت پر سوار کر کے پرواز کر گئی ۔ اے مینا وہ ایک جن کی بیٹی تھی ۔ اور علم جادو میں کمال مہارت رکھتی تھی ۔ کہتے ہیں کہ ملک التجار کو لیکر اپنی جائے کوہستان میں پہنچی ۔ اور ملک التجار سے نہایت خاطرداری سے پیش آئی ۔ اور کہا ۔ کہ میں ایک عرصہ سے تیرے خیال میں تھی سو آج خداوند کریم کارساز نے میرے دامن مراد کو پر کیا ۔ اب تجھ کو بھی چاہیئے ۔ کہ تو بھی توجہ فرما ۔ اور تمام دیو جن پر حکمرانی کر ۔ یہ سنکر ملک التجار نے جواب دیا کہ کیا بکتی ہے ۔ وہ عورت غصہ سے لال ہو گئی ۔ اور ملک التجار کو جادو کے ذریعہ سے ایک خوش رنگ طوطا بنا دیا ۔ اور وہ طوطا جانب دشت پرواز کر گیا ۔

راوی ملک التجار کو ہیئت طوطا میں چھوڑ کر دو کلمہ حال مفارقت و بیتابی زہرہ آفتاب کی معرض تحریر میں لاتا ہے ۔ قصہ کوتاہ ملک التجار جبکہ وقت معمول پر نہ پہنچا تو پری زہرہ آفتاب بیتاب ہوئی ۔ اور تمام بدن مثل بید کی سوکھ گیا ۔ اے مینا ملک التجار کا ذکر ہے کہ حسب معمول یہ چاروں سیر کناں ایک باغ میں داخل ہوئیں ۔ اور ادھر ادھر کی سیر کرنے لگیں ۔ اتفاقاً وہی وہ طوطا بھی قیام گزین تھا ۔ ان پریوں کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا ۔ اور شاداں و فرحاں ان کے ہمراہ پرواز کناں ہوا ۔ اور جس درخت کی طرف جاتیں وہی اس درخت پر اڑ کر چلا جاتا ۔ اسی اثنا میں پری زہرہ آفتاب گویا ہوئی ۔ کہ مجھ کو بوئے محبت محبوب دلنواز آتی ہے ۔ وہ ہر چہار سمت دیکھنے لگے پر سراغ نہ ملا ۔ صرف ایک طوطے کو درخت پر پایا ۔ تو اسطرح جھوم جھوم کر غزل خواں ہوئی ۔ ؎

غزل

یہ کس مست کے آنکھ کی آرزو ہے
کہ ساقی لئے ساغر مشکبو ہے

سمایا ہے جب سے تو آنکھوں میں میری
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

ختاؤں میں کیا اپنا حال پریشاں
چلو قبر فرہاد پر فاتحہ کو
نکل جاوے دم تیرے قدموں کے نیچے
ستایا ہے ناحق ہمیں تو نے ظالم
کیا چاک وحشت نے ایسا گریباں
شفق بنکے گردوں پہ ہوتا ہی ظاہر

عیاں زلف دلدار کی موبمو ہے
مگر آب شیریں سے لازم وضو ہے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
یہ انصاف اللہ کے روبرو ہے
نہ سینے کے قابل نہ جائے رفو ہے
یہ کس کشتۂ بے گناہ کا لہو ہے

عبث مجھ کو ہنس ہنس کے دیتے ہو گالی
زباں کو سنبھالو یہ کیا گفتگو ہے

اے مینا یہ غزل سنکر وہ طوطا زہرہ کے ہاتھ پر آبیٹھا اور اپنی پیشانی اُسکے ہاتھوں پر ملنے لگا۔ اس وقت زہرہ آفتاب ہا سمجھی کہ یہ وہی میرا محبوب دلنواز ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی نے اسکو بزور جادو جامۂ انسانیت سے طوطا بنا دیا ہے۔ قصہ کوتاہ وہ طوطے کو لیکر معہ اپنی بہنوں کے اپنی جائے قدیم پر آئی۔ اور اپنی بہنوں سے ذکر کرنے لگی۔ کہ اس طوطے کو اب کس طرح جامۂ انسانیت میں لانا چاہیئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اکثر بزرگوں کی زبانی سُنا ہے متصل کوہ قاف کے گوشۂ شمال میں ایک درویش کامل الوقت رہتا ہے۔ عجب نہیں۔ کہ اس سے تیرا شجر مراد ثمر لائے۔ اور غنچۂ پژمردہ لہلہائے۔ یہ سُنکر پری زہرۂ آفتاب معہ اس طوطے کے روانہ ہوئی۔ اور چند روز میں کوہ قاف جا پہنچی۔ اتفاقاً اثنائے راہ میں وہی درویش ملا۔ زہرۂ آفتاب نے پری مشتری کا مکان دریافت کیا۔ درویش صاحب نے فرمایا۔ کہ اے خاتون بوجہ ناراضگی راجہ اندر کے وہ پری پرستان سے نکال دی گئی ہے اسکی ہمشیرہ زہرہ اختر ایک آدمزاد کی سودائے محبت میں کوہ درکوہ اور صحرا بصحرا سرگرداں و پریشان پھرتی ہے۔ اور اب خدا جانے وہ کہاں ہونگے۔ اے مینا یہ جملہ ملحوظ خاطر رہے۔ یہ الفاظ شہزادہ صاحب اختر جو کہ پہلے اس ہیئت ہرن سے جامۂ انسانیت میں آیا ہے سنکر شکر ایزدی بجا لایا اور خوش ہوا کہ ان نازنینان کی خیریت سے تو خداوند کریم نے مشرف فرمایا امید قوی ہے کہ وہ معبود دوجہان اُن محبوبان کے دیدار سے بھی بہرہ مند کریگا۔ قصہ کوتاہ زہرۂ آفتاب نے اس درویش سے دریافت کیا۔ کہ اس پری کے مکان کے متصل ایک درویش صاحب کرامات قیام گزین ہیں۔ چاہتی ہوں۔ کہ اسکے قدوم میمنت لزوم کی قدمبوسی حاصل کروں اور

انہیں کے دیدار فیض آثار کے دیکھنے کیلئے میں یہاں اس قدر دور دراز کا سفر کر کے آئی ہوں۔ یہ عاجزی سنکر اس درویش کامل نے فرمایا۔ کہ ہم سمجھے جو تیرا مطلب ہے یہ کہکر اور کچھ پڑھکر اس طوطے پر پھونکا۔ وہ طوطا اسی وقت اپنی اصلی ہیئت انسانی میں آیا یہ طاقت دیکھ کر زہرہ آفتاب و ملک التجار اس درویش کے قدموں پر گر پڑے اُس نے دونو کو دعائیں دیں۔ بعد ازاں یہ دو تو وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور اپنے گھر کا راستہ لیا۔ اثنا راہ میں کئی روز کے بعد ایک دشت میں پہنچے۔ وقت شب شب باش ہوئے۔ قریب نصف شب کے ایک دیو خونخوار پیدا ہوا۔ اور پری زہرہ آفتاب کو لیکر آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔ ملک التجار اسکی مفارقت میں تڑپتا رہگیا۔ اس جنگل میں مارا مارا پھرتا تھا۔ مگر کہیں سُراغ نہ ملتا تھا اے مینا ملک التجار نے خورشید رو سے کہا۔ کہ بعد ازاں میں ایک دشت میں پہنچا۔ تو چند ہرن ایک جا بیٹھے تھے۔ وہ مجھ کو دیکھ کر قہقہہ مار کر ہنسے۔ اسی اثنا میں میں بھی ہرن بن گیا۔ اور اس سے آگے کی کیفیت آپ پر روشن ہے۔ یہ سنکر خورشید رو نے اسکی تشفی کی اور کہا کہ تم یہیں قیام کرو انشاء اللہ اپنے محبوب مطلوب سے ملوگے۔ اور گوہر مراد ہاتھ آئیگا۔ اس عرصہ میں غم اس آہو گیر ہرن سوم پکڑ کر لائی۔ اور خورشید رو نے اسکو بھی حوض کا پانی پلایا۔ تو گوہر مراد کو پایا۔ پھر نئے سرے خوشی کا سامان ہوا۔ اور ناچ و رنگ شروع ہوا۔ تمام شب حرف گیر حکایت میں گذری عیار دم نے کل حال گذشتہ خورشید رو کے سامنے بیان کیا۔ صاحب اختر اور ملک التجار میں از حد محبت ہو گئی۔ بوقت شب ناچ شروع اور تماشہ راگ و رنگ برپا ہونے لگا۔

راوی عیار دم اور خورشید رو و صاحب اختر و ملک التجار کو راگ و رنگ میں مشغول چھوڑ کر اب دو کلمہ داستان جیت سیر ما پری مشتری و زہرہ آفتاب کے معرض تحریر میں لاتے ہیں

قصہ کوتاہ بعد چھپو نے صاحب اختر کے میدان آہوان میں مشتری کو حکم دیا کہ اسکو بھی ہیرون پرستان نکال دو۔ اے مینا پری مشتری وہاں سے اپنی ہمشیرہ زہرہ اختر کے پاس آئی اور احوال گذشتہ پرستان کا زہرہ اختر کے روبرو بیان کیا۔ وہ سنکر زار زار رونے لگی۔ اور کہا کہ اب چندے یہاں قیام کریں۔ تا کہ یہ کنیز اس کشتۂ دام عشق کا پتہ لگانے یعنی

صاحب اختر کو تلاش کرے۔ کہ وہ خانماں آوارہ کس مصیبت و آفت میں مبتلا ہے یہ سنکر
پری مشتری اوّل تو چپ ہوئی۔ بعدازاں بمجبوری اجازت دی اور مینا پری زہرہ اختر
نے لباس گیروا زیب بدن کیا۔ اور ایک بین کاندھے پر رکھی۔ گویا سچ مچ کی جوگن بنی دونو
کانوں میں مندرے ڈالے۔ غرض سب لباس جوگی کا پہنکر سلام سلام و داعی ہوکر مشتری
کے پاس آئی۔ مشتری نے آبدیدہ ہوکر کہا۔ ع

بہ سفر رفتنت مبارک باد ؛ بہ سلامت روی و باز آئی

راوی۔ کیونکہ زہرہ اختر نے لباس جوگی کا اختیار کیا ہے۔ اسلیئے ہم اس کو جوگن کے
نام سے یاد کرینگے۔ جوگن وہاں سے چلدی۔ اور کوہ و بیابان صحرائے اسنسان میں پھرتے
ہوئے تلاش صاحب اختر کی کرتی ہوئی پھرنے لگی۔ بعد ایک شب کے خود بخود جی میں آیا
کہ آج یہاں پر ذرا بین بجاؤ۔ غرضکہ اس نے وہاں بیٹھکر بین بجانا شروع کی۔ ایک سماں
بندھ گیا۔ درخت وجد کرنے لگے اس عرصہ میں ایک تخت اوج ہوا سے اترا جسپر ایک دیو نہایت
بدصورت اور ایک پری نہایت حسین بیٹھی ہوئی تھی۔ جوگن کے قریب آکر بیٹھی۔ جوگن نے صورت
دیکھکر بین کو اور تیز کیا یہاں تک کہ وہ دو نو بھی محو ہوگئے۔ اور واہ واہ کرنے لگے۔ بعدازاں
جوگن خاموش ہوئی۔ تو اس پری نے دیو سے کہا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جوگن کسی فرد بشر کے مفارقت
میں سرگردان ہے۔ اسکی ہمائی ضرور چاہیئے۔ غرضیکہ جوگن کو بھی تخت پر سوار کیا۔ اور اپنے مکان
پر لیکر آئی۔ واضح ہو کہ یہ مکان ساخت آہوان سے دو منزل پر ہے۔ نہایت خاطر اور
نوازش سے دیو اور پری پیش آئے۔ بوقتِ شب اس پری نے باعث جوگی ہونے کا دریافت
کیا۔ تو جوگن نے کل احوال گذشتہ بیان کیا۔ جسوقت جوگن نے مشتری کا نام لیا۔ تو وہ
پری آبدیدہ ہوئی۔ اور جوگن سے بولی۔ کہ یہ کنیز بھی مشتری کے پتہ سے ایک درویش کے پاس
واسطے تبدیل کرانے ہیئت طوطے کے گئی تھی۔ تقدیر سے وہ اس میدان میں جہاں تم بین
بجا رہی تھی۔ بچھڑ گیا۔ تو اس دیو ناپاک کے جو کہ خواب غفلت میں ہے۔ قابو میں پڑی
خدا جانے اب وہ کہاں ہے۔ اور نام میرا زہرہ آفتاب ہے۔ اور چھ ماہ بعد وعدہ شادی کا اس
دیو خوک پیکر سے۔ دیکھیئے خداوند دو جہاں پردۂ غیب سے کیا ظاہر کرتا ہے۔ قصہ کوتہ تین
شبانہ روز جوگن وہاں رہی۔ اور روز چہارم وہاں سے چل دی۔ اور صحرا البحر اچل نکلی
اس آبادی میں پہنچی۔ جہاں دو قیدی تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ جوگن اسی دروازہ پر جہاں

سے عیار دم و فیروز بخت باغیچہ میں پہنچے تھے۔ یہ بھی اسی باغیچہ میں پہنچی۔ خورشید رو سیر کناں وہاں پھرتی تھی۔ جوگن کو دست گرفتہ دالان میں لائی۔ اور جملہ مردان یعنی عیار دم اور صاحب اختر نے جوگن کو پہچانا۔ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے۔ ادہر جوگن کا بھی حال ہوا۔ اور خوب ہم بغل ہو کر آپس میں ملے۔ سب نے صاحب اختر کو مبارکباد دی جوگن کو حمام کرایا۔ اور ایک جوڑا نفیس پہنایا۔ بعد ازاں صاحب اختر نے حال واردات کیا۔ اس نے حرف بحرف کہہ سنایا۔ اور بروز فردا ایک پری دیو کے ہاں مہمان تھی جس کا نام زہرہ آفتاب تھا۔ اور اس کا مفصل حال جو سنا تھا بیان کیا۔ زہرہ آفتاب کا نام سنکر ملک التجار نہایت برہم ہوا۔ اور خورشید رو سے ملتجی ہوا۔ کہ اسکو منگوانا چاہیئے۔ اے مینا خورشید رو نے دروازہ چہارم باب پر آکر کوٹھڑی کھولی۔ تو اسکے اندر سے چار دیو نہایت خونخوار برآمد ہوئے۔ واضح ہو۔ کہ یہ دیو ہمیشہ بند رہتے تھے۔ صرف نامہ بری کے وقت رہا ہوا کرتے تھے۔ قصہ کوتاہ خورشید رو نے ایک نامہ لکھکر ان کے حوالہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ تمکو وہاں پاسبانی کیواسطے بھیجا گیا تھا۔ نہ کہ رہزنی کے واسطے۔ اگر اپنی جان عزیز رکھتا ہے۔ تو اس پری کو جو تیرے پاس ہے ان نامہ بروں کے حوالے کر دے۔ ورنہ سخت سزا کے مستوجب ہوگا۔ یہ نامہ تیرے پاس ہے لکھکر ان دیوان خونخوار کے حوالہ کیا۔ اور کہا کہ جو میدان ساخت آہوان سے دو منزل پر ہے۔ رہتا ہے اسکو یہ نامہ دو۔ اور جو کچھ وہ تمہارے سپرد کرے اسکو نہایت ہوشیاری سے یہاں تک پہنچاؤ۔ الغرض وہ دیو حسب الحکم وہاں پہنچے۔ ملک التجار نہایت خوش ہوا۔ اور زہرہ آفتاب پھولی نہ سمائی۔ جس وقت وہ دیو اسکو وہاں لیکر آئے۔ اور دونوں آپسمیں ملے۔ اور عیش و عشرت کے ساتھ وہاں رہنے لگے۔ اور ایک خوشی کا عالم برپا ہوا۔ دن رات ناچ۔ رنگ۔ شراب کباب میں بسر ہونے لگے۔ صاحب اختر اور زہرہ اختر اور ملک التجار اور زہرۂ آفتاب عیار دم و خورشید رو کو اپنا آقا نامدار سمجھے تھے۔ اور شب و روز دعا کو ہاتھ بلند رکھتے۔ اور شہزادہ فیروز کی رہائی کی سب دعائیں کیا کرتے تھے۔

اے مینا ایک روز عیار دم نے خورشید رو سے کہا۔ کہ شہزادہ عالی جاہ سے ملنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں۔ اور آجتک تو یہ بھی نہیں معلوم ہوا۔ کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ خورشید رو عیار دم کا ہاتھ پکڑ کر اسی دروازہ پر لائی۔ جہاں سے شہزادہ اور عیار دم باغ میں داخل ہوئے تھے۔ خورشید رو نے کوٹھڑی پنجم کھولی۔ اور اس آئینہ کو جو اس میں رکھا تھا۔ بغور دیکھا۔ اور

عیارہ دم کو بھی دکھایا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس آئینہ میں تمام آبادی مردان طلسم دکھائی دیتی تھی۔ الا کہیں شہزادہ فیروز کا پتہ نہ ملا۔ تب خورشید رو بہت رنجیدہ ہوئی۔ اور عیارہ دم سے کہا کہ اس سرزمین یعنی حدود طلسم میں تمہارا آقا کسی جگہ قیام گزین نہیں معلوم ہوتا۔ خدا جانے وہ کیا ہوا۔ کیونکہ اس آئینہ میں کل حال مردان طلسم کا آئینہ ہے۔ اگر وہ اس سرزمین پر ہوتا تو فوراً اسکی شبیہ معلوم ہوتی۔ یہ سنکر عیارہ دم نہایت رنجیدہ ہوا۔ اور زار زار رونے لگا اور تلاش شہزادہ میں سرگرم ہوا۔ اور ایک آہ سرد بھر کر یوں کہا ؎

عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو ٭ جام شراب بیخودی اب تو پیا جو ہو سو ہو۔

عیارہ دم و خورشید رو کو تلاش شاہزادہ میں چھوڑ کر راوی دو کلمہ حال شاہزادہ کا بیان کرتا ہے۔

اے مینا جس وقت شہزادہ عالی وقار فیروز نامدار نے حوض میں ہاتھ ڈالا۔ تو ایک پری جو کہ خورشید رو کی ہمشیرہ کلاں تھی۔ حوض کے اندر آئی۔ اور فیروز کو دست بدست اپنے مکان میں لیگئی اور نہایت تواضع اور خاطرداری سے پیش آئی۔ اور ایک مسند پر بٹھایا۔ مگر یہ نہ بیٹھا۔ اور متنفر ہوا۔ تو نہایت پر غضب ہوئی۔ اور شہزادہ کو بہت کچھ سخت سست کہا۔ اور ایک دیو کو بلا کر کہا۔ کہ اس مرد خاکی الاصل کو سرحد طلسم سے باہر ڈال آ۔ یہ سنکر وہ دیو شہزادہ کو دست گرفتہ ہند میں چھوڑ گیا۔ شاہزادہ نہایت حیران و پریشان چہار سمت پھرنے لگا۔ وقت شام متصل ایک آبادی کے پہنچا۔ اور دروازہ شہر کے متصل ایک درخت کلاں کے زیر سایہ قیام گزیں ہوا۔ اتفاقاً ایک جگہ اکثر درویش ٹھہرا کرتے تھے۔ اور اس روز بھی بہت سے درویش اس مقام پر قیام گزین تھے۔ شاہزادہ کو بحالت پریشان دیکھ کر پرسان حال ہوئے۔ فیروز کو بحالت مجبوری اپنا کل احوال گذشتہ کہنا پڑا۔ اور دل میں کہا کہ ایک مرتبہ اور قسمت آزماؤ۔ اگر خدا چاہے۔ تو حسب مرضی مہر رشک خنجر طلسم شکن لاتا ہوں۔ یہ کہکر بہت رویا۔ ایک درویش یہ حالت اس کی دیکھ کر گویا ہوا کہ واقعی عورتیں ایسی ہی پر غضب ہوتی ہیں۔

حکایت دوسرے درویش کی

میں ملک ہند کا سوداگر ہوں۔ میری عورت ہمیشہ اپنے بھائی کو گھر کے اسباب سے

کچھ نہ کچھ دیدیتی - اور ہمیشہ یہ کہتی - کہ اب تو آج فلاں چیز نہیں ہے - اور آج فلاں چیز نہیں ہے - بس خرید خرید کر تنگ آگیا - ایک روز ہمسایہ میں اپنے منہ بولی بہن کے یہاں بغرض تقریب رنجگا گئی - اور ادہر اس کا بھائی آیا - میں نے موقع پاکر اسکے دو ٹکڑے کردیئے - اور اس کے خون سے چراغ روشن کیا - اور گردہ نکال کر کباب بنائے - اور لاشہ کو زیر چارپائی ڈال دیا - اتنے میں وہ عورت بھی آن موجود ہوئی - تو میں نے اسکو وہ کباب دیئے - اور کہا کہ تمہارے سپیکر سے کوئی دے گیا ہے - اس نے کھنا شروع کیا تو میں نے اُسے یہ کہا:-

دوہا

رس کو رس کے تو دیوا جلیں اور پنجر کھاٹ تلے کیا بیراگی محبت دے گئی دانت تلے

اس وقت اُسنے چارپائی کے نیچے جھانک کر دیکھا - تو اپنے بھائی کو مردہ پایا - طیش کھاکر لال ہوگئی - اور یوں کہنے لگی:-

دوہا بجواب

رات پڑوسن کے رنجگان اور گائے چنگھاڑ ہو مورکھ تھا سمجھا نہیں جو آن کٹائی ناڑ

یہ کہا اور تلوار اُٹھائی - میں وہاں سے بھاگا - وہ میرے پیچھے دوڑی - قصہ کوتاہ میں اسکی نظر سے پوشیدہ ہوگیا - اور یہاں آکر پناہ گزیں ہوا - اب خدا جانے اس عورت کی کیا حالت ہوگی - یہ سُنکر سب درویشوں نے کہا - کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے - اب باطمینان یہاں تشریف رکھئے - اگر خدا برحق ہے تو اس مکان پر آپ کا قبضہ ہوگا -

راوی کہتا ہے کہ یہ داستان سنکر شاہزادہ افروز اس طرح گویا ہوا - کہ اب آپ کوئی تازہ قصہ سنائیے - یہ سنکر مینا بولی - بیشک عورتیں اکثر نہایت دانشمند ہوتی ہیں - اس جملہ پر مجھے تو ایک حکایت یاد آئی - طوطا بولا - صاحب آپ بھی فرماؤ - کہ وہ حکایت کیونکر ہے - مینا اس طرح بیان کرنے لگی -

دوسرے درویش کی کہانی

راویان رنگین بیان اس حکایت حیرت انگیز کو اس طرح بیان کرتے ہیں - کہ زمانہ سابق میں ایک سوداگر تھا - اس کو سیر شکار کا بہت شوق تھا - ایک مرتبہ وہ بغرض شکار ایک سال کے واسطے گیا - اور ایک منعم کو واسطے خرید و فروخت اسباب تجارتی کے مقرر کیا اور

ہدایت کی کہ جو لڑکے کسی خاص کام میں لینی ہو۔ وہ میری دختر سے لینا۔ یہ کہا اور چلدیا۔ یہاں
منعم صاحب نے خرید و فروخت جاری کی۔ اور لین دین شروع ہوا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک جہاز
جانب فارس روانہ کرنا تھا۔ اسمیں تشویش ہوئی۔ کہ روانہ کیا جاوے۔ یا نہیں اس تردد میں تھا کہ
فوراً دختر سوداگر کے پاس واسطے لینے رائے کے گیا۔ اور واسطے روانگی جہاز کے دریافت
کیا۔ اس اثنا میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اس لڑکی سے پیغام شادی کا دیا جاوے۔ عجب
نہیں کہ وہ منظور کرے۔ اور اگر منظور نہ کرے۔ تو ہمکو دینی چاہیئے۔ غرضکہ اس نے ایسا ہی
کہا۔ وہ لڑکی یہ سنکر جواب دہ ہوئی۔ کہ روز فردا اسکا جواب دیا جائیگا۔ وہ منعم بہت خوش ہوا
ادہر وہ لڑکی وقت شب اپنے شوہر کی تصویر لیکر چلدی۔ اور ایک غار کوہ میں قیام گزین ہوگی۔
وہ تصویر اس کے منگیتر شوہر کی تھی۔ کوہ کی غار میں یاد الٰہی میں مصروف ہوئی۔ روز فردا منعم آیا
تو معلوم ہوا۔ کہ وہ تو فرار ہوگئی۔ جا بجا تلاش کیا۔ مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ اپنے دل میں ڈرا کہ جس وقت
سوداگر آئیگا۔ تو میں کیا جواب دونگا اس عرصہ میں آمد سوداگر ہوئی۔ تو منعم واسطے استقبال گیا۔
مزاج پرسی ہوئی۔ اور اثنا گفتگو میں منعم نے یہ بھی کہا۔ جناب کی دختر خدا جانے کہاں غائب
ہوگئی۔ عقل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی کے ساتھ چلدی۔ سوداگر کو اس بات سے عرق آگیا
اور عرصہ تک زمین کی طرف دیکھتا رہا۔ اور منعم سے کہا۔ کہ خبردار کسی سے یہ راز مت کہنا۔ کیونکہ انکشاف
راز سے خوف ہتک ہے۔ قصہ کوتاہ سوداگر اپنے مکان پر آیا۔ اور کاروبار میں مشغول ہوا۔ مگر دختر
کی جانب سے نہایت رنجیدہ تھا۔ اور تمام عزیز و اقارب میں مشہور کر دیا۔ کہ دختر بالاخانہ پر یاد
خدا میں مصروف ہے۔ اُسکے پاس کوئی نہیں جا سکتا ہے۔ سوائے اسکی والدہ کے اور وہ
بھی صرف چند منٹ کے واسطے۔ سوداگر نے تو یہاں کا یہ انتظام کیا۔ اب اس دختر کا حال
سُنیئے۔ کہ جس کا نام دانشور خاتون تھا۔ مگر وہ اسی غار میں شب و روز یاد الٰہی میں مصروف رہتی
تھی۔ جس وقت بھوک معلوم ہوتی تو قدرے میوہ کھا لیتی۔ اور شکم سیری کرتی۔ ایک روز کا
ذکر ہے۔ کہ اس طرف سے ایک لڑکا سوداگر کا اسباب تجارتی بار کرائے ہوئے جا رہا تھا۔
دانشور خاتون کو وہاں دیکھکر متحیر ہوا۔ اور پریشان حال ہوا۔ کہ آپ کو ایسے کوہ و دشت میں تنہا
رہنے کی کیا وجہ ہے۔ ادہر لڑکی نے اُسکی جانب کو دیکھا۔ ادہر اس تصویر کو دیکھا
جو اس کے پاس موجود تھی۔ سر مو فرق نہ پایا۔ شکر خدا بجا لائی۔ مگر تقاضا شرم و حیا سے کچھ نہ
کہہ سکی۔ تو اس لڑکے نے جس کا نام فیض زبان تھا۔ مکرر کہا کہ اے خانماں آوارہ اس ویرانہ میں رہنے سے

سے کیا فائدہ اگر مزاج مبارک کے خلاف نہ ہو۔ تو اس نیاز مند کے غریب خانہ پر تکلف فرمایئے
وہ اس بات پر راضی ہوئی۔ اور دل میں کہا کہ ڈر کیا ہے یہی میرا شوہر ہے قصہ کوتاہ دونوں
آبادی میں پہنچے۔ اور بآرام رہنے لگے اور حسب رواج زمانہ دونوں کا عقد ہو گیا۔ اور بعیش و
خوشی رہنے لگے۔ اکثر فیاض زمان دانش خاتون کی والدہ کے پاس ہی رہا کرتا یہانتک
کہ کاروبار میں بھی دقت پیش آنے لگی۔ ایک روز فیاض کی والدہ اور والدہ نے خیال کیا۔
کہ اب اس کی شادی کر دینی چاہیئے۔ شاید کہ دوسری دلہن کے آنے سے خیال بدل
جائے اور ضروری بات ہے کہ منگنی کئے ہوئے عرصہ ہو چکا اے طوطے واضح رہے کہ منگنی فیاض
زمان کی دانشور خاتون سے ہی ہوئی تھی جو اب اسکی زوجیت میں تھی۔ الا کوئی فرد بشر اس بات
سے واقف نہ تھا۔ سوائے دانشور خاتون کے وہ بھی بوجہ تصویر کے معلوم کر چکی تھی۔ قصہ کوتاہ
فیاض زمان کی والدہ نے دانشور کے باپ نے اسکے باپ کے نام بغرض شادی لکھا وہاں سے
تاریخ مقرر ہو کر جواب آیا۔ کہ فلاں روز برات لیکر آ جاؤ۔
قصہ کوتاہ سامان شادی ہونا شروع ہوا۔ اور تمام شہر میں دھوم مچگئی۔ برات کے دن فیاض
سے کہا گیا کہ لڑکے تجھ کو کچھ خبر ہے۔ آج تیری شادی ہے۔ خواب خرگوش سے بیدار ہو اور جا
دلہن کو بیاہ لاؤ۔ فیاض یہ سنکر آبدیدہ ہوا۔ اور کہا کہ بہتر۔ برات رخصت کیجائے اور دانشور
خاتون کو بھی ہمراہ لیا جاوے میں بھی انشاء اللہ وقت معینہ پر موجود ہو جاؤں گا۔ قصہ کوتاہ برات
رخصت ہوئی۔ اور ایک محافہ میں دانشور خاتون بھی روانہ ہوئی۔
جبکہ برات رخصت ہو کر شہر سے ایک منزل پہنچکر قیام گزین ہوئی تو فیاض کے باپ کے کارندہ نے
یہ خیال کر کے فیاض زمانہ بوجہ اس عورت کے کسی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اس سے بہتر ہے کہ اس
عورت کو کسی نہر میں جو بہاں جاری ہے۔ ڈال دیا جاوے۔ تاکہ اسکا کچھ پتہ نہ چلے۔ یہ خیال کر اور وقت
شب خیمہ دانشور خاتون میں آیا۔ وہ اس وقت یاد الٰہی میں مصروف تھی۔ غیر مرد کو غیر وقت دیکھکر
حیران ہوئی۔ اور چلا کر بولی۔ کون کارندہ۔ بولا گھبراؤ نہیں۔ یہ آواز کارندہ سنکر بہت
پریشان۔ مگر پھر خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ میں تو یہ چاہتا تھا۔ کہ یہ بلا دفع ہو۔ خدا کا شکر ہے۔
کہ دفع ہوئی ہے۔ اب فیاض زمان سے یہ کہدیا جاویگا۔ کہ وہ خود بخود خدا جانے۔ کہاں
چلی گئی۔ اب دانش ور خاتون کا حال سنیئے۔ کہ جوں توں کر کے اپنا پیچھا چھڑا ایک جانب
کو چلدی۔ تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ چند آدمی بیٹھے ہیں۔ اور آپس میں مال تقسیم کر رہے ہیں۔

جب انہوں نے اسکو دیکھا تو اس پر بھی جھگڑا کرنے لگے - ایک بولا کہ یہ میرا حق ہے - دوسرا کہ تیری کیا مجال جو اسپر آنکھ بھی ڈال سکے - تیسرا بولا کہ کیا مجال جو کوئی ایک حرف بھی زبان سے نکال سکے - غرضکہ چاروں آپسمیں جھگڑنے لگے - وہ کہتا کہ میری - وہ کہتا کہ میری - یہ جھگڑا سن کر دانشور خاتون بولی - کہ تم آپسمیں ناحق جھگڑتے ہو میں ایک شرط قرار دیتی ہوں - جو تم بھی اسکو منظور کرو - وہ سب بولے ہم کو منظور ہے - تم کہو - دانش خاتون نے اس مال کو جو وہاں رکھا تھا تین انبار کیا - اور ایک جانب آپ کھڑی ہوگئی - اور کہا - کہ میں چار تیر گوشہ کمان سے چھوڑتی ہوں - جو شخص پہلے تیر لاکر مجھ کو دیگا - وہی میرا مالک ہے - بعدازاں جو لائیگا - اس کا مال لے لیا جائیگا - سب بولے بہت بہتر - دانش خاتون نے اتنے زور اور فنون سے چار تیر رسید کئے - اور اُن سے کہا لاؤ وہ گئے - اور آپ وہاں سے رفوچکر ہوئے - وہ چاروں واپس آئے - اور اسکو وہاں نہ دیکھ کر نہایت حیران ہوئے - اور سمجھے کہ ہم کو حکم دیکر چلی گئی - اب دانش خاتون کا حال سُنئے - کہ جب وہاں سے چلی تو فقیرانہ لباس کر کے اس برات کی طرف چلی وہاں دوسرے روز فیاض زبان بھی آگیا - نوکارندہ نے فیاض زبان سے کہا - کہ جناب وہ عورت وقت شب خدا جانے کہاں غایب ہوگئی - ہم حیران ہیں - کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں - فیاض زبان یہ خبر سنکر نہایت پریشان ہوا - اور ایک عرصہ تک سرنگوں رہا - بعدازاں کہا کہ خیر برات کا کوچ کرو - اثنائے راہ میں کیا دیکھتا ہے - کہ ایک درویش صاحب بھی اسی جانب چلے جا رہے ہیں - چونکہ فیاض زبان کو درویشوں سے ہمیشہ انس تھا اس درویش کے پاس بھی آیا - اور نہایت انس سے ملا - اور خاطر تواضع سے پیش آیا ضمن گفتگو میں درویش نے کہا - کہ وہ لڑکی ہے جو تم کو غار کوہ میں ملی تھی - فیاض غار کا نام سنکر درویش کے پاس بھی آیا - اور قدموں پر گر پڑا اور کہا - کہ اب برائے خدا اس کی مفصل اور راست کیفیت سنائیے - درویش صاحب نے کہا - کہ یہ مفصل کیفیت روز شادی سناؤں گا - قصہ کوتاہ برات دانش خاتون کے باپ کے مکان پہ پہنچی - جب نوبت نکاح کی آئی - اور قاضی صاحب تشریف لائے یوں یکایک محل سے آہ وزاری کی صدا بلند ہوئی - اسی عرصہ میں لڑکی کا باپ روتا ہوا آیا - اور کہا کہ افسوس صد افسوس کہ دانش خاتون درد گردہ سے فوت ہوگئی - یہ سنکر جملہ مردمان نہایت آبدیدہ ہوکر واویلا کرنے لگے جملہ مردمان ایک مکان میں جانشین ہوئے - اور رنج دور کرنے کیلئے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے

کچھ عرصہ کے بعد فیاض زمان نے درویش سے کہا۔ کہ حضرت کی مزاج مبارک میں آئے۔ تو کوئی قصہ یا کہانی سُنائیے۔ تاکہ یہ شب کو وہ غم طے ہو۔ درویش اس قدر گویا ہُوا۔ کہ کسی ملک میں ایک سوداگر تھا۔ اسکو شکار سے زیادہ رغبت تھی۔ اور وہ اپنا کاروبار منعم کے سپرد کر کے شکار کو چلا گیا۔ تو اس منعم نے اُس سوداگر کی لڑکی کو پیغام شادی دیا۔ اور ضرور شادی کرنا چاہا۔ وہ لڑکی دھوکا دیکر چلدی۔ یہ سنکر منعم بولا۔ کہ ٹکڑا کلا چُپ کیوں نہیں رہتا۔ اسپر سوداگر نے منعم نے ایک چانٹا رسید کیا۔ کہ چکرا گیا۔

طوطا مینا سے کہنے لگا۔ وہ منعم کیوں چُپ نہ کرتا۔ اسکا تو بھید بھی کھلتا تھا۔ پھر درویش اس طرح کہنے لگا۔ وہ منعم کیوں چُپ کہ وہ لڑکی ایک غار کوہ میں ٹھیری۔ وہاں سے ایک سوداگر بچہ اُسے اپنے ہمراہ لیگیا۔ اس سوداگر نے اس لڑکی کو اپنی برات کے ساتھ روانہ کیا تو دوسرے منعم یعنی اس سوداگر بچہ کے باپ کے منعم نے وہ کارروائی کی۔ کہ وہاں سے علیحدہ ہوئی۔ یہ سنکر کارندہ بولا۔ اے درویش اس دروغگوئی کا کیا نتیجہ ہے۔ اُس پر فیاض زمان نے ایک ہنٹر اس کو اس زور سے مارا۔ کہ ٹوٹ گیا۔ اور درویش صاحب سے کہا۔ ہاں صاحب پھر کیا ہُوا۔ درویش بولا۔ کہ وہ لڑکی ایک چٹیل میدان میں پہنچی۔ وہاں چار چور بیٹھے تھے۔ اور آپس میں چوری کا مال تقسیم کر رہے تھے۔ اسکو دیکھکر آپس میں جھگڑنے لگے۔ اخیراں سے بھی ترکیب اپنے سے بچی۔ یہ سنکر وہ چور بولے۔ اے فقیر یہ کیا جھوٹ بک رہا ہے۔ اسپر فیاض ان کو بھی خوب زد و کوب کیا۔ اور کہا ہاں صاحب پھر کیا ہُوا۔ درویش بولا پھر وہ صاحب عصمت فقیرانہ لباس سے اپنے عزیز و اقارب میں آئی۔ اور قصہ گذشتہ سنانے لگی۔ اور خوش ہوکر یہ شعر پڑھنے لگی۔ ؎

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری۔ طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری۔

اسکے باپ نے فوراً پہچان لیا۔ اور اپنی چھاتی سے لگایا۔ ادہر فیاض نے پہچانا اور شکر خدا بجا لایا۔ قصہ کوتاہ دانش خاتون پر چاروں طرف سے صدائے آفرین بلند ہوئی۔ اور دونوں منعم اور کارندہ کو ان کے کردار کی سزا دیگئی۔ بعد ازاں گھوڑے پر سوار چلا جاتا تھا یکایک گھوڑا فیاض ضمان کا بگڑ گیا۔ ہر چند اُسے روکنا چاہا۔ مگر نہ رکا اور تمام دن سرپٹ دوڑتا چلا گیا اور وقت شام منزل ایک آبادی کے پہنچا۔ اور ٹھہرائی تو اسی وقت راہی عدم ہُوا۔ اب فیاض زمان نہایت پریشان ہوا دوسرے روز ان درویشوں کے پاس پہنچا۔ اے طوطے درویش وہ ہیں جس کا ذکر ہُوا ہے۔

وہ بھی فیاض زماں ہے۔ یعنی دارنشور خاتون کا زوج یہ سنکر درویش دوئم نے شب کو تسلی دی اور کہا خدا چاہے۔ تو بہت جلد اپنے ملک میں پہنچو گے۔ بعدازاں تیسرے درویش نے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا۔ اور شاہزادہ افروز نے طوطے سے کہا۔ کہ طوطے موہنی کا قصہ کیونکر ہے۔ طوطا پروں کو ہلا اور چونچ کو پھٹکار کر بولا۔

من موہنی کا قصہ زبانی درویش کی

کہتے ہیں کہ کسی شہر میں ایک عورت کہ جسکا نام من موہنی تھا رہتی تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے اسنے اس خیال سے کہ کوئی عقلمند آدمی ملے۔ تو شادی اپنی کا بندوبست کروں۔ الا معلوم ہونا اس امر کا کہ کون آدمی عقلمند ہے مشکل ہے۔ اسکے واسطے ایک کنیز کو ایک فلوس دیا۔ اور کہا۔ کہ اسکی چار چیزیں لا۔ اول تو کھانے کو حلوا۔ دوئم پینے کو شربت۔ سوم نقل کو چنے۔ چہارم بکری کا چارہ اور کہا کہ جو چیزیں تجھ کو کہیں نہ ملیں۔ تو کسی شخص سے دریافت کرلیں۔ غرضکہ وہ باندی شہر میں جا بجا پھری۔ مگر اسکو یہ چیزیں کہیں دستیاب نہ ہوئیں۔ اور جس دکاندار سے طلب کیں۔ وہی اسکو وحشی خیال کرنے لگا۔ اسی طرح وہ جا بجا ماری ماری پھری۔ شدہ شدہ میرے پاس بھی یہاں بھنگیر خانہ میں پہنچی۔ اور کہنے لگی۔ کہ مجھ کو چار چیزیں ایک فلوس میں درکار ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ آدھا پیسہ تو مجھ کو دلوا۔ اور آدھے پیسے میں مطلوبہ چیزیں خرید میں تجھ کو دلوا دونگا۔ میں نے آدھے پیسے کی تو بھنگ اڑائی۔ اور آدھے فلوس کا اس کو تربوز دلوا دیا۔ وہ لیکر اپنے آقا کے پاس گئی۔ اسنے کہا۔ باندی تو سودا تو ٹھیک لائی۔ پھر من موہنی نے باندی کو تیس بالوشاہی نہایت لذیذ اور شیریں دیئے۔ اور بارہ امرتیاں اور ایک آبخورہ کلاں لبلب از دودھ جسپر از حد بالائی تھی۔ اور کہا کہ اس شخص کو دینا چاہیئے۔ جس نے تجھے سودا دلوایا تھا۔ اور کہا کہ تیس دن کا مہینہ اور بارہ مہینے کا سال بھرا ہے۔ کنواں اوپر پڑ گیا۔ جال۔ کہتے ہیں۔ وہ باندی وہ چیزیں لیکر وہاں سے چلی۔ تو راستہ میں اُس کا شوہر ملگیا۔ اور پوچھا۔ کہ یہ کیا شے ہے وہ بولی کہ میری مالکہ نے یہ چیزیں ایک شخص کے واسطے بھیجی ہیں۔ اسکا شوہر کہنے لگا۔ کہ کچھ مجھ کو بھی دے۔ وہ انکاری ہوئی۔ مگر وہ نہ مانا۔ اور زبردستی سے تین امرتیاں اور آٹھ بالوشاہی نصف دودھ اور کل بالائی چٹ کر گیا۔ وہ مجبوراً باقیماندہ اشیا لیکر میرے پاس آئی۔ اور وہی مذکورہ بالا الفاظ کہے۔ میں اسکی رمز کو سمجھ گیا۔ اور شمار مٹھائی اور وزن دودھ کا بتایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ باندی مٹھائی اور دودھ آدھا رستہ

ہیں کسی کو دے آئی۔ یا خود کھا گئی۔ تب میں نے اسکے جتانے کو باندی سے کہا کہ تو اپنی مالکہ سے پیغام کہہ دینا کہ ؎

بائیس دن کا مہینہ اور نو ماہ کا سال
آدھا کنواں جس پر حال ہے نہ وال

قصہ کوتاہ وہ باندی من موہنی کے پاس پہنچی۔ اور جو کچھ میں نے کہا تھا۔ وہ اُس نے اُسے کہہ دیا۔ وہ سنتے ہی آگ بھبوکا ہو گئی۔ اور باندی سے بولی کہ باقی دودھ مٹھائی و بالائی کہاں ہے۔ وہ درست بولی۔ کہ ٹھیک امانت میں خیانت ہوئی۔ معاف فرمایئے۔ مگر مجھ کو کمال حیرت ہے کہ یہ بھلا بتلایئے۔ کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ وہ بولی بیوقوف تو نہیں سمجھی۔ وہ جو کچھ میں نے کہا تھا۔ وہ حساب مٹھائی اور دودھ کا دودھ تھا۔ اس کا جواب جو تو لائی وہ کمی کے ساتھ تھا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا۔ باندی نہایت متعجب ہوئی۔ غرض اسی طرح تربوز کا دریافت کیا۔ اُسے بتایا۔ باندی یہ سنکر بہت مشکور ہوئی۔ اور من موہنی بولی۔ جا اس شخص کو بُلا لا۔ وہ مجھ کو بلانے آئی۔ اور مجھ کو آواز دی۔ کہ چلیو۔ چلیو۔ میں بھنگ کے نشہ میں بیٹھا تھا۔ اور جھوم رہا تھا۔ مجھ کو ایسی آواز آئی۔ کہ جیسے کوئی کہتا ہے۔ کہ پکڑ لو۔ پکڑ لو۔ میں نے خیال کیا کہ مجھکو کوئی پکڑتا ہے۔ وہاں سے بھاگا۔ اور یہاں آکر دم لیا۔ یہ کہکر طوطا گویا ہوا۔ کہ اے مینا اب آپ حال درویش چہارم کا بیان کریں۔ مینا اس طرح گویا ہوئی۔

حکایت

میں ایک بہت بڑا تاجر ہوں۔ مال لیکر ایک ملک میں وارد ہوا ہوں۔ اور میرے چار فرزند نہایت ذی شعور ہیں۔ جبکہ میں نے ان کو نہایت عقلمند اور ہشیار دیکھا۔ تو کل مال و اسباب ان چاروں کو تقسیم کر دیا۔ اور خود بیدخل ہو کر مکان پر بآرام رہنے لگا۔ چند روز کے بعد ان کی عورتیں مجھ کو ستانے اور تنگ کرنے لگیں۔ اور کھانے کو بھی گاہے اچھا اور گاہے ملتا تھا۔ اور یہ طعن کیا کرتی تھیں۔ کہ ایسے ہٹے کٹے مُنڈے کو کہاں سے کھلانے کو آوے۔ میں سمجھا۔ کہ میرے پاس تو ایک حبہ باقی نہیں رہا۔ اور بالکل مفلس ہو گیا۔ اسلئے ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ پھر تو میں نے ایک لوہار کی دکان پر جاکر اُسے لوہے کے روپے بنوائے۔ اور کلاں تھیلیاں بھر کر اپنے سرہانے رکھیں اور انکی نہایت حفاظت کیا کرتا۔ جب ان کی عورتوں نے دیکھا۔ کہ بڈھا تو پھر کہیں سے

خزانہ لے آیا۔ تو آپسمیں مشورہ کرنے لگیں۔ اور اس روپیہ کے طمع میں دوبارہ میرے مدارات شروع کی۔ اور وقت سے پہلے ہر ایک چیز ملجاتی تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے میری شامت جو آئی۔ تو چند ساعت کے واسطے بیروں شہر ہواخوری کیلئے چلا گیا۔ انہوں نے میری عدم موجودگی میں وہ تھیلی پھاڑ ڈالی۔ تو اس کے اندر سے لوہا برآمد ہوا۔ وہ عورتیں دیکھ کر نہایت نادم ہوئی۔ بعدازاں میں بھی وہاں جا کر پہنچا۔ اور اس تھیلی کو پھٹا دیکھکر نہایت رنجیدہ ہوا۔ اور تا شام کسی نے میری بات بھی نہ پوچھی۔ بھوک سے میں بیتاب ہونے لگا۔ جب میرا بُرا حال دیکھا۔ تو بڑا بیٹا دو نان خشک میرے پاس لایا۔ میں نے ان کو کہا۔ کہ خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اسے کہا کہ جو تم مجھ کو اس شہر کے امیر کے پاس لیچلو۔ جو اس شہر میں رہتا ہے۔ اس کے پاس بہت روپیہ ہے۔ میں تم کو اس سے دو ہزار روپیہ دلوا دونگا۔ قصہ کوتاہ وہ مجھ کو لیکر اس امیر کے پاس آیا۔ میں نے اس امیر سے کہا۔ کہ یہ شخص مجھ کو دو ہزار روپیہ پر فروخت کرتا ہے۔ آپ ضرور خرید لیں۔ کیونکہ مجھمیں کئی صفتیں موجود ہیں۔ اور وہ صفتیں اچھی ہیں۔ ایسا آدمی امیروں کے ہاں رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ صفتیں یہ ہیں۔ کہ اول تو آدمی کی شناخت دوم گھوڑے کی شناخت سوم ہیرے کی شناخت خوب جانتا ہوں۔ یہ صفتیں سنکر وہ امیر بہت خوش ہوا۔ اور دو ہزار روپیہ میرے لڑکے کو دلوا دیئے۔ وہ روپیہ لیکر وہاں سے روانہ ہوا۔ اور مجھ کو ایک چٹھی مل گئی۔ کہ آدھ سیر آٹا اور آدھ پاؤ دال اور نمک جسقدر ضرورت ہو۔ اور ایک فلوس روزمرہ گودام سے ملا کرے۔ میں چٹھی دیکھکر بہت چپ ہوا۔ کیونکہ میں نے یہ سمجھا تھا۔ کہ یہاں کچھ عمدہ کھانا ملا کریگا۔ خیر راضی برضا الٰہی رہنے لگا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ امیر کے پاس کوئی سوداگر کہیں سے گھوڑا لیکر آیا اور وہ گھوڑا بہت پسند ہوا۔ اور مجھ کو واسطے دیکھنے کے بلایا گیا۔ تو گھوڑے والے سوداگر نے مجھے بولا کہ اول تو میرا گھوڑا بے عیب ہے۔ اگر تو بھی اپنے آقا کو گھوڑا بے عیب بتائیگا۔ اور کوئی عیب بیان نہ کریگا۔ تو ایک ہزار روپیہ میں تم کو دونگا۔ اسپر میں نے جواب دیا۔ کہ اگر بے عیب ہوگا۔ تو میں بھی بے عیب بتاؤنگا۔ غرضیکہ امیر نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ گھوڑا کیسا ہے۔ اسکو دیکھا۔ تو گھوڑا بہت اچھا تھا۔ مگر اس کے پسینہ سے بدبو آتی تھی۔ مگر کوئی عیب اس میں نہ تھا۔ اس بدبو کے آنے سے معلوم کیا۔ کہ اسکو گدھی کا دودھ پلایا گیا ہے۔ وہ سوداگر بھی اس بات کو مان گیا۔ کہ ٹھیک ہی۔ اسکی ماں اسکو شہر میں چھوڑ کر مر گئی ہے۔ اسکو گدھی کے دودھ سے پرورش کیا ہے۔ یہ سنکر وہ امیر بہت خوش ہوا۔ اور میں اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ اس دفعہ ضرور

بہت سا انعام ملیگا۔ مگر چند منٹ کے بعد دوسری چٹھی مجھ کو دی جسمیں لکھا تھا۔ کہ بجائے آدھ پاؤ آٹا کے ڈھائی پاؤ آٹا اور بجائے آدھ پاؤ دال کے تین چھٹانک دال اور بجائے ایک فلوس کے ڈیڑھ فلوس اور نمک حسب دستور سابق ملا کرے۔ میں وہ چٹھی دیکھ کر اور بھی رنجیدہ ہوا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ اس سے تو یہی بہتر تھا۔ کہ اس گھوڑے کا ایسے ایک ہزار روپیہ اڑا لیتا۔ قصہ کوتاہ چند روز کے بعد امیر کے پاس ایک ہیرہ کا دانہ آیا۔ اس وقت امیر نے مجھ کو بلایا اور شناخت کے واسطے کہا۔ اور تاجر نے جس کا وہ ہیرا تھا۔ مجھ سے کہا۔ کہ میرے دانہ میں کوئی عیب تو نہیں ہے۔ مگر تو اپنے مالک کو اگر بے عیب بتائے۔ تو میں تجھ کو پانچ سو روپیہ دونگا۔ میں نے کہا۔ جو کچھ امر واقعی ہوگا۔ میں وہی بیان کرونگا۔ امیر نے وہ دانہ مجھ کو دیا۔ اور کہا کہ اس کے نیک و بد سے آگاہ کر۔ میں نے اس دانہ کو دیکھکر اس امیر سے کہا۔ کہ دانہ نہایت عمدہ ہے۔ مگر اس میں قصور ہے۔ کہ یہ دانہ جسوقت کھانے یا پانی لگ جاوے۔ اور وہ کھالیا جاوے۔ تو کھانے والا فوراً مر جائیگا۔ یہ سنکر امیر نے وہ دانہ دودھ میں ڈالا اور دودھ ایک کتے کو پلایا۔ کتا فوراً مر گیا۔ اس واقعہ کو دیکھکر امیر اور سوداگر نہایت حیرت زدہ ہوئے۔ اور مجھ سے دریافت کیا۔ کہ تجھکو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی۔ میں نے کہا کہ جسوقت آپ نے یہ دانہ مجھ کو دیکھنے کو دیا تھا۔ اس وقت ایک مکس اسپر بیٹھی۔ اور فوراً مر گئی۔ میں نے خیال کیا۔ کہ ضرور اس دانہ کو کسی افعی نے چند روز اپنے منہ میں رکھا ہے۔ اور اس کے زہر کا اثر اس دانہ میں سرایت کر گیا ہے۔ یہ بات سنکر وہ امیر بہت خوش ہوا۔ اور وہ چٹھی مجھ سے لے لی۔ اور دوسری المضاعف لکھدی۔ میں تو یہ سمجھا تھا۔ کہ اس دفعہ ضرور بہت سا انعام ملیگا۔ مگر یہاں وہی ڈھاک کے تین پات۔ قصہ کوتاہ میں وہاں سے اپنی جائے قیام کو روانہ ہوا۔ اتفاقاً امیر کے محلسرائے کی طرف آنکلا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ امیر کی بی بی واسطے ہواخوری کے باغ کی طرف جانے کیلئے سوار ہوئی ہے۔ ہوا سے وہ پردہ الٹا۔ جو کنیزوں نے کر رکھا تھا۔ تو اسکی بی بی کو میں نے دیکھا۔ تو فوراً یہ فقرہ کہا۔ واہ جی واہ ہر جیسے کو تیسا۔ یہ سنکر اسکی بی بی فوراً مکان کو واپس ہوئی۔ اور امیر کو بلا کر کہا۔ کہ فلاں شخص نے یہ مجھ کو یہ فقرہ کہا۔ اسنے مجھ کو بلایا۔ اور دریافت کیا۔ کہ اس فقرہ کا اصل کیا ہے۔ میں نے صاف انکار کیا۔ اور کہا کہ اس راز سے دونو جانب کی ہتک ہے۔ امیر نے حکم دیا۔ کہ اگر نہ بتاؤ گے۔ تو تمہارے واسطے اچھا نہ ہوگا۔ مجبوراً میں بولا۔ یہ جو میں نے کہا۔ کہ جیسا جانب آپ کے

زوجہ کے اشارہ تھا۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ قوم ڈوم سے ہیں۔ امیر بولا کہ اچھا تم بتاؤ کہ تم نے کیونکر جانا۔ کہ یہ قوم ڈوم سے ہے۔ میں نے کہا کہ جس وقت میں نے بی بی صاحبہ کو سوار ہوتے دیکھا۔ تو ایڑی زمین پر نہ لگتی۔ اس سے میں نے شناخت کیا۔ کہ یہ شریف نہیں ہے۔ بعد ازاں امیر نے تیسرا لفظ دریافت کیا۔ کہ یہ کس کی طرف منسوب ہے۔ میں نے کہا کہ یہ جناب کی طرف منسوب تھا۔ امیر نے دریافت کیا کہ کیونکر میں نے کہا یہ یوں کہ آپ مجھ کو بقال معلوم ہوتے ہیں امیر بولا کہ یہ درست ہے۔ کہ میں بقال ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نے دو مرتبہ آپ کے یہاں انعام کے قابل کام کئے۔ مگر آپ سے وہی ایک چھٹانک آٹا کے سوائے کچھ نہ پایا۔ اور وہی آٹے دال کا انعام ہوا۔ یہ سنکر امیر خاموش ہو گیا۔ مگر اسی دن سے میرا دشمن ہو گیا۔ اور خفیہ طور سے میری فکر میں رہنے لگا۔ میں نے جب یہ سُنا تو وہاں سے بھاگا۔ اور مارے خوف کے یہاں آ کر دم لیا۔ یہ سنکر سب درویشوں نے اسکو تسکین دی۔ اور کہا کہ بفضل خدا تم اپنے مال پر بار دوم قابض ہو جاؤ گے۔

طوطا یہ قصہ مینا کا سُنکر گویا ہُوا۔ کہ اب آپ خاموش ہو جئے۔ اور میری داستان سُنئے مینا بولی اے طوطے تو بڑا حاسد ہے۔ ابھی تو میں کہتی ہوں کہ بروز فردا تو کہنا۔

راوی کہتا ہے۔ کہ ان دونوں میں قصہ گوئی پر بحث اور ضد ہونے لگی۔ تو شاہ افروز نے کہا کہ تم دونو کیوں لڑتے ہو۔ اس وقت تو میرا بھی جی قصہ سننے کو نہیں کرتا۔ البتہ فردا کو جلد چھٹی ہیں کہ جس کا نام وصال یار ہے۔ اور اس جلد میں اچھے اچھے قصہ بیان کرنا۔ اور تم تو اس وقت وہی مثل صادق آتی ہے۔ کہ لینا ایک نہ دینا دو۔ کیونکہ اس وقت میرا جی نہیں چاہتا۔ اور تم دونو لڑتے جھگڑتے ہو۔ طوطا بولا کہ عالی جاہ میری تو کیا مجال ہے جو حضور سے کچھ پرساں ہو۔ اگر قصور معاف کیا جائے تو ایک گذارش ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ بیخوف بیان کر کیا ہے۔ تیرا مدعا۔ طوطا بولا۔ حضور عالی لینا ایک نہ دینا دو کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ بادشاہ نوشیرواں صفت اس طرح فرمانے لگے:۔

حکایت

کسی زمانہ میں ایک سوداگر کے یہاں چند اطفال ایک کچھوا دریا سے لے آئے تھے اور اس کو زیر محل آب بدرو میں ڈال دیا کرتے تھے کہ وہ ایک مدت تک اسی آب غلیظ میں پڑا رہا۔ اور نہایت تکلیف اور ایذا پاتا رہا۔ ہر روز طفل بازاری آ کر اسکو پتھر مارتے۔ مگر وہ

بیچارہ سب مصیبتوں کو گوارہ کرکے وہیں پڑا رہا تھا۔ ایک سوداگر کے دل میں اسکو دیکھ کر نہایت رحم آیا۔ کہ یہ آبی جانور نہایت تکلیف و مصیبت میں ہے۔ اس کو کسی دریا میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ قصہ کوتاہ یہ خیال کرکے اس کچھوہ کو نوکر کو دیا۔ وہ دریا پر لے گیا۔ اور وہاں چھوڑ دیا۔ جس وقت کچھوہ دریا کے اندر گیا۔ تو اس نے ایک غوطہ مارا۔ اور فوراً ہی واپس آیا۔ اور ایک لعل نہایت عمدہ جو کئی لاکھوں روپے کا تھا۔ لاکر اس سوداگر کے نوکر کو دیا۔ وہ نوکر اس لعل کو لیکر بہت خوش ہوا۔ اور کچھوہ کو پکڑ کر کہنے لگا۔ کہ اگر تو اسی طرح کا اور لعل لائے گا۔ تو تجھ کو رہائی دونگا۔ کچھوہ بولا۔ اجی حضرت آپ تو ایک کو کہتے ہیں میں وہاں سے ہزار لا سکتا ہوں۔ مجھے آپ چھوڑ دیئے۔ تو ابھی لایا۔ اس نوکر نے کچھوہ کو چھوڑ دیا۔ اُس نے ایک غوطہ لگایا۔ اور بعد تھوڑے عرصہ کے آکر کہا۔ کہ اس جگہ پر بہت سے لعل موجود ہیں۔ یہ لعل اپنا مجھے دیجئے۔ اس کے جوڑ کا دوسرا دیکھ کرلے آونگا۔ نوکر نے وہ لعل کچھوہ کو دیا۔ کہ لے اس کے ساتھ کا لادے۔ کچھوہ نے لعل لے لیا۔ اور دریا میں ڈال دیا اور کہا تجھ کو لینا ایک نہیں اور مجھ کو دینا دو نہیں جا اپنا کام کر یہ کہکر اور غوطہ مار کر چلدیا

تمام شد جلد پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصال یار

یعنی

طوطا مینا کی چھٹی جلد

آمدم بر سرِ مطلب

روز دوم شاہ افروز نے طوطے سے فرمایا۔ کہ تو اپنے فیروز بخت افروز کا حال بیان کر کہ وہ اب کہاں ہے۔ اور کس طرح پر ہے۔ اور کس فکر میں ہے۔ طوطا بولا کہ شاہ عالم پناہ شاہزادہ فیروز بخت معہ ان چاروں درویشوں کے خدا کو یاد کرتا ہوا سر بصحرا جانب دشتِ جنوں کے روانہ ہوا۔ تمام دن مسافت طے کرتے اور شام کو آرام کرتے تھے اس طرح ان کو ایک ماہ گذر گیا۔ بعد ایک ماہ کے ایک دشت پُر بہا میں پہنچے کہ جہاں ہزارہا درخت میوے سے لدے ہوئے کھڑے تھے۔ ہوا بھی سرد اور تسکین بخش چل رہی تھی۔ شہزادہ نے اس دم کو غنیمت سمجھا۔ اور وہیں شب باش ہوا۔ اے مینا یہ عجب طرفہ ماجرا ہے۔ کہ ایک آفت بلاخیز سے شاہزادہ اور وہ درویش جو اس کے ہمراہ تھے۔ خواب سے بیدار ہوئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ہزارہا کبوتر ان کے پس و پیش استادہ ہیں۔ اور ان کی جانب نظر حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ اور پھر وہ کبوتر ایک طرف کو روانہ کر گئے۔ معاً وہ درویش بھی کبوتر ہو کر ان کے ہمراہ ہوئے۔

اے مینا یہ اثر شہر جنوں کے طلسم کا تھا۔ اگر شہزادہ کو یہ معلوم ہوتا۔ کہ یہاں اپنی ہیئت اصلی سے بدل جاؤں گا۔ تو فوراً اپنے کو اسم اعظم کی برکت سے محفوظ رکھتا۔

راوی شہزادہ کو بہ ہیئتِ کبوتر چھوڑ کر داستانِ حیرت بیان عیار دم اور خورشید رو

کے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے شہزادہ کا نشان حدود طلسم میں نہ پایا بیقرار ہو کر عیش عشرت سے کنارہ کیا جب خورشید رو نے عیار دم کا یہ حال دیکھا۔ فوراً تلاش شاہزادہ کیلئے جابجا سرداروں کو نامہ اور حکم جاری کئے کہ جو کوئی آدم زادے وارد طلسم ہو اُس کو ہمارے حضور میں فوراً روانہ کرو۔ ایک روز خورشید رو آئینہ کو ملاحظہ کر رہی تھی۔ جس سے کل حال طلسم آئینہ تھا کون وارد طلسم ہوا دیکھنے لگی تو ظاہر ہوا کہ چند آدمی تو وارد طلسم کبوتر بنگئے سمجھ گئی کہ عجب کیا ہے کہ انہیں میں شاہزادہ بھی ہو۔ فوراً محلسرا کو واپس آئی۔ اور واپس آئی اور خواص باز گیر کو اپنے پاس بلایا اور حکم دیا کہ ہر روز ایک کبوتر پکڑ کر حضور ہمارے لا کر حاضر کرو وہ خواص حسب فرمان اپنے آقا کے ایک دام بلا زلف پریشان کی طرح اپنی دوش پر ڈال کر اسیران کی رہائی کیلئے جانب روانہ ہوئی جہاں وہ کبوتر تھے۔ جال پھیلا کر دانہ اسیر بچھا دیا خاموش ہو کر الگ جا بیٹھے۔ اور گھات میں بیٹھی رہی۔ فوراً ایک کبوتر بطمع دانہ دام میں آگیا وہ خواص اُس کو خورشید رو کے پاس لائی یہ خورشید رو نے اس کو حوض کا پانی پلایا وہ کبوتر اُسی وقت بہ شکل انسان ہو گیا تب خورشید رو نے آمات طلسم میں وارد ہونے کا حال دریافت کیا وہ نیک مسو اس اس طرح بیان کرنے لگا

حکایت

اے ملکہ خورشید رو میں ملک فارس کے سوداگر کا لڑکا ہوں اور میرا نام احمد فارسی ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ میں اپنے بالاخانہ پر سوتا تھا قضا را جب میری آنکھ کھلی تو ایک پری زاد کو وہاں آرام فرماتے دیکھا فوراً میں اس کا شیدا ہو گیا۔ پھر ذرا اپنے دل کو تھام کر مستفسر حال ہوا وہ کہنے لگی کہ میرا نام خاتون عزیزی ہے اور احمر جنی بادشاہ جنون کی بیٹی ہوں میرے یہاں آنے کا یہ سبب ہے۔ کہ میں آج شب برائے سیر و تماشا تخت ہوائی پر سوار ہو کر نکلی تجھ کو یہاں سوتا دیکھ کر تیری محبت میں گرفتار ہوئی اور فوراً تخت سے اتر کر تیرے پاس آئی یہ ماجرا ہے۔ اتنے میں صبح کا وقت نزدیک آیا وہ زار زار رو کر اور کلمات وداعی زبان پر لائی تو کہنے لگی اے احمد فارسی اب تو بھی مجھ کو رخصت کر کیونکہ مجھے زیادہ یہاں ٹھیرنے کی طاقت نہیں صرف ایک پہر کی سیر تماشا کے لئے باپ کے حضور سے اجازت ہے بس یہ جملہ

سنکر رونے لگا اور کہنے لگا کہ اگر ایسی ہی عدیم الفرصتی تھی تو میرا اول قید محبت میں پھنسانا کیا ضرور تھا کیوں ان باتوں سے آپ مجھے نیم بسمل بناتے ہیں جو بار بار زبان پر جانے کا نام لاتے ہیں ہمارا تو کام تمام کئے جاتے ہیں ؎

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن۔
خاک ہو جاویں گے ہم کو تو خبر ہونے تک

خاتون عزیزی یہ سنکر کہنے لگی کہ احمد فارسی میں خود لاچار ہوں کیا کروں عدیم الفرصتی سے مجبور ہوں بشرط خیریت کل پھر آؤں گی ؎

میں کب چاہتی ہوں جدا تجھ سے ہوں۔
خدا جب یوں ہی چاہے تو پھر میں کیا کروں

یہ کہہ کر وہ پری تخت پر سوار ہوئی اور نظر سے غائب ہو گئی۔ میرا فراق میں حال بیحال ہوا وہ روز مانند ایک سال کے ہوا مثل ماہی بے آب تڑپتا رہا۔ ادھر اس کا یہ حال ہوا ادھر خاتون عزیزی کی جان پر وبال ہوا۔ نہ کھانا تھا نہ پینا فقط ایک اضطرابی دل مونس غمخوار تھی دمدم گھڑیاں گنا شمار کر کب شام پردہ ہوا اور یہ پردہ مفارقت درمیان سے اٹھے الغرض خدا خدا کر کے وہ دن بسر ہوا اور شام پردہ پوش نے منہ نہ دیکھایا۔ خاتون عزیزی بن سنوار کر اپنے طالب کے پاس آئی۔ بعد ازاں دونوں طالب مطلوب کے باہم گفتگو شروع ہوئی اور پھر اسی معمول پر خاتون اپنی جائے قدیم پر روانہ ہوئی ہر روز اسی طریقہ پر دونوں کا باہم ارتباط بڑھتا رہا۔ ایک روز احمد فارسی خاتون سے کہا کہ اے گل رعنا مجھکو بھی اپنے باغ بہار افزا کی سیر اور تماشا دکھلا خاتون یہ سنکر حیرت زدہ ہوئے اور کہنے لگی اے یار دلنواز اس خیال خام کو اپنے دل سے دور کر ورنہ یہ ہوا تیرے اور میرے غنچہ دل کو سخت ہی پژمردہ کرے گی۔ بقول امانت ؎

کوئی راجہ کو خبر جا کے لگا دیوے گا۔
نہ جلائیگا تو آفت میں پھنساوے گا
پھونک دیویگا مجھے تجھ کو جلا دیوے گا
قید کر کے کنوئیں تجھکو جھکا دیویگا

القصہ احمد فارسی کو یہ بات کارگر نہ ہوئی اور خاتون عزیزی کے ہمراہ اسکے باغ کو روانہ ہوا وہ بھی ناچار با دل بیقرار اسکو اپنے باغ میں لائی اتفاقاً احمر جنی اس روز وہاں موجود تھا۔ اسکو اسکے ہمراہ دیکھکر فرط غضب سے آگ ہو گیا اور اسیوقت ایک جن کو

حکم دیا کہ اس آدم زاد کو میدان حوض نما میں چھوڑ دے اور اس نابکار کو چاہ بے انتہا میں قید
کرا دو تمشق آدم زاد کا مزہ چکھا اے مینا جن احمد فارسی کو اس میدان حوض میں چھوڑ آیا۔
جب وہ غوطہ مار کر اندر گیا اور پاؤں زمین سے لگا تو یہ سمجھا کہ اب اوپر کو اٹھوں گا۔
اگر پانی ہو تو اوپر کو اٹھے آنکھ کھول کر کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک میدان دق دق میں
کھڑا ہے جس طرف کو نظر جاتی ہے کوسوں تک سبزہ کا پتہ نہیں پس خدا کو یاد کیا
اور ایک طرف کو چل نکلا۔ چند میل طے کئے تھے کہ ایک آبادی [illegible] ئی فورا دل کو تسکین
ہوئی جب قریب پہنچا تو چار پانچ آدمی اسکو ہاتھ میں ہاتھ [illegible] مکان میں لے گئے
اور وہاں صدہا آدمی جمع ہوئے اور وسط صحن میں ایک جنازہ رکھا ہوا تھا۔ مگر احمد کو دیکھ
کر سب لوگ تعظیماً اٹھے اور خوش ہو کر کہنے لگے کہ آپ ہم لوگوں کو آج اس عذاب عظیم سے
رہائی دلوائی۔ آج تین روز سے سب مرد و زن کیوں پیاسے بیٹھے ہیں اسی وقت دستر
خوان بچھا اور سب قسم کے لذیذ کھانے اور میوہ کے قریب چنے گئے بعد ازاں نمبردار سب
آدمیوں کو کھانا دیا گیا تب احمد کو اس کھانے کے قریب لا کر جو جنازہ کے پاس رکھا ہوا تھا
کھانے کو اشارہ کیا احمد نے مارے بھوک کے اسکو غنیمت جانا اور ہاتھ مارنے شروع
کئے سب آدمی کھانے لگے جب کھانے سے فرصت پائی تو ایک باجا آیا اور کئی گھنٹہ کال
بجا پھر تو ہر طرف رقص و سرود شروع ہوا کوئی ستار کوئی ڈھولک کوئی طنبور کوئی
چنگ بجاتا۔ کہیں رقاص اپنے ساز درست کر رہی ہے۔ مگر احمد نہایت حیرت میں
تھا۔ ایک تو صدمہ مفارقت خاتون عزیزی کا دوسرے یہ کہ ایک معاملہ حیرت
انگیز بجائے ماتم داری کے برعکس رقص و سرود بعد عرصہ دراز کے یہ جلسہ ختم ہوا اور مردہ
کو دفن کیا احمد کا ماتم تمام سر اور داڑھی منڈوا ڈالی اور اسی مکان میں چھوڑ دیا یہ بیچارہ
آفت کا مارا سرنگون وہیں پڑا رہا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ خداوندا یہ کیا معاملہ در پیش
آیا آدھی رات کے وقت ایک تخت اوج آسمان سے آیا۔ اور وسط صحن میں اترا جس
میں ایک عورت چڑیل کی صورت سوار تھی۔ احمد اس کو دیکھ ڈرا اور اپنے دل میں کہنے
لگا کہ آج بیشک تیری اجل آگئی یہ بغیر لقمہ کئے نہ چھوڑیگی وہ عورت تخت سے اتر کر احمد
کیطرف دوڑی اور احمد ڈر کے مارے بیہوش ہو گیا۔ اس نے اسی حالت میں اسے
تخت پر سوار کیا اور لے اڑی اور اپنے مکان میں آکر داخل ہوئی احمد کو ہوش آیا تو اپنے کو غیر

جگہ پایا نہایت حیران ہوا تو وہ دیو بولی کہ اے دلنواز دہشت کا کوئی مکام نہیں بے خوف و دہشت رہ۔

اے مینا ہر چندہ دیونی پیاری پیاری اور تشفی کی باتیں کرتی مگر احمد کا دم خشک ہوا چلا جاتا اور خاموش بیٹھا تھا اسیطرح دوپہر ہو گئی۔ خواصوں نے دسترخوان بچھایا اور طعام خوشگوار سے چنے اس دیونی نے احمد کو تھال کیطرف اشارہ کیا یہ انکاری ہوا تب اسے دست گرفتہ دسترخوان پر بٹھایا اور جبر اً کھانا کھلایا۔ بعد ازاں باتیں کرنے لگی اے مینا جس وقت وہ باتیں کرتی تھی تو احمد کو ناگوار معلوم ہوتا تھا بعد ازاں اس دیونی نے کہا کہ اے دلدار تو میری طرف توجہ کیوں نہیں کرتا اے ناداں تو مجھ سا محسن اور شفیق غمخوار کہاں پائے گا یہ بھی تیری خوش نصیبی ہے جو خود بخود تیری محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی یہ سنکر احمد بولا اے ناہنجار تو تو اپنے آپ کو زن شکیلہ بیان کرتی ہے اور میں تجھے غول بیابانی سے بھی بدتر سمجھتا ہوں یہ سنتے ہی وہ دیونی غصہ سے لال ہو گئی اور طیش میں آکر ایک دیو کو حکم دیا کہ اس بیباک ناپاک کو حدود طلسم سے متصل چھوڑ آ۔ اے مینا احمد فارسی فرط دہشت سے ذم بخود ہو گیا اور آنکھیں بند کریں اب جو آنکھ کھلی تو اپنے آپکو ایک میدان دق دق میں پایا بے تامل ایک جانب کو دوڑا اسی وقت اثر طلسم سے کبوتر بن گیا اور ہمراہ غول کبوتروں کے پرواز کرنے لگا اے مینا خورشید رو کے احمد فارسی کہنے لگا کیفیت آئندہ آپ کو اچھی طرح سے روشن ہے۔ میرا بیان کرنا فضول ہے کیونکہ آپ کی بدولت ہیں نے جامہ انسانی پایا یہ سنکر خورشید رو عیار دم نے کہا کہ خیر مرضی الٰہی میں کوئی چارہ نہیں آپ اپنی جا قیام پذیر ہوں آگے جو خدا کو منظور ہو گا ہو جائیگا اور ہر خواص بازگیر صبح کو دوسر کبوتر پکڑ کر لائے اس کو بھی جامہ انسانیت میں لاکر احوال پوچھا وہ اس طرح اپنا حال بیان کرنے لگا۔

حکایت دوسرے کبوتر کی

اے خورشید رو میں ملک ہند کا سوداگر ہوں میرا باپ بڑا سوداگر تھا اور میرا نام دلدار ہے اور ماجرا یہ ہے کہ میں اپنی اہلیہ کو نہایت عزیز رکھتا تھا۔ یہاں تک اگر کہیں مال تجارت خرید فروخت کے لئے جاتا تھا تو اپنے قبیلہ کو ہمراہ لے جاتا تھا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں نے اسباب جہاز پر واسطے جانے ملک یورپ کے بار کرایا اور مع اپنے قبیلہ کے چلدیا اثنائے راہ میں ایک جانب سے ابر سیاہ آیا اور بجلی چمکنے لگی۔ ہوا مخالف جہازوں کو گرداب تلاطم میں لانا شروع کیا تلاطم کے باعث جہاز قبضہ ناخدا سے باہر ہوگیا ہر سمت سے الامان الامان کا شور بلند ہوا۔ ہر شخص اپنی زیست سے مایوس ہوا اور نقد جان سے دھو بیٹھا ہر مرد خدا اوراد و وظائف میں مشغول ہوا کسی کو اپنی خبر نہ تھی دفعتہً جہاز نے پہاڑ سے ٹکر کھائی اور ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اے مینا دلدار یار اور اُس کی زوجہ خاتون دلبری سے ایک تختہ پر بہتی ہوئی بہ زور ہوا ایک جانب کو چلدی افسوس یہ بیچارے آفت کے مارے بھوکے پیاسے خدا کے پیارے چلے جاتے تھے سوائے آسمان و پانی کے اوپر کچھ نظر نہ آتا تھا جبکہ آفتاب غروب ہوا پھر رات گذر گئی اور نیند آنے لگی دونوں بوجہ ماندگی کے خواب غفلت میں مدہوش ہوگئے خدا جانے موج دریا ان کو کہاں سے کہاں لیگئی۔ صبح کے وقت وہ تختہ ساحل پر آلگا جب دونوں آفت زدہ خواب سے بیدار ہوئے اپنے آپ کو کنارے پر پایا وہیں شکر خدا بجا لائے اور اسی جگہ پر قیام کیا۔ یکایک گوشہ نشین صحرا سے ایک گرد پیدا ہوئی اور ایک سوار شکار کھیلتا ہوا آرہا تھا ان دونوں کے قریب آکر کھڑا ہوا اور خاتون دلبری کو ایک مرد کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا چونکہ دلدار بوجہ نکاہت کے سوتا تھا وہ کہنے لگا اے نازنین مہجبین تو کس آوارہ خانمان کے ہاتھ ہے۔

آمیرے ساتھ چل وہ عورت اسی وقت اس کے ہمراہ چلدی اے مینا خیال کی جا ہے کہ عورتیں کی ذات میں کس قدر بیوفائی ہے ایک ذرا سی باتمیں تمام عمر کی ناز برداری غارت کردی وہ سوار عزیز مصر کے تاجر کا لڑکا تھا وہ اپنے مکان پر پہنچ کر با آرام رہنے لگا جب کہ دلدار خواب سے بیدار ہوا تو اپنی خاتون کو کہیں نشان نہ پایا بہت گھبرایا اور یہ شعر زبان پر لایا۔ ؎

ہوئے ہم جو جی کے رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا   نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا۔
جو نہ کرتا بیوفائی جو نہ ہوتی کچھ برائی   تو خدا کے سامنے بھی تو شرمسار ہوتا۔

یہ شعر پڑھتا تھا حیران سرگردان خدا کو یاد کرتا سر صحرا چل نکلا اور مثال دیوانوں کی شب و روز پھرتا۔ مگر کہیں دلبری کا سراغ نہ پایا۔ جہاں آفتاب نے پردہ مغرب میں منہ چھپایا

وہیں یہ بھی کسی درخت کے نیچے پڑ رہا جب بھوک بہت ستاتی تو صحرائی پھل کھاکر اپنی شکم پروری کرتا ایک روز کا ذکر ہے کہ دلدار وقت شب خواب غفلت میں پڑا ہوا تھا کہ اس وقت یہ خواب دیکھا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ اے دلدار تو جو اس بے مروت اور بیوفا پر اس قدر دلدادہ اور فریفتہ ہے چہار طرف مارا مارا پھرتا ہے۔ یہ امر طریقہ مردانگی سے بعید ہے۔ اسکو تو تیری ذرا پرواہ نہیں بس اپنی پریشانی پر خیال کر اور اُس کا فکر چھوڑ دے وہ ایک سوار کے ساتھ چلدی۔ اگر ایسا ہی عشق کا جنون تیرے سر پر سوار ہے تو یہاں سے قریب ایک خاتون نمونہ آفت تاؤن رہتی ہے اور حسن جمال میں بھی یکتا ہے روزگار ہے عمر بھی پندرہ سولہ سال کے قریب ہے۔

لیکن وہ ایک ساحر لعین کے پنجہ ظلم میں گرفتار ہے نمونہ آفت تو ہر چند اس سے بیزار ہے مگر رسائی کی کوئی صورت نہیں اس جادوگر نے تمام شہر کے آدمی قتل کر ڈالے صرف آپ اور خواص محرم راز باقی ہے کہ جس کی ہمدمی سے وہ اپنی عمر کے دن بسر کرتی ہے اے مینا اس عرصہ میں دلدار کی خواب راحت سے آنکھ کھل گئی نہایت بیتاب ہو کر چاروں طرف نگراں ہوا مگر کسی کو وہاں نہ پایا۔ اسی وقت وہاں سے چل دیا اور کئی فرسخ پر جاکر دم لیا مگر اپنے دل میں کہتا تھا کہ یا الٰہی یہ کیا میری قسمت کا لکھا میرے آگے آیا کہ بحال تباہ زمانہ میں پھرا پہلا اول تو گھر سے نکلنا دوسری جہاز کا ٹوٹنا تیسرے دلبری کی جدائی چوتھی اور جان آفت میں آئی کہ جس کا سہرا ہے نہ پاؤں جاؤں تو کہاں جاؤں یہ کہتا ہوا جانب مشرق چلا ہزار وسواس دل میں لاتا تھا غرضکہ اس بادیہ پیمائی میں ایک عرصہ گذر گیا مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ کئی روز کے بعد ایک آبادی نظر آئی دل میں یہ بات سمائی کہ اس طرف سے بوئے دلدار آتی ہے خوشی خوشی آبادی میں پہنچا مگر وہاں کسی فرو بشر کا نشان نہ پایا تمام مکانات خالی نظر آئے مگر مال اسباب سب قرینہ سے ہوا پایا وہاں متلاشی ہوا اور کہنے لگا کہ اس ساحر کا بھی مسکن ہے مگر کسی آدم زاد کو وہاں نہ پایا اپنے دل میں گھبرایا خراماں خراماں آگے چلا مگر ساحر کا کچھ اندیشہ نہ کیا ایک جانب کو نظر اوٹھائی تو تمام دنیا کی بادشاہت پائی یعنی بارہ دری میں ایک حسین مہ جبین ماہ مبین بیٹھی ہوئی نظر آئی دلدار کو دیکھ کر بآواز حزین بولی کہ اے مرد خوش سیر تو نے اپنے آپ کو کیوں دہن اژدہا میں ڈالا ہے یہاں پر آج تک

یعنی سوائے تیرے کسی آدم زاد کو نہیں آتے دیکھا اور نہ کہیں انسان کی صورت نظر آئی اے جوان میرے کہنے پر عمل کر اور جلد اپنے کو اس آبادی سے باہر کر کیوں اچھی بھلی کو قضائے منہ میں ڈالتا ہے کیونکہ وقت شام وہ جادوگر آئیگا خدا کو نیست نابود کرے جس نے ہزاروں گھر ویران کر دیئے وہ اپنی منحوس شکل دکھائیگا اور تجھکو یہاں پائیگا تو خدا جانے کیا آفت لائیگا۔ اے مینا نمونہ آفت بھی دلدار کو دیکھ کر خوش ہوگئی اور اس کی خواص محرم راز بھی اندر سے آگئی اسکو دیکھکر بظاہر باتیں بنانے لگی دل غم زدہ وناز سے چلانے لگی اور محرم راز سے بولی کہ آپ نے دیکھا یہ آدمی یہاں آیا ہے کوئی دم میں جادوگر کے ہاتھ سے مارا جائیگا یہ خون ناحق بھی ہمارے سر پر آئیگا کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتی نہ یہ صدمہ دیکھتی پھر نکہ رہی دلدار سے کہا کہ اے مرد تیرے کچھ گوش گزار نہ ہوا یہ سنکر دلدار بولا کہ یہ تو میں نے مانا کہ یہ آبادی خانہ بربادی کا باعث ہے مگر بوجہ آپ کے خانہ عیش سوا ہے۔ ~~ ـ

	ہم نہیں ہٹنے یہاں سے کامیابی کے بغیر پاؤں جو آگے رکھا ہے پیچھے ہٹ سکتا نہیں	

نمونہ آفت تو اپنے نام کی آفت تھی سمجھ گئی کہ یہ انسان میری محبت میں ہزاروں تکلیف اٹھا کر یہاں تک آیا ہے اس گفتگو سے یہ مطلب تھا کہ محرم راز کو اندر لیجاکے کہا مسافر وارد طلسم یہاں آنے سے کیا غرض تھی جو اپنے چنگی بھلی جان کو آفت میں پھنسانا چاہتا ہے بہتر ہے کہ آپ میری محبت کا دم نہ بھریں اور چلتے پھرتے نظر آئیں ورنہ کوئی دم میں ساحر آئیگا آپ کا خمار الفت سے سب رفوچکر ہو جائیگا۔ اے مینا یہ کلمہ دلدار بیقرار سن کر کہنے لگا شاباش ہم کس کے شیدا اور مائل ہوئے۔ کیونکہ صاحب مان نہ مان تیرا میں مہمان واہ واہ اپنے منہ سے میاں مٹھو کوئی چاہیے یا نہ چاہے آپ کی وہ مثل ہے ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں یہ دعوی اپنے دل سے دور کیجیئے ہم فقیر لوگ ہیں جہاں بیٹھ رہے وہیں رات بسر کر دی آپ کس بات پر بھولے ہوئے ہیں بخدا جیسے آپ ہیں مجھے خود ایسوں سے نفرت ہے اپنے نزدیک آپ دور ہیں اور اپنے انداز پر ناحق مغرور ہیں میں ایسوں سے پاؤں دھلوانا نہیں چاہتا خدائے قادر نے ایک سے ایک زیادہ حسین دنیا میں پیدا کئے ہیں جن

کے آپ یا سنگ بھی نے ایک سے ایک زیادہ نہیں ہیں۔ وہ یہ باتیں سن کر بہت نادم ہوئی اور خواص محرم راز سے کہنے لگی یہ مرد عجب شوخ چشم و بیباک ہے۔ کہ ذرا اس کو کسی کا خوف نہیں پھر اس سے کیا ہوتا ہے یہ کہکر اندر چلی گئی ۔

منہ دیکھے کی باتیں ہیں سب اے رشک ماہ
دل میں تو آہ و آہ ہے لب پہ واہ واہ

ادہر دلدار کا حال غیر ہوا۔ دل میں آیا کہ اس غیرت ماہ کے پاس جاکر معافی کا طلب گار ہوں دروازہ پر قدم رکھا اسی وقت ایک مار سیاہ اس کی طرف لپکا۔ یہ خوف کھا کر پیچھے پلٹا اور اپنے کئے پر سخت نادم ہوا محرم راز کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ کہنے لگی چونکہ یہ مہمان عزیز ہے اگرچہ بے تمیز ہے۔ بہر حال کچھ تو خاطر چاہیے۔ خاتون بولی اے محرم راز شاید آپ کا بھی کلیجہ چھن گیا۔ مجھے اس سے کیا واسطہ اسے کہو کہ اب جائے۔ وہ جادوگر آتا ہوگا۔ یا تم جانو۔ جیسا مناسب ہو کرو۔ راوی کہتا ہے کہ وہ خواص آقا کے بہت منہ چڑھی ہوئی تھی اور سب طرح محرم راز اور مختار کار وہی تھی کہنے لگی اے حضور یوں ہی مگر ناواقف ہے۔ وہ تو خود چاہیے تھی۔ یہ سن کر بکمال مسرور ہوئی کہا کہ اچھا اگر تیری مرضی یہی ہے۔ تو چلئے اس کو لے آتی ہوں الغرض دونوں آکر دلدار کو براہ کمند اندر لے گئے۔ دلدار یہ مہربانی دیکھ کر نہایت مسرور ہوا۔ بعد ازاں وقت شام خواص نے دلدار کو نہ خانہ میں پوشیدہ کیا۔ اور خود دونوں دالان میں آکر بیٹھ گئیں۔ اودہر اس جادوگر نے اپنا روئے نحس دکھایا اور نہایت خوش ہوکر یہ الفاظ زبان پر لایا۔ کہ اب آپ کے وعدہ کے ایام قریب ہیں یعنے صرف پندرہ روز باقی ہیں۔ بس اب حیلہ حوالہ کا سارا داستان ختم ہوگیا۔ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور ادہر اس کا دل اس بات سے ہل گیا راوی کہتا ہے کہ چند ساعت کے بعد محرم راز دلدار کے پاس آئی۔ اودہر نمونہ آفت نے یہ آن بنائی۔ یعنے ایک جوڑا سبز رنگ پہنا جس کے رشک سے سبزہ نے اپنے دل پر داغ کھایا۔ اے مینا اس آن بان سے اپنے آئینہ حسن کو

جلادی۔ ایک لباس مغرق بہ جواہر پہن لیا اور نہایت آراستہ پیراستہ ہوئی زیبائش و آرایش کا اس کے کیا عالم لکھوں۔ بیان تحریر سے باہر ہے۔ جس طرح شب عروس کو عطر عروسی پھول زیور وغیرہ سے آراستہ کرتے ہیں۔ اسی طرح نمونہ آفت بھی اس رات کو بن سنور کر تیار ہوئی اور مسند جواہر نگار مرصع کار پر جلوہ فرما ہوئی زیور میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جو گوہر و جواہر سے خالی ہو۔ اور کوئی چیز ایسی نہ تھی نہ جو اس کے جسم پر زیبا ہوا مگر علاوہ اس کے حسن خداداد سب سے اول تھا۔ یہ وہ چیز ہے۔ جو میلے کچیلے کپڑوں سے بھی پھوٹ نکلتا ہے ؎

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی
کہ دیکھو خوشنما لگتا ہے جیسے چاند بن گہنے

مگر خواص محرم راز نے اودہر دلدار کو بھی اپنے دست مشاطگی سے خوب سجا کر نوشہ بنایا کہ جس کو دیکھ کر مہتاب بھی شرمایا جس نے دیکھا دست مشاطہ پر نثار ہونے کو طیار ہوا محرم راز نے دلدار کی مشاطگی سے فرصت پائی تو ایک کرسی جواہر نگار پر نمونہ آفت کے برابر بٹھایا اس وقت کی کیفیت کیا تحریر کروں گویا قران سعدین کا عالم تھا۔ ایک ایک کو دیکھ رہا تھا ایک دوسرے کے حسن کا متوالا نمونہ آفت پر یہ تو آفت ٹوٹی کہ اپنے دلدار کا نظارہ دیکھ کر تاب نہ لا سکی فوراً اُس نے غفلت سے بیہوش ہوگئی اودہر دلدار کا بھی یہی حال ہوا خواص عالم دیکھ کر گھبرائی فوراً شیشہ گلاب اندر سے جا کر لائی دونوں پر چھڑکا چند لمحے کے بعد ہوش آیا تب دونوں مسکرائے محرم راز نے ایک جام شراب ارغوانی سے بھر کر نمونہ آفت کو دیا۔ اور کہا پیار سے اٹھو اور اپنے مہمان عزیز کی خاطر بجالاؤ۔ بقول میر حسن ؎

ہیں صدقے تیرے تجھ کو میری قسم
کئی ساغر اس کو پلا دم ...... بدم

پھر کیا تھا بدمستوں نے جام پر جام بھر کر پینا شروع کیا بعد ازاں خواص محرم راز نے دستر خوان بچھایا۔ دونوں نے باہم مل کر کھانا کھلایا سبحان اللہ کھانے وہ عمدہ اور لطیف تھے گویا جنت سے اتر کر آئے بعد ختم طعام خواص محرم راز نے دائرہ اٹھایا اور گانا شروع کیا یہ غزل سولف کے اس مزہ سے گائی کہ سبحان اللہ

ان اللہ مشتری بھی آسمان پر شرمائی۔

مطلع غزل

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
تم ہمارے ہم تمہارے ہو چکے
اب تو آجلدی میری آغوش میں
عہد اور پیمان سارے ہو چکے

مطلع ثانی

چشم نرگس سے اشارے ہو چکے
لطف گلشن کے سہارے ہو چکے
ابتو ہم آنکھوں کے تارے ہو چکے
ہو چکے سب سے پیارے ہو چکے
کچھ نئی ایجاد کر طرز ستم
یہ جفا و جور سارے ہو چکے
لیکن باتوں سے ظاہر ہو گیا
پورے بس ارمان ہمارے ہو چکے

مقطع

مجھ کو کیا غم اپنی عصیاں کا ریاض
ایسے محشر میں سہارے ہو چکے

اے مینا نصف شب تک یہی ہنگامہ رہا بعد نصف کے گانا موقوف ہوا اور نمونہ آفت نے ایک جام شراب بھر کر دلدار کو دیا اس نے اسکی نظر کیا بعد ازاں اس نے دلدار سے وہاں آنے کا سبب دریافت کیا دلدار نے مفصل حال سنا کر کہا کہ آپ اب پیش حضور ہوں نہایت مسرور ہوں۔ مگر دل میں نہایت حیرت ہے۔

نمونہ آفت نے فرمایا بے تکلیف فرماؤ ذرا نہ شرماؤ۔ دلدار یہ سن کر اس طرح کہنے لگا کہ مجھ کو اسبات کا زیادہ تعجب ہے کہ یہ شہر کیوں غیر آباد ہے آپ کے یہاں تن تنہا رہنے سے کیا مراد ہے یہ سوال سنتے ہی نمونہ زار زار رونے لگی اور کہا اے مونس غمخوار دے دلدار تو نے یہ حال پوچھ کہ میری عیش کو منغص کر دیا۔ مگر خیر اے میں تجھ کو مفصل حال سناتی ہوں میں اس شہر ویران کی افسر کی دختر ہوں۔ اور میرے والد نے مجھ کو بڑی ناز نعمت سے پرورش کیا باپ میرا اس ملک کا حاکم تھا مجھکو کسی بات کا فکر و اندیشہ نہ تھا۔ ایک روز

کاذکو ہے کہ میں اسی بارہ دری میں کھڑی تھی کہ یکایک دور سے ایک فقیر نظر آیا۔ فوراً اُس نے اپنے آپ کو میرے پاس پہنچایا میں نے اسے رفو چکر بنایا۔ ناچار اس نے واپس آکر میرے والد سے سوال شادی کیا۔ انہوں نے غیر جنس سمجھ کر صاف انکار کیا پھر تو اس جادوگر نے قیامت برپا کی کہ بزور جادو ہر فرد بشر کی جان لی یعنے کچھ افسون پڑھکر اس نے پھونکا دفعتہً ایک آندھی کا شور اٹھا گرد و غبار سے زمین و آسمان ایک ہو گیا اور تمام انسان و حیوان پر ایک پردہ تاریکی چھا گیا صرف یہی وجہ اس آبادی کے برباد ہونے کی ہے۔ اب خواص محرم راز اور ایک میں بدنصیب اس آفت سے زندہ رہی ہوں یہ دیکھ کر ہم نے بہت شور مچایا اور اپنے آپکو اس بارہ دری سے نیچے گرایا۔ مگر زندگی بے حیلہ تھی کچھ آزار نہ آیا۔ کوئی صورت بن نہیں آتی۔ کہ اس مصیبت سے رہائی ہو وہ کمبخت مجھ سے روز منت سماجت کرتا ہے۔ اور درخواست شادی رکھتا ہے۔ میں اپنی دانائی سے صرف یہ حیلہ کر رہی ہوں کہ میں نے ایام سن بلوغت سے جناب باری میں یہ منت مانی ہے کہ شروع سال کے چھ ماہ تک عبادت الٰہی میں مشغول رہوں گی جب موقع شادی ہوگا آخر سال میں میں کروں گی یہ امر اتفاقیہ ہے کہ روز فردا ہے وہی سال مقرر ہوا ہے۔ اگر میری زندگی باقی ہے تو خدا جانئے اور کیا کیا دیکھنا ہوگا۔ اے دلدار اب وہ روز مرہ وقت شام آتا ہے اور مجھے یہاں سے چھٹکارا کی کوئی صورت نہیں ملتی ہے۔ یہ دونوں انہی باتوں میں مصروف تھے۔ کہ مرغ سحر نے آواز دی۔

اور بعد ازاں شاہد آفتاب نے چہرہ نورانی سے نقاب الٹ کر تمام عالم کو منور کیا تب دون اسیران محبت باہر آئے اور براہ کمند دونوں صحرا کی طرف بے خوف و خطر روانہ ہوئے جب آفتاب غروب ہونے لگا تو دونوں مسافروں نے گوشہ صحرا میں جائے امن دیکھ کر قیام کیا چند ساعت ٹھیر کر پھر روانہ ہوئے۔ یہاں جب وہ ساحر آیا اور اپنی محبوبہ کو نہ پایا۔ تو گھبرایا اور کہنے لگا۔ کہ اس جگہ سے جانا کیونکر ہوا خیر تک ابھی اس کو اس حرکت ناشائستہ کا مزہ چکھلائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر جادو پڑھنا شروع کیا۔ جس سے بیس بیس

ہیں بیس کوس کی چیز کھینچ کر آنے لگی گمراں کا نشان کہیں ہاتھ نہ آیا ناچار سر ٹیک کر بیٹھ رہا۔ خوبی قسمت نے ان تینوں کو یہ صدمہ دکھایا کہ جس وقت چلتے چلتے تھک گئے۔ اور پاؤں زخمی ہو گئے۔ وہیں خاک پر پڑ کر سو گئے چونکہ شام کا وقت تھا۔ دن ایک دیو کا گذر ہوا نمونہ آفت اور مجرم راز کو لے کر چمپت ہوا۔ جس وقت دلدار خواب سے ہوا اپنی محبوبہ دلنواز کو نہ پایا بہت کچھ شور مچایا۔ اس آوازاری سے وہاں چلدیا تھوڑی دور جاکر ایک غول کبوتروں کا نظر آیا۔ اے مینا دلدار نے بھی اپنے آپ کو بہیئت کبوتر پایا اور انکی ہمراہ پرواز کر گیا۔

اے خورشید رو میرا یہ حال ہے کہ جو کچھ میں نے سنایا۔ یہ سن کر خورشید رو نے کہا کہ آپ اطمینان رکھیں کسی قسم کا اندیشہ دل میں نہ لائیں۔ خدا مالک ہے۔ القصہ صبح خواص باز گیر تمیسر اکبوتر پکڑ کر لائی۔ خورشید رو نے اس کو بھی حوض کا پانی پلا کر انسان بنایا اور کیفیت دریافت کی وہ اسطرح گویا ہوا۔

حکایت تیسرے کبوتر کی

اے خورشید رو میرا حال پرملال یہ ہے کہ میں زابلستان کے تاجر کا بیٹا ہوں۔ اکثر اوقات میں اپنے ہم جنسوں کے ساتھ شکار کھیلنے جانب دوشت جایا کرتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حسب اتفاق ہمارا گذر ایک صحرا میں ہوا۔ صبح سے شام تک حیران و پریشان پھرے مگر کہیں شکار ہاتھ نہ آیا مجبور وقت شام کو گھر کی طرف واپس آنے لگے تو یکایک دور سے ایک ہرن نہایت خوش رنگ شوخ چشم نازک بدن جس کے جسم پر تمام سفید و سیاہ داغ تھے کہیں کہیں سرخی بھی ظاہر تھی نظر آیا میں نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ تو ہرن بھی جست خیز کرتا ہوا صحرا کی طرف بھاگا میرا گھوڑا تو ہوا سے باتیں تو کرتا ہی تھا اس کے پیچھے ہو لیا۔ خدا جانے میں اس دھوڑ دھوپ میں کتنی دور نکل آیا۔ یکایک وہ ہرن نظر سے غائب ہو گیا۔ مینا بولی اے طوطے کیا وہ ہرن چھلاوا تھا جو یکایک نظر سے غائب ہو گیا تھا۔ طوطا بولا اے مینا فی الحقیقت وہ چھلاوا تھا۔ کیونکہ وہ ہرن قسم جنات سے تھا فوراً اپنے

آپ کو سانپ بنا کر ایک سوراخ میں داخل ہو گیا پھر نور عالم نے گھبرا کر گھوڑا دوڑا
نے سے ٹھیرایا وہ صحرا عجیب پُر بہار تھا گویا باغ فردوس کا نمونہ تھا۔ الغرض اس
صحرا میں ایک طلسم پُر بہار تھا کہیں خزاں کا نام و نشان نہ تھا۔ یہ سماں دیکھ کر
اس نے اپنے آپ کو اس باغ میں پہنچایا وہاں ایک بارہ دری نظر آئی آگے آیا تو ایک
حوض مصفا بلب آب پایاب حوض کھڑا ہو کر اسکے پانی کی صفائی کو متحیر ہو کر دیکھنے
لگا اسکے اندر رنگ برنگ کی مچھلیاں لہرا رہی تھیں۔ کبھی اوپر آتی تھیں اور کبھی نیچے
جاتی تھیں کبھی پانی میں غوطہ مارتی تھیں۔ الغرض آپس میں کلیل کر رہی تھیں یہ تماشا
دیکھ رہا تھا کہ یکایک دور سے ایک غول عورتوں کا نظر آیا۔ ان کے آگے دس بارہ
لونڈیاں سجی سجائی جوانی کی ترنگ میں اکڑتی ہوئی ننگی تلواریں ہاتھوں میں لیئے ہوئے
آنکھوں کی بہار شوخ چشمی میں غزالان ختن سے دعوے ہمسری اور رفتار کو فتنہ محشر
پر برتری چہرہ سے آفتاب شرمندہ سرمہ آلودہ سے رنگ سوسن پھیکا تھا ان کے
سراپا کی نسبت جو کچھ لکھوں زیبا ہے غرض ایک نئی آن بان سے آگے آگے
چلی آتی ہیں۔ اور ان کے پیچھے قریب ایک سو خواصیں زرق برق پوشاک اور زیور
مرصع سے آراستہ و معطر چھم چھم کرتی چلی آتی اور ایک لب و لہجہ سے گاتی
بجاتی فتنہ محشر کی طرح چلی آتی ہیں۔ اور درمیان میں ایک تخت طاؤس پر
ایک خاتون نہایت حسین ماہ جبین بلکہ حسینان جہاں کی سرتاج پندرہ سولہ سال
کا سن و سال نہایت صاحب حسن و جمال نور عالم کو دیکھ کر یہ غول بھچکا سا ہو گیا۔
یکایک سب نے وہیں کھڑے ہو کر منہ پر پردہ کر لیا اور ایک زبان ہو کر سب نے
خاتون سے عرض کیا حضور کوئی مرد بیگانہ چلا آتا ہے۔ اور اس باغ میں یہاں
پروارد ہوا ہے کہ جس کی پیشانی نورانی سے نشانات امارت ظاہر ہوتا ہے۔
اگرچہ اس وقت خاکساری لباس میں ہے مگر اس کے چہرہ کی قلعی صاف نشان
شرافت ظاہر کرتی ہے تاوقتیکہ اس کا حال اچھی طرح سے نہ معلوم ہو جائے اس
طرف جانا مناسب نہیں۔ یہ سن کر اس نے بہ شوق ذوق نظر کی تو فوراً دل ہاتھ
سے دے بیٹھی اور بیقرار ہو گئی۔

٥

الٰہی کیا ہوا ہے بیٹھے بٹھا ہے　　ابھی تو تھا بھلا چنگا میرا دل

یہ کہکر تخت سے اتری اور خواصوں سے بولی کہ آؤ دیکھیں کہ ہمارے باغ میں آج کیا نیا شگوفہ کھلا ہے خواص رموزدان فوراً تاڑ گئی اور کہنے لگی کہ حضور سچ فرماتی ہیں۔ اس میں شان جاتی ہے کہ کوئی بیچارہ آفت کا مارا یہاں آنکلا ہے اس کی مہمانی ضرور ہے خاتون رموزدان کیطرف مخاطب ہوتی ہورا سکے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر نور عالم کی طرف چلیں وہ دیکھتے ہی بے اختیار ہوئیں رعب حسن کے باعث زبان بند ہو گئی خاتون نے رموزدان کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے دریافت تو کرو کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اور اپنے آپ کو دیوانہ کیوں بنایا ہے نور عالم اس طرف طرح گویا ہوا کہ اے پری چہرگان میرا آنا یہاں اتفاقیہ ہوا ہے۔ میں ملک زابلستان کے سوداگر کا بیٹا ہوں۔ نور عالم میرا نام ہے اس باغ کو دیکھ کر مجھے یہاں تعجب ہوا دل میں آیا کہ تھوڑی دیر اس جگہ آرام کروں دل بہلاؤں۔ بیشک غریب الوطن کو ہر شخص کو دیوانہ بناتا ہے مگر میں جس کا دلدادہ ہوں وہ شخص خود ہی اپنے دل میں انصاف کر سکتا ہے اس بات سے سب کو کچھ اور گمان ہوا خواص بولی بس جی بس معلوم ہوا کہ اس کو یہاں ٹھہرنا منظور نہیں اس کو پس و پیش کا خیال نہیں۔ یہ سنکر رموزداں بولی تمہارا کدھر خیال ہے یہ محبت کا رنگ ہے جس سے فرشتوں کی عقل دنگ ہے فرہاد کا کیا حال نہیں سنا مجنوں نے کیا کیا خاک اڑائی شیریں و لیلی کا داستان سنا ہوگا اسکو بھلا برا کہنے سے کیا فائدہ یہ آج رہا کل جائیگا۔ کلام دان گویا ہوئی کہ اے صاحب اب مجھکو یہ کیفیت معلوم ہوئی آنحضرت کو آپ ہی نے لاکر بٹھایا ہے۔ اور یہ نیا شگوفہ آپ ہی نے کھلا ہے مگر مجھ کو زیادہ تعجب اس بات کا ہے کہ حضور بھی اس جنتی کو کچھ نہیں کہتے ہیں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ عقل سے خارج ہے جو اس درجہ مغزنی کرتی ہے خواص نے جان لیا کہ یہ بات خاتون کو خود منظور ہے بات ہل کر کہنے لگی کہ اے حضور آپ کا کہاں خیال گیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ مہمان کی خاطرداری کرنی چاہیے یا صرف باتوں کا خشک مصالحہ یہ سنکر سب نے نور عالم کو وہاں سے اٹھایا اور بارہ دری میں مسند زرنگار پر لاکر بٹھایا۔ خاتون نے بھی وہیں تکیہ لگا یا عطر حقہ الائچی پان وغیرہ کی خاطر ہوئی اور ہر طرح کے سامان عیش مہیا ہوئے۔ اتنے میں نہایت خوش آواز رقصان آئیں اور آپس میں سر ملا کر یہ غزل گانے لگیں ۔

غزل مؤلف

شیخ حوروں نے کہاں پائی بشر کی صورت
اور پھر وہ مہر رشک قمر کی صورت

خلد میں چھپتا نہیں اے وحشت دل
دل میں گھر کر گئی اُس شوخ کی صورت

رحم کر پردہ نشیں مجھ کو پڑا رہنے دے
در پہ ہوں تیرے پڑا پردہ در کی صورت

بعد مدت کے وہ آئے ہیں میرے گھر مہمان
یا الٰہی نہ نظر آئی سحر کی صورت

دیکھ لے صبح اگر اٹھ کے نہ پوری ہو مراد
ایسی منحوس ہے اس مرغ سحر کی صورت

شمع محفل میں جلی داغ قمر نے کھایا
کیا نظر آ گئی اس رشک قمر کی صورت

قتل پہلے تو کیا یار یا حق کو پھر یوں لے
آنکھ میں پھرتی ہے اس خستہ جگر صورت

راوی سلسلہ بند داستان گذارش کرتا ہے کہ نور عالم کا یہ احوال ہے کہ خاتون اٹھ کر دالان میں گئی اور رموز دار بھی نور عالم کو لیکر دالان میں آئی اور اُسکی خاطر داری کا سامان خواصوں نے بالا بالا سب مہیا کیا۔ یہ کہکر طوطا خاموش ہوا۔ مینا بولی کہ میاں مٹھو بس تیری کہی تمام ہوئی اگر نہیں تو آگے بتلا کہ کیا ہوا۔ طوطا سنکر جھلایا۔ اور بولا کہ کیوں جی مینا آپ بہت منہ آتی ہیں اور ہر بات میں نوک جھونک بتلانے لگے مجھے طول داستان کا ذرا خیال ہے۔ ورنہ تیری کیا مجال ہے جو تیری میرے منہ لگے اگر وہ سب سامان بیان کروں تو ایک جلد الگ تیار ہو جائے لہذا ان کل باتوں سے انحراف کرکے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور ناظرین مسرت آگین کو سب قصہ سناتا ہوں۔

الغرض دونوں دلدادہ ایک مدت دراز تک بزم عشرت میں رونق افروز رہے یہی دستور ہے کہ ہر ایک کا شیشہ دل اسی سے چور ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ نور عالم و خاتون دونوں نہا دھو کر لباس عمدہ پہنکر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور باغ سے باہر آئے اور ایک سمت کو گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں قضارا دوڑتے دوڑتے نور عالم کا گھوڑا خاتون کے گھوڑے سے علیحدہ ہو گیا۔ چونکہ گھوڑے گرم ہو کر ہوا میں بھر گئے تھے قابو میں نہ آئے۔ ہر چند باگیں کھینچیں مگر کہیں نہ رکے۔ الغرض ایک سے ایک جدا ہوا۔ اے مینا اُس وقت کا کچھ عالم نہ پوچھ کہ ایک کے لئے ایک روتا تھا۔ لیکن

کیا ہوتا تھا اس کو منظور یونہی تھا۔ الغرض نور عالم نے جاکر ایک دریا میں غوطہ کھایا تو نے
اپنے آپ کو ایک میدان میں پایا۔ یہ دیکھ کر سخت گھبرایا اور مفارقت خاتون میں زار زار
رونے لگا۔ مینا بولی اے طوطے گیتی پناہ کیا ہوئے۔ طوطے نے کہا ایک
موقع پر ذکر اس کا بھی ہوگا۔ اس وقت کل عقدہ کھل جائے گا۔ قصہ کوتاہ
نور عالم مبتلائے غم والم ادھر ادھر دیکھنے لگا تو ایک غول کبوتروں کا نظر آیا پھر یہ ہی
ہیبت کبوتر ہو کر اثر طلسم سے ان کے ساتھ پرواز کر گیا۔

بعد ازاں نور عالم نے کہا کہ اے خورشید رو آگے کا حال آپ کے پیش نظر ہے۔
آپ نے میرا قصہ سنا سب نے سر دھنا ادھر آفتاب جہاں تاب نے پردہ غیب سے منہ
نکالا۔ ادھر خواص باز گیر نے ایک دم چار کبوتروں کو قید کیا خورشید رو نے ان کو بھی حوض
کا پانی پلایا تو شاہزادہ فیروز بخت افروز کو بھی اس میں پایا۔ اے مینا یہ مقام شادی ہے
کہ بچھڑے ہوں کی آبادی ہے۔ شاہزادہ کو عیار دم دیکھ کر فوراً لپٹ گیا۔
اور حسب نے یک لخت سلام کیا فیروز کا دل نہایت خوش ہوا پھر تو عجب کیفیت کا عالم ہوا
ادھر عیار دم نے کل حال اپنا اور خورشید رو کا طلسم میں پھنسکر آہو بننے کا بیان
کیا اور اپنے آقا کی تلاش اور خورشید رو کی عنایت سے پھر جامہ انسانی پایا۔
اور کل احوال گذشتہ بیان کیا پھر تو شاہزادہ نے اپنا حال معہ ان تینوں درویشوں کے
سنایا اے مینا خورشید رو نے اپنے مکان کو نہایت سجایا اور شاہزادہ کو بلا کر وہاں مسند
زرنگار پر بٹھایا اور خوب جلسہ کرایا اور قصہ خواناں کو بلا کر بہارستان کا قصہ شروع کرایا
جو کہ زبانی مینا کی بیان ہوا ہے اس میں عجب لطف اڑایا ہے مؤلف نے
ایک حصہ عمر کا اس میں صرف کیا ہے اب ناظرین جس وقت ملاحظہ فرمائیں گے
تو عجب لطف اٹھائیں گے اور آگاہ رہنا چاہیئے کہ افسانہ گویا دل کا بہانا ہے۔ ان ساتوں
جلدوں سے علیحدہ کیا کہ قصہ طول پکڑ گیا ہے۔ آمدم برسر مطلب۔ ایک عرصہ
تک یہی جشن رہا اس میں خورشید نے ہر ایک افسر دیو کے نام بھیجے اور تاکید کی کہ کوئی
فرد بشر بنی نوع سے دارد طلسم ہو تو فوراً حاضر کرو اے مینا جس وقت یہ فرمان اندر
حدود طلسم کے جاری ہوا تو خاتون عزیزی کو بھی اس چاہ سے نکلوایا اور گیتی پناہ کو بھی
ایک دیو لایا۔ اور نمونہ آفت بھی معہ خواص ایک دیو کے ہمراہ حاضر ہوئے۔

اور بیان کیا۔ کہ جناب کو ایک گھوڑا اسم عدطلسم پر پا بند ہوا کے لئے پھرتا تھا اور اس کا حال نہایت خراب تھا یقین تھا۔ کہ اگر میں نہ پہنچوں۔ تو دم اس کا ملک عدم کو روانہ ہو جاتا۔ فرمایئے اس کا آنا کیونکر ہوا۔ غرضیکہ گیتی پناہ کو نور عالم کے حوالہ کیا۔ اور خاتون عزیز کی کو احمد فارسی کے حوالہ کیا۔ اور نمونہ آفت کو ولدار سے منسوب کیا۔ بدیں وجہ اس کتاب کا نام وصال یار رکھا گیا۔ کہ سب طالب مطلوب اس جلد میں واصل ہوئے۔ اور سب کو وصال یار نصیب ہوا۔

راوی کہتا ہے کہ چند روز کے بعد شاہزادہ فیروز بخت افروز نے خورشید رو سے اجازت واسطے شکار شہر جنوں کے چاہی تو خورشید رو نے کہا۔ کہ اے شہزادہ اس شہر میں ہزاروں آفتیں بلا خیز واقع ہیں۔ کہ جن کا دفعیہ ایک امر محال ہے۔ اور خنجر طلسم شکن کا ملنا تو محال ہے۔ کیونکہ اول تو جادو طلسمی سے محفوظ رہنا اور دوسری وہاں تک پہنچنا علاوہ اس کے خنجر طلسم شکن ملا بھی۔ تو ہزاروں فوج دیوان قہر آلودگی سے سنگرانا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ بعد لینے خنجر طلسم شکن کے تمام طلسم میں تہلکہ پڑ جائیگا۔ خدا جانے اس وقت کیا معاملہ ہوگا۔ مگر خنجر طلسم شکن کا ملنا تمام اسم اعظم کی ذات پر منحصر ہے۔ فیروز بخت یہ سنکر دل میں شکر بجالایا۔ اور یہ الفاظ زبان پر لایا۔ اے خورشید رو یہ وقت نہایت خوشی کا ہے۔ کیونکہ وقت نابودگی طلسم آ چکا ہے۔ اور صاحب اسم اعظم ہماری ذات ہے۔ اور ہماری ذات سے مراد ہے۔ اس میں نہ کچھ تکرار ہے۔ اور وہی انگشتری نظر بند خاکی و آتش دکھائی۔ اس وقت از ظاہر و باطن سب ایمان لائے۔ اور کئی ہزار دیودں نے حلقہ غلامی شاہزادے کے کان میں ڈالا۔ اور تمام طلسم میں شور مچ گیا۔ کہ طلسم کشا آن پہنچا۔ اے مینا یہ بات ملحوظ خاطر رہے۔ کہ یہ انگشتری وہی ہے جو بانیان طلسم نے بنائی ہے۔ اور خاصیت قرار دی ہے۔ کہ انگشتری سوائے طلسم کشا کے دوسرے کو ہرگز دستیاب نہ ہوگی۔

قصہ کوتاہ اب شاہزادہ طلسم ششم میں جاتا ہے۔ جو کچھ معرکہ ہوگا معرض بیان میں آتا ہے:۔

اے مینا شاہزادہ وہاں سے اسباب ضروری لیکر چل دیا۔ توکل رفقائے معہ عیار دم و خورشید رو کے ساتھ ہوئے۔

داستان شاہزادہ فیروز کا معہ عیار دم و رفقائے جانب طلسم ششم جانا اور دیو سے جنگ کرنا اور فتح پانا اور طرح طرح کے صدمات طلسمی کا پیش آنا اور بزور اسم اعظم ان کو ہٹانا اور بہت آفت اور تکلیف اٹھانا اور فرمانبردار بنانا وغیرہ وغیرہ

راوی کہتا ہے۔ کہ شاہزادہ معہ رفقا جانب طلسم روانہ ہوا۔ کئی روز براہ راہ روی میں گذرے تو ایک روز نہایت بلند آبادی نظر پڑی۔ اور ایک دستہ دیوان خونخوار کا ان کے مقابل آیا۔ اور شاہزادہ کو افسر اس گروہ کا مقرر کیا۔ کہ ایک زشت رو اس طرح گویا ہوا۔ کہ اے انسان نادان معلوم ہوتا ہے۔ کہ تو اپنی زیست سے تنگ ہو کر بیباکانہ اس طرف کو چلا آیا ہے۔ یہ سنکر شہزادہ عالی وقار نے ایک ضرب شمشیر اس یاوہ گو کے لگائی۔ کہ سر تا پا اس کا ٹکڑا کٹ کر دور جا پڑا۔ پھر تو وہاں ایک شور قیامت برپا ہوا۔ اور دفعتہً ہزاروں دیو ٹوٹ پڑے۔ عیار دم اور فیروز وغیرہ کے ہوش اڑ گئے۔ تو خورشید رو اس طرح گویا ہوئی۔ کہ اے شہزادہ نامدار یہ موقعہ گھبرانے کا نہیں ہے۔ حواس درست کیجئے۔ اور اسم اعظم پڑھیئے۔ اور انگوٹھی دست راست سے اُتار کر ایک حلقہ گرد اس گروہ کے کھینچ دیجئے۔ اور آپ بھی اس میں داخل ہو جیئے۔ اور پھر قدرت خدا کو ملاحظہ کیجیئے۔ کہ یہ برکت اسم اعظم کسی دیو اور جن کی طاقت نہ ہوگی۔ جو اس حلقہ کے اندر آ جائے۔ اے مینا شاہزادہ نے ویسا ہی کیا۔ معہ جملہ رفقا و شاہزادہ اس حلقہ کے اندر داخل ہو گئے۔ اور وہ دیو نابکار غضبناک ہو کر ان کی طرف دہان کشادہ آتے تھے۔ الّا اس جگہ سے چند قدم دور فاصلہ سے ہٹ جاتے تھے۔ اس وقت خورشید رو کی اس کارروائی سے شاہزادہ بہت خوش ہوا۔ اور عیار دم گویا ہوا۔ کہ مہربان اس وقت تو تمہارا فرمانا یاد آیا۔ کہ ایک سے دو اچھے ہوتے ہیں۔ سفر میں اگر تم کو ہمراہ نہ لاتا۔ تو بیشک ہیبت کبوتر میں ہی رہتا۔ اور اس وقت خورشید رو نہ ہوتے تو خدا جانے کیا آفت پڑتی۔ اے مینا دیووں کو ایک گھنٹہ اسی شور و شر میں گذرا تو عیار دم نے کلاہ سر پر رکھی اور ایک شمشیر آبدار لیکر اس حلقہ سے باہر آیا۔ اور دست راست کی جانب

جاکر اس شہر پر کے اس زور سے ضرب شمشیر لگائی۔ باہر کہ اس نے دم لینے کی بھی فرصت
نہ پائی۔ اسی طرح بہت سے دیووں کو راہ ملک عدم کی دکھائی۔

اے مینا اس وقت تمام دیو نہایت حیرت زدہ ہوئے۔ کہ یہ تو تمہارے سامنے
قید ہیں۔ یہ اضطرابی۔ پھر یہ کون ہمارے گروہ کو تہ و بالا کر رہا ہے۔ اور شاہزادہ نے گروہ
مخالف میں یہ اضطرابی دیکھ کر ایک نعرہ بلند کیا۔ نہایت زور کے ساتھ کہ اے گروہ مخالف
اب تمہاری رہائی و جان بخشی اسی میں ہے۔ کہ ہمارے حکم کی پابندی کرو۔ اور ہمارا
نام طلسم کشا ہے۔ یہ سنتے ہی سب آپس میں کہنے لگے۔ کہ فی الحقیقت اب سلامتی
اس دلاور کی تابعداری میں ہے۔ بہتر ہے کہ اس کی تابعداری قبول کریں۔ کیونکہ اس میں
کئی فائدے ہیں۔ اوّل تو راہ راست پر قائم ہوتا دوئم یہ شخص طلسم کشا ہے۔ تو
ہمارے لئے عین مصلحت ہے۔ چونکہ ہمارے بزرگ بانیان طلسم پیشگوئی کر گئے ہیں کہ طلسم
کشا تمام دیو و جن کو بزور اسم اعظم تسخیر کریگا۔ جب ہم خود اسکے غلاموں میں مل جائینگے تو
ہم کو کوئی کہہ سکتا ہے۔ یہ منصوبہ باندھ کر جملہ دیوان شاہزادہ سے ملتجی ہونے کے حضور
تو آپ کے ارشاد سے سرتابی کرنے کا یارا نہیں ہے۔ القصہ شاہزادہ نے سب کو نہایت
عزت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا تو عیار دم بھی عالم ظاہر میں آیا۔ اور وہیں شب باش
کی۔ طلسم ششم کے اندر شور مچایا۔ کہ تمام دیووں کا دستہ مطیع ہو گیا۔ وقت صبح
شاہزادہ مع دیووں کے سب کو فنا کرتا ہوا دروازہ طلسم ششم پر آیا۔ پاسبانوں نے روکا ان کو بھی
...۔ ایک پاسبان بچکر چیختا ہوا حاکم طلسم کے پاس آیا۔ اور تمام ماجرا گذشتہ بیان کیا اور
کہا کہ وہ دروازہ طلسم پر استادہ ہے۔ یہ سنکر وہ حاکم سہم گیا۔ اور حکم دیا کہ فوج دیو کیلئے
اور ان کو بھی زندہ پکڑ لاؤ۔ اور ان دیووں کو بھی جنہوں نے ان کا ساتھ دیا ہے۔ گرفتار
کر کے چاہ طلسم میں ڈالکر پھونک دو۔ اے مینا اپنے حاکم کا یہ حکم سنتے ہی ہزاروں دیو وہاں
...۔ اور فیروز نے ان کو دیکھتے ہی اپنے گرد باوستو حلقہ اسم اعظم کا حصار کھینچ لیا
...عد فقا اور دیو کے اندر محفوظ ہو بیٹھا۔ جسوقت وہاں فوج طلسم آئی۔ اور بات
...ی۔ کہ ان کو گرفتار کرے۔ قدم حلقہ کے اندر نہ رکھ سکے۔ یہ سب بہت اپنے دل
...ڈرے۔ غرض بہت کچھ چاہا۔ کہ آگے کو بڑھیں۔ مگر قدم نہ رکھ سکے۔ یہ سب بہت
...کو بڑھیں۔ مگر ذرہ نہ چل سکے۔ ادھر فیروز و عیار دم نظروں سے پوشیدہ ہو کر

دلیرانہ خنجر براں لیکر فوج مخالف میں در آئے۔ اور چند دیووں کو قتل کر کے زمین پر ڈالدیا۔ الغرض اس دفعہ بھی نصف دیووں کے قریب مطیع اور فرمانبردار ہوئے اور باقی ماندہ روبرو فرار لائے۔ اور آ کر حاکم سے کل ماجرا بیان کیا۔ ادہر فیروز نامدار نے معہ اپنے ہمراہیوں کی آبادی کے اندر قدم رکھا۔ اور حکم دیا۔ کہ جو شخص جاری تابعداری سے انحراف کرے اسکو بلا باز پرس تہ شمشیر آبدار کر دیا۔ القصہ ایسا ہی معرکہ ہوا۔ کہ جس نے مقابلہ کیا وہ مارا گیا اور جس نے فرمانبرداری کی۔ اسکو اپنے ہمراہ لیا۔ غرضیکہ حاکم شہر کے محلسرائے تک صدہا قتل اور ہزاروں کو گرفتار کیا۔ جب اس حاکم تک پہنچے۔ تو ایک عجیب تماشا دیکھا۔ کہ جسقدر آگے بڑھتے تھے۔ اسیقدر پیچھے ہٹتے تھے۔ اور چاروں طرف سے آگ برسنی تھی۔ اس صدمہ سے بہت سے دیو شہزادہ کے آئے۔ اور باقیماندہ معہ فیروز کے تڑپنے لگے۔ یہ آفت دیکھکر خورشید رو نے ایک صراحی پر از آب منگوائی۔ اور اس پر اسم اعظم شہزادہ سے دم کرایا۔ سب کے بدن پر چھڑکا۔ اسی وقت سب تندرست ہو گئے۔ اور بالکل اثر جادو کا جسم سے نابود ہوا۔ پھر اُسی وقت خنجر آبدار سے دیووں کو فنا کرنا شروع کیا۔ الغرض حاکم تک پہونچے۔ فوراً اسکو پابہ زنجیر کر لیا۔ اے مینا اس حاکم کا نام دیو غضبناک آلود تھا۔ اور قہر آلود کا چھوٹا بھائی تھا جس کا جلد اول میں ذکر آچکا ہے۔ اور پری مہر رشک کو بھی اُسی نے قید کیا ہے۔ کہ جو فیروز کے دلداروں میں ہے۔ القصہ جبکہ غضبناک آلود کو گرفتار کیا تھا۔ تو تخت فرمان دہی پر فیروز متمکن ہوا۔ اور کاروبار شاہی اچھی طرح سے انجام پانے ہونے لگے۔ اور ہر گلی کوچہ میں منادی کرادی۔ کہ آج کی تاریخ سے جو کوئی ہمارے خلاف کام کریگا۔ اس کے حق میں بہتر نہ ہوگا۔ اور قہر سلطانی کا موجب ہوگا۔

شہزادہ نے تخت پر بیٹھتے ہی عدل وداد سے ہر کا دل شاد کیا۔ اے مینا ان دیووں پر ایسا رعب سلطنت چھایا۔ کہ کسی نے کان تک نہ ہلایا۔ اور شہزادہ نے عرصہ تک نہایت زور کے ساتھ سلطنت کی اور نہایت زور کے ساتھ کاروبار سلطنت سرانجام دیتا رہا۔ جب بخوبی سلطنت قائم ہو گئی۔ اور ہر ایک کے دل پر دہشت غالب آگئی۔ جب اچھی طرح شہزادہ کا تسلط بیٹھ گیا۔ تو ایک شخص نیک نہاد و پاکیزہ خصلت کو اپنی جگہ نائب کر کے جسکا نام معین الدین جنی تھا۔ وہاں کا فرمانروا بنا کر آپ کو فرمایا۔ کہ بدولت طلسم ہفتم کو تشریف لے جاتے ہیں۔ تا کہ واپسی و فتح طلسم ہفتم کی طرف سے یہ ملک

زیر حکومت معین الدین جنی کے رہے۔ کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہ کرے۔ ورنہ اپنے آپ کو بجائے غضبناک آلودہ کے دیکھینگے۔ کہتے ہیں کہ شاہزادہ نے معین الدین جنی کو تخت سلطنت سپرد کرکے معہ رفقا و افواج طلسم جانب طلسم ہفتم کوچ کیا۔ اے مینا ملحوظ رہے۔ کہ طلسم ہفتم جائے قیام قہر آلود کا ہے۔ اس کا نام طلسم شہر جنون ہے اور وہیں پر ایک آتش خانہ روشن ہے۔ کہ جس میں خنجر طلسم شکن ہے۔ راوی رنگین داستان کہتا ہے کہ جس وقت شاہزادہ باہر آیا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک بوڑھا جن اپنے ایام جوانی کے افسوس میں یہ کلمات حیرت آمیز کہہ رہا ہے۔ بقول مجرم ؎

جوانی اور بڑھاپے نامہ

افسوس گئے ہم سے تو ایام جوانی اور کر گئی ہر کام سے ناکام جوانی	دکھلاتے تھے کیا کیا ہمیں ایام جوانی یاد آتی ہے تو ہم کو صبح و شام جوانی

مانگوں نہ دعا ہاتھ اٹھا کر یہ زبانی
اللہ دگر بار دے ایام جوانی

اے مینا وہ ضعیف جن یہ پڑھکر اس طرح عرض رساں ہوا۔ کہ اے شاہزادہ میں چاہتا ہوں اپنی عمر عزیز کو آپکے سایہ دولت میں بسر کروں۔ میں کیا کروں نشست و برخاست سے مجبور ہوں۔ بدیں وجہ میرے عزیز و اقارب نے مجھ سے کنارہ کیا ہے۔ شاہزادہ کا یہ جملہ سنکر جی بھر آیا۔ اور دیوان ہمراہی کو حکم دیا۔ کہ اس پیر دیرینہ سال کو برائے خبر گیری معین الدین جنی کے سپرد کیا وے۔ اور ہماری جانب سے تاکید مزید فرمایش کی جاوے۔ کہ اس کے آرام پہنچنے میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی جاوے۔ اور ہر طرح سے اسکی خاطر مدارات کی جاوے۔ کہتے ہیں کہ جن شہزادہ کو دعائیں دیتا ہوا معین الدین جنی کے پاس آیا۔ اور بعیش و عشرت رہنے لگا۔ قصہ کوتاہ شاہزادہ وہاں سے چلدیا۔ اور کئی منزلیں طے کیں۔ آخر حدود طلسم ہفتم پر ایک مکان نہایت عالی شان پر تکلف شاہانہ نظر آیا۔ اے مینا ملحوظ خاطر رہے کہ بانیان طلسم نے یہ مکان اس واسطے تعمیر کرایا تھا۔ کہ جو شخص جملہ طلسم سے فتح پاکر یہاں آئے۔ اور کسی سے رنج اٹھائے۔ تو اس کو وہ مطلوب جس کا لینا اور طلسم کا نابود کرنا مد نظر رکھا ہے۔

اس کے ہم شکل ایک پریزاد موجود ہوا۔ اصل اور نقل میں مطلق تمیز نہ ہوئی۔ لہذا اس مکان میں ایک پریزاد بہ ہیئت مہر رشک پری مع چند خواصوں طلسمی کے موجود ہے۔ تاکہ شہزادہ کو یہ معلوم ہو۔ کہ میرا مقصود دلی بر آیا اور یہاں باطمینان شراب نوشی کرے۔ اور بار بار کی شراب نوشی سے بیہوش ہو جائے۔ تو وہی پری اسکی قاتل بن جائے۔

آمدم بر سر مطلب۔ الغرض شہزادہ جس وقت اس مکان میں معہ رفقائے کے پہنچا اپنے محبوب کو پاکر نہایت شاد ہوا۔ اور فرط خوشی سے بیہوش ہو گیا۔ چند ساعت کے بعد ہوش آیا۔ فوراً اپنے آپ کو مہر رشک مصنوعی کے پہنچایا۔ وہ بھی اسکو دیکھ کر نہایت شاد ہوئی۔ بانازانداز دلبری اس طرح گویا گوئی۔ کہ اے یہ بات از شرط مروت سے دور آیا م ملاقات سے دید ہے نہ شنید ہے۔ اگر اس طرح مجھ کو ستانا تھا تو مجھ کو اپنے دام محبت میں نہ پھنسانا تھا۔ اگر میں ایسا جانتی۔ تو ہرگز آپ کی طرف نگاہ نہ اُٹھاتی۔ اب دن رات بیقراری اور اشک باری وگریہ زاری اختر شماری ہے۔ اے شاہزادہ جس روز آپ وہاں سے تشریف لائے اس کنیز نے چند روز کے بعد وہاں سے رہائی پائی۔ الا یہ سب سے زیادہ مشکل ہوئی۔ آپکے حبیب کی جگہ دل میں ہوئی۔ شب و روز آپکا ہی خیال ہے سوائے اس کے اور نہ کچھ ملال ہے۔ غم و اندوہ کے سبب لیٹ جاتی ہوں۔ مگر رات پہاڑ کی طرح نظر آتی ہے۔ غرضیکہ دن کو زاری اور رات کو اختر شماری کے سوا اور کچھ کام نہ تھا۔ یہ باتیں سنکر شاہزادہ گویا ہوا۔ کہ اے دلبر یہ شکایت بیجا ہے۔ کیونکہ آپ کا مجھ سے وعدہ ہے۔ کہ بہت جلد خنجر طلسم شکن لاکر اس دیو قہر آلود کو زیر زمین پہنچاؤں۔ میں اسکی تلاش میں ہوں۔ اور ہزار آفت سے یہاں تک پہنچا۔ صرف بامید خدا اپنی زندگی ہے۔ ادہر شاہزادہ اور مصنوعی مہر کا یہ خیال اب دو کلمہ داستان حیرت بیان اصلی مہر رشک سے سناتا ہوں جسوقت کہ شاہزادہ مہر رشک سے رخصت ہو کر روانہ ہوا۔ تو پری نے اپنے آپ کو بیمار بنایا۔ یہاں تک کہ غم دلدار سے سوکھ کر کانٹا ہو گئی۔ اور دیو قہر آلود شب و روز اسکے معالجہ میں مصروف رہتا۔ سوائے اسکے جملہ امور سے بے خبر ہے یہاں تک کہ آتشکدہ ہفتم سے بھی دست بردار ہے۔

باز آمدم بر سر مطلب۔ خورشید رو نیک خو نے عیار دم سے کہا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاہزادہ کو کچھ سواد بھی ہے۔ جو اسقدر بے تامل پریزادان طلسمی سے

اتحاد بڑھایا۔ شاید یہ نہیں جانتا۔ کہ یہ سب سامان طلسمی ہے۔ غرضیکہ عیار دم شہزادہ کے پاس آیا اور احوال مفصّل بیان کیا۔ کہ شاہزادہ نے کچھ تفاوت نہ کیا کہ عیار دم نے از روئے رشک یہ باتیں کیں۔ جواب دیا کہ تجھ کو اس معاملہ میں کچھ گفتگو نہ کرنی چاہیئے۔ یہ سنکر عیار دم نے دم نہ مارا اور خاموش ہوکر خورشید رو کے پاس آیا۔ اور کہا کہ دیکھیے پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ قصّہ کوتاہ جملہ رفقائے شہزادی بھی ادہر ادہر چلے گئے۔ مگر عیار دم و خورشید رو ایک گوشہ میں چھپکر ان کی حرکات کا معائنہ کرتے رہے اور نہایت حیران تھے اور کہتے تھے۔ کہ خدا جانے یہ پری شاہزادہ کے ساتھ کیسا سلوک کرے اور یہ اس امر کے منتظر بیٹھے رہے کہ اگر کچھ بھی پری نے شاہزادہ کے ساتھ قتل کی حرکت کی۔ تو فوراً اس کو سزا دیں۔ القصّہ پری نے ایک جام شراب بھر کر شہزادہ کو دیا۔ اس نے بخلوص دل پیا۔ غرضیکہ پانچ چھ ساغر شاہزادہ کو دیئے۔ وہ حالت نشہ میں عجیب حرکتیں کرتا تھا۔ اور نہایت خوش ہوتا تھا۔ اور وہ پری پے در پے جام شراب شہزادہ کو پلا رہی تھی۔ جبکہ نشہ نے اسکو بالکل مدہوش کیا۔ اور اپنے تن بدن کی مطلق خبر نہ رہی۔ فوراً اس پری نے بزور جادو بستۂ زنجیر کیا۔ یہ دیکھ کر عیار دم کا دل بھر آیا فوراً گوشہ سے نکل کر باہر آیا۔ شاہزادہ نے اپنے کو اس حالت میں دیکھکر عیار دم سے کہا۔ کہ میں نے اس وقت تمہارا کہنا نہ مانا۔ اخیر کو اپنے نتیجہ کو پہنچا۔ اب مجھ کو اس بلا سے نجات دلوا۔ عیار دم نے کہا۔ کہ اے شہزادہ نہ گھبرا۔ یہ کہکر اسم اعظم پڑھوایا اور پانی پر دم کرا کر وہی پانی جسم پر اس کے چھڑکا۔ وہ سب سامان طلسمی دم کے دم میں دور ہوا۔ اور وہ پری بھی جلتی پھرتی ہی جل کر خاک سیاہ ہوگئی۔ اور شاہزادہ اس قید سے رہا ہوا۔ بعد ایک ہفتہ کے شاہزادہ کے دل میں آئی۔ کہ اب طلسم ہفتم کی جانب جانا چاہیئے۔ اور جو پیش نگاہ آئے۔ تہ خاک ملانا چاہیئے۔ الغرض بوقت صباح جملہ رفقا روانہ ہوئے۔ یہ کہکر طوطا چپ ہوا۔

تمام شد جلد ششم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہال یار

جلد ہفتم

راوی کہتا ہے کہ شاہزادہ فیروز نامدار بعد طے کرنے منازل و طے مراحل چندروز کے بعد ایک دشت پربہار میں جہاں ہزار ہا درخت میوہ دار ہر چہار سمت گلزار تھے۔ پہنچا۔ جس وقت آفتاب عالم تاب نے منہ چھپایا۔ اور پردۂ حجاب میں جاکر قیام کیا۔ تو شہزادہ عالی وقار نے وہیں قیام کیا۔ وہاں عجیب لطف نظر آیا۔ جس نے شب برات کا مزہ دیکھا ہر درخت کے پتے برنگ سفید مثل آفتاب ان تاب گلوں پر عجیب چمک برنگِ بزرد مانند ماہتاب کی دمک نخلہائے شجر نہایت نفیس مثل قمر درخشندہ و روشن تھے۔ اور لے ازیں یہ لطف اور تھا۔ کہ جس درخت کو وہ چھیڑتا۔ اس کے پھل ٹوٹ کر زمین پر گرتے۔ اور دیو خونخوار ہو جاتے تھے۔

اے مینا اسی طرح ہزار ہا دیو خونخوار جمع ہو گئے۔ الغرض ہر ایک درخت کے پھل ٹوٹ کر دیو بن گئے۔ اور اسی جگہ جمع ہو گئے۔ اور تمام دشت میں جابجا استادہ ہوئے۔ بعد چند ساعت کے ایک درخت بیخ سے اکھڑ کر زمین پر گرا۔ تو فوراً اس درخت کا ایک دیو طویل الفامت بنکر طیار ہوا۔ جملہ دیووں سے قدقامت میں بدرجہا زیادہ گویا شیطان کا دادا عود ہوا۔ وہ سب دیوان نابکار اس کی سلامی ہوئے۔ اور دست بستہ استادہ ہوئے۔ جیسے کوئی کسی کے حکم کا منتظر ہوتا ہے۔ اے مینا اس شیطان علیہ اللعن نے نہایت زور کے ساتھ نعرہ مارا۔ کہ جس سے تمام صحرا تھرا گیا۔ اور گروہ شہزادہ کا بھی گھبرا گیا۔ جسوقت شہزادہ ہوش میں آیا۔ اسم اعظم زبان پر لایا۔ اور حسب دستور سابق حصار کھینچکر اس کے اندر جملہ رفقا سمیت داخل ہوا۔ اور ہیران دیوان نابکار نے حملہ کیا۔ الغرض تا صبح انہوں نے ایک شور غل برپا رکھا۔ مگر کچھ قابو نہ چل سکا۔ بعد ازاں آفتاب نے پردۂ مغرب سے منہ نکالا۔ اور تمام عالم کو منور کیا۔ تو وہ دیو انہیں درختوں پر جا لگے۔ اور سب بصورت ثمر لوٹا و گل

ہو گئے۔ اس روز شہزادہ بوجہ نکلنے وہیں شب باش رہا۔ تو اس روز روزِ اوّل سے بھی زیادہ شوروغل پایا۔ قصہ کوتاہ ہر روز شب یہی حادثہ رہتا۔ وقوعہ جان خراش سے شہزادہ کا دل بہت اکتایا۔ ایک روز عیار دم سے کہنے لگا کہ اے عیار دم میرے رفیق و ہمدم روزمرہ کا جھگڑا تو نہایت ہی پرخوف اور نابکار ہوتا ہے۔ کہ جس سے میرا دل اب نہایت ہی بیزار ہوتا ہے۔ اور ہر ایک طرح کا اندیشہ و خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے۔ یہ تو ایسا معاملہ ہوا۔ جیسا کہ گوہر سخنداں نامی نے لالہ قمار داس کے ساتھ کیا تھا۔ مینا بولی اے طوطے میں تیرا قطع کلام کرتی ہوں۔ اور دل میں نہایت ڈرتی ہوں۔ طوطا ہنس کر کہنے لگا۔ کہ بی صاحب فرمایئے میں موجود ہوں۔ اندیشہ کس بات ہے۔ جو مزاج مبارک میں آئے فرمایئے۔ میں تو تمہاری اس بازپرس سے بہت خوش ہوں۔ بلکہ آئندہ کو اس بات کی آپ سے فرمائش کرتا ہوں کہ جس موقعہ پر آپکا جی چاہے۔ مجھ سے بے تکلف دریافتِ حال کیجیے۔ تامل کو ہرگز کام میں نہ لایئے۔ بندہ بہت جلدی اپنی معلومات آپ کے سامنے بیان کریگا جسکو سنکر حاضرین بہت خوش ہونگے۔

مینا بولی اے طوطے مجھ کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ سخندار نے ایسا کیا بے جا کام کیا۔ جو تجھ کو اس موقعہ پر یاد آیا۔

طوطا بولا۔ اے صاحب ذرا توجہ سے سنتے چلیے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ

داستان سخندار و قمار داس کا باہم قمار بازی کرنا اور سخندار کا اپنا سر ہارنا اور قمار داس کا رحم کر کے اس کا سر نہ لینا بدیں وجہ سخندار کا ایک حیلہ سے اپنا وظیفہ مقرر کرانا۔ بعد ازاں زک اٹھا کر دو چند رقم دینا

راقم الحروف کہتا ہے۔ کہ زمانہ سابق میں دو شخص ایک قوم گوجر سے سخندار نامی اور دوسرا قوم

سے بنیہ قمار داس نامی بہت بڑے قمار باز تھے۔ اور روز و شب قمار بازی سے کام اور اسی میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ یہ دونو آپس میں جوا کھیل رہے تھے۔ اور یہاں تک کھیل ہوا۔ کہ گوجر صاحب بالکل ہار گئے۔ اور ایک حبہ بھی باقی نہ رہا۔ تو گوجر صاحب بقال سے بولے۔ کہ اچھا صاحب سر کی بازی رہی۔ یعنی اگر آپ جیت جاویں۔ تو میرا سر اُتار لیں۔ اور اگر میں جیت جاؤں۔ تو آپ مجھ کو مبلغ پانچسو روپیہ دیں۔ اے مینا بنیہ اس بات پر راضی ہوا۔ اور پانسہ پھینکا۔ اتفاق سے پھر بنیہ جیت گیا۔ تو گوجر بنیئے سے مخاطب ہوا۔ اور بولا کہ اچھا لالہ! اب آپ میرا سر اتار لیں۔ بی صاحبہ! یہ تو آپ جانتے ہیں۔ کہ بنیہ نہایت ڈرپوک ہوتے ہیں۔ اور کسی کے مارنے کے واسطے کبھی ہاتھ نہیں اُٹھاتے ہیں۔ البتہ پیسے کے لالچ میں غرق ہوتے ہیں۔ کسی کے بھوکے اور اجنبی ہونے پر یا تنگدستی پر ذرا خیال نہیں کرتے ہیں۔ اپنے مطلب سے مطلب رکھتے ہیں۔ قصہ کوتاہ بقال گوجر گویا ہوا۔ کہ یہ سر ہم نے تم کو ہی دیا۔ وہ گوجر بھی یہ سنکر سیدھا اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ گوجر بوجہ ہار جانے کے نہایت تنگدست و مفلس ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ کئی روز میں کھانے کو بھی میسر نہ آتا تھا۔ جب بہت دق ہوا اور فاقہ کشی سے تنگ آیا۔ تو ایک روز بنیئے کے پاس آیا۔ اور کہا کہ لالہ صاحب تم اپنا سر اُتار لو۔ کیونکہ یہ مجھ سے کھانے کو طلب کرتا ہے۔ فرمایئے کہ میں ایک بیکار آدمی اُسکے کھانے کو کہاں سے لاؤں۔ بنیا انکاری ہوا۔ کہ میں خون ناحق نہیں کرونگا۔ جو ایسا کرے گا وہ جہنم میں جاویگا۔ الغرض اسی بحث میں اور چند آدمی جمع ہو گئے۔ تب دونو نے اپنا قصہ بیان کیا۔ اُن تماشایوں نے سُنکر باہم فیصلہ کیا۔ کہ یا تو بنیا اپنا جیتا ہوا سر اُتارے۔ یا اس کے لئے چار روپیہ ماہوار کا خرچ مقرر کردے۔ قصہ کوتاہ بقال نے مجبور ہو کر چار روپیہ ماہوار کا ڈھول بھی اپنے سر پر لیا۔ مگر مذہب کے خلاف نہ کیا۔ اب گوجر صاحب کی بن آئی۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔ بے فکر و بے تردد اپنی عمر گوشہ آسائش میں بسر کرنے لگا۔ اور ماہ بماہ جاکر اپنی پنشن لے آتا۔ اور مزے سے گل چھرے اُڑاتا۔ علاوہ خرچہ ماہواری کے جب کسی شئے کو جی چاہتا۔ تو بقال سے جاکر کہتا کہ لالہ صاحب آپکا سر فلانی چیز مانگتا ہے

بیچارہ بنیا لاچار ہو کر وہ چیز دے دیتا۔ مثل مشہور ہے۔ کہ دبی بلی چوہے سے کان کٹاتی ہے۔ جو کچھ کوجر کہتا۔ دیدیتا۔ مگر اپنے موقعہ اور وقت کا منتظر تھا۔ اور روز و شب درگاہ الٰہی میں دعا کرتا تھا۔ کہ اس بار گراں کو میرے سر سے دفع کر۔ مینا بولی کہ اے طوطے بنئے تو اکثر صاحب مال ہوتے ہیں۔ کیا وہ بقال صاحب مال نہ تھا۔ جو ایسے قلیل خرچہ سے اس قدر متفکر ہوتا تھا۔ طوطا بولا کہ اے مینا وہ بنیہ کچھ ایسا تنگدست تو نہ تھا۔ مگر یہ دینا کبھی اس پر شاق تھا۔ الا یہ بات تھی۔ کہ گدھے کا دیا نہ پاپ نہ پُن۔ اتنا خرچہ اگر مفلسوں اور یتیموں کی پرورش میں صرف کرتا۔ تو نام کا نام ہوتا۔ اور ثواب کا ثواب ہوتا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ بے سبب ایک حبہ بھی دینا برا معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ تو تمام عمر کا اس کے ساتھ جھگڑا تھا۔ وہ شخص بھی کچھ نہیں۔ جو اپنی عاقبت اندیشی نہ کرے۔ میں اس موقع پر ایک مثل بیان کرتا ہوں۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ ایک بقال صاحب اپنے مکان کے اندر پڑے سوتے تھے۔ قضارا ایک سانپ کہیں سے لنگکمان سے سینہ سے ہو کر گذر گیا۔ آپ اسکی داشت سے سٹ پٹا کر اٹھ بیٹھے۔ اور اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ مگر رات دن اسی غم میں سوکھ کر کانٹا ہو گئے۔ اور عاشقوں کی طرح آپ کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور کاروبار اپنا بالکل ترک کر دیا۔ چند روز اس بات کو گذرے۔ قضارا اُن کے ایک دوست تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے دوست کا یہ حال خراب دیکھ کر سبب پریشانی کا پوچھا۔ لالہ صاحب نے آہ سرد بھر کر کہا ؎

دردے بدل رسید کہ آرام جاں برفت
شد حالتِ پدید کہ تاب و تواں بیافت

تب اُن کے دوست نے کہا کہ نصیب دشمناں ایسا کیا واقعہ پیش آیا۔ جو سبب آپکے اسقدر ملال کا ہوا۔ آپ فرمائیں۔ کہ اُس کے رفع کرنے کی تدبیر کیا کی جاوے جب دوست کا یہ اصرار دیکھا۔ تو کہا۔ کہ عرصہ ایک سال کا گذرا۔ میں اپنے مکان میں لیٹا ہوا تھا۔ کہ ایک سانپ میرے سر پر سے گذر گیا۔ اس کے خطرہ سے میرا یہ حال ہوا ہے۔ دوست نے سنکر یہ جواب دیا۔ کہ واہ آپ بھی خوب ہیں۔ جو ایک ادنیٰ سی بات پر اپنے تئیں بحر فکر میں غرقاب کر رکھا ہے۔ وہ بولا۔ کہ یار

یار مہربان اور کچھ فکر اندیشہ نہیں ۔ صرف یہی خیال ہے ۔ کہ کہیں وہ راستہ ہمیشہ کیلئے مقرر نہ کرے ۔ کیونکہ بزرگوں کا قول ہے ؎

سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل
چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل

القصہ اس کو ہر طرح سمجھا کر کاروبار میں مصروف کیا ۔ اے مینا سُنا تو نے کہ یہ خیال اس کا صرف دور اندیشی کا تھا ۔ جو شخص دور اندیش نہیں ہوتا ۔ وہ ہمیشہ خراب ہوتا ہے ۔

آمدم بر سر مطلب ۔ ایک روز کا ذکر ہے ۔ کہ قمار داس اپنے مکان راحت نشان میں کچھ متفکر بیٹھا ہوا تھا ۔ کہ اس اثنا میں ان کے دوست چین سکھ نامی تشریف لائے ۔ لالہ صاحب کی پیشانی سے آثار حزن و ملال دیکھ کر یوں گھر بار یکبار ہوئے ۔ کہ اے مہربان خیر تو ہے ۔ مزاج کیسا ہے ۔ یہ سنتے ہی لالہ زخم ناسور کی طرح پھوٹ ہی پڑے ۔ کہنے لگے اے یار میں کیا کہوں ۔ میرا زخم دل لا علاج ہے چین سکھ نے کہا ۔ کہ بلا تکلف آپ فرمائیں ۔ شاید بندہ ہی کے رحم کا آپ کا زخم زخم دل اچھا ہو جاوے ۔ تب ناچار ہو کر لالہ صاحب اس طرح گویا ہوئے کہ پہلے حال گوجر کا بیان کیا ۔ یہ سنکر لالہ چین سکھ نے کہا ۔ کہ میں اب آپ کو ایک تدبیر بتلاتا ہوں ۔ یعنی اب جس وقت وہ گوجر آئے ۔ تو اس سے کہنا ۔ کہ آج ہم اور یہ دونو سر کی بازی کھیلے ہیں ۔ سو میں آج ہار گیا ہوں ۔ ہمارا سر جو تیرے پاس عاریتہ ہے ۔ اس کو دیدے ۔ پھر میں آپ اس سے سمجھ لونگا ۔ قمار داس یہ سنکر بولا ۔ کہ اے سخن دار ہم نے یہ تیرا سر چین سکھ کو دے دیا ۔ کیونکہ میں بازی میں ہار گیا ہوں ۔ سخن دار بولا ۔ کہ یہ سر آپکا ہے ۔ میری طرف سے کسی کو دید تیجئے ۔ مجھ کو کیا اختیار ہے ۔ تب قمار داس نے چین سکھ سے کہا ۔ کہ لو بھائی اب تم اپنا سر لے لو ۔ میں تمہارے قرض سے ادا ہوا ۔ تب چین سکھ نے جیب سے آبدار چھری نکال کر سخندار سے کہا لا ۔ پہلے میں تیری آنکھیں نکال لوں ۔ سخندار یہ سنکر گھبرایا ۔ اور کہا کہ اے صاحب یہ کیا کرتے ہو ۔ ایک بار تم اپنا سر ہی کیوں نہیں اُتار لیتے ۔ یہ

یہ سنکر چین سُکھ نے کہا۔ کہ اب مجھ کو اس میں کچھ جائے گفتگو نہیں ہے۔ یہ مال میرا ہے۔ جس طرح چاہوں گا۔ کبھی آنکھ۔ کبھی کان کبھی ناک غرضیکہ سر کے متعلق کل چیزیں اسی طرح ایک ایک کرکے لوں گا۔ یہ سنکر سخندار اپنے دل میں بہت ہراساں ہُوا۔ کہ سنگ آمد سخت آمد۔ کہنے لگا کہ صاحب مجھ کو یہ منظور تھی کہ آپ ایک بار اپنا ارادہ پورا کر لیجئے۔ میں سب چیزیں ایک دفعہ ہارا ہوں۔ نہ کہ جُدا جُدا انتم بلا تامل ایک بار اپنا سر لیکر جو چاہو۔ سو کرو۔ الغرض یہاں تک ردو کد ہوئی۔ کہ ان کے سر پر خلق کا بہت اژدہام ہوگیا۔ تب لالہ فمار داس اپنی ذرا دہوتی کو سمہال کر نہایت طیش میں آکر سخندار سے بولے۔ کہ اے مرغ بے ہنگام میں جو چار سال سے تجھ کو سینکڑوں روپے کھلا رہا ہوں۔ اور سب طرح سے بڑی نازبرداری کر رہا ہوں کیا میں تیرا قرضدار تھا۔ میری امانت مجھ کو دے۔ لوگوں کے جمع کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ تو چند لوگوں نے سخندار سے کہا۔ کہ اے احمق جب تو سر ہی ہار چکا ہے۔ پھر عبث قضیہ کرتا ہے۔ اگر سر کے دینے میں کچھ تامل ہے۔ تو لالہ صاحب کو راضی کرلے شاید وہ ترس کھا کر آزاد کردیں۔ ورنہ اسکے سوا تیری رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے یہ سنکر سخندار اس بقال کی منت کرنے لگا۔ بقال نے کہا۔ کہ آج تک جو روپیہ تیرے قرضہ میں آئے ہیں۔ مع سود ادا کردے۔ تو بہتر۔ ورنہ ہم جس طرح چاہیں گے۔ تیرا تن سر سے جدا کریں گے۔ بس ایسی شرط سے میں معاف کرسکتا ہوں۔ وہ گوجر خان سے ہراساں ہوکر چار ناچار قرض ادا کرنے پر راضی ہُوا۔ تب بنیئے نے تمام قرض اسکو جتایا۔ اور مع سود کل روپیہ سخندار نے لاکر ادا کیا۔ تب اس کا پیچھا چھوٹا۔

القصہ برسر مطلب

اے مینا شاہزادہ اپنے عیار دم سے بولا۔ اب کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ جو اس دام طلسم سے ہماری رہائی ہو۔ ہم اس میدان بیابان میں دق ہوتے ہیں۔ اس قدر عرصہ ہُوا۔ تب عیار دم نے دست بستہ عرض کیا۔ کہ میری رائے ناقص میں یہ آتا ہے۔ کہ جس وقت یہ جملہ دیوان نابکار اپنے اپنے درختوں پر جائیں۔ اسی وقت آپ کو اسم اعظم پڑھ کر دم کرنا چاہیئے۔ اس کی برکت سے یہ تمام یہ باغ جل

خاک سیاہ ہو جائیگا۔ شاہزادہ یہ سنکر بہت خوش ہؤا۔ اور بوقت صبح دیو درختوں پر بطور
سابق جا لگے۔ فی الفور شہزادہ یہ سنکر بہت خوش ہؤا۔ درختوں پر اسم اعظم پڑھکر دم
کرنا شروع کیا۔ ایک ساعت میں تمام طلسم درہم و برہم ہو گیا۔ شاہزادہ اور عیار دم
مع الخیر منزل مقصود کو روانہ ہوئے۔ رشب و روز منزل بہ منزل چلے جاتے تھے۔
اور جو طلسمی شئے راستے میں آتی۔ برکت اسم اعظم سے فنا کرتے۔ القصہ مسافت
کے بعد ایک آبادی میں وارد ہوئے۔ وہاں کے مرد و زن عجیب قسم کے دیکھنے میں
آئے۔ کہ ہر ایک کی پیشانی پر ایک شاخ دراز جیسے کہ گاؤ یا گینڈے کے ہوتی ہے
اور وہ شاخ ناف تک لٹکتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سخت مصیبت میں مبتلا تھے۔
ان کی یہ حالت خراب دیکھ کر شاہزادہ نہایت متعجب ہؤا۔ اور وہ تمام گروہ
شاہزادہ کو دیکھکر دوڑتا ہؤا آیا۔ جیسے کہ کوئی مظلوم و بیکس فریادی آتا
ہے۔ لیکن ان کی بات مطلق سمجھ میں نہیں آتی۔ نہ شاہزادہ کی بات کو
سمجھتے۔ مگر وہ بار بار اسکو ہاتھ میں لیکر اشارہ سوئے فلک کرتے
تھے۔ غرضکہ ان کے اشارے سے شاہزادہ نے یہ مطلب نکالا۔ کہ نہ ہو
یہ بلا ان پر کسی درویش کی بد دعا سے نازل ہوئی ہے۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ کسی
کی دعائے نیک سے اس آفت سے نجات پائیں۔ اور اپنی اصلی حالت پر
آئیں۔ تب شاہزادہ نے دریافت کیا۔ اشارہ سے۔ کہ جس شخص نے تجھ کو بد دعا کی
ہے۔ وہ کہاں ہے۔ انہوں نے صحرا کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اس دشت میں مقیم
ہے۔ اور ہماری یہ قدرت اور مجال نہیں ہے۔ کہ اس کے پاس تک جا سکیں۔
کیونکہ ہم اپنے دل میں ڈرتے ہیں۔ کہ خدا جانے۔ وہ اب کس طرح پیش آوے
اور کیا سلوک کرے۔ الغرض شاہزادہ اس دشت کی طرف گیا۔ تو ایک
جگہ چند درخت گنجان معلوم ہوئے۔ یہ بھی وہیں پہنچا۔ تو کیا دیکھا۔ کہ
ایک درویش عبادت الہی میں مصروف ہے۔ جسکی نورانی اور سفید ریش ناف تک
ہے۔ شاہزادہ وہاں پہنچا۔ اور کئی گھنٹہ تک باامید کھڑا رہا۔ کہ جس وقت شاہ
صاحب اوپر کو نگاہ اٹھائیں۔ تو یہ آداب بجا لائے۔ اے بینا۔ اس
درویش مقبول بارگاہ ایزدی نے بعد دو پہر کے شاہزادہ کی طرف آنکھ اٹھا

کر دیکھا۔ شاہزادہ نے فوراً سلام کیا۔ شاہ صاحب نے سلام کا جواب دیکر یوں لب گوہر فشاں سے فرمایا۔ کہ اے جانِ جہاں تو اس خراب ملک وحشی میں کیونکر آیا۔ بیان کر۔ شاہزادہ نے مودبانہ اپنا تمام قصہ شاہ صاحب کے گوش گذار کیا اور کہا۔ کہ مجھ کو ایک بہت بڑے اندیشہ نے گھبرایا ہے۔ یعنی جس وقت میں اس شہر میں آیا۔ تو جملہ مردمان کو دُم و پیشانی شاخ دار پایا۔ اس ہیئت کا انسان کسی جگہ نظر نہیں آیا۔ اگر آپ بندہ نوازی فرماکر بندہ کو اس بھید سے آگاہ فرماویں۔ تو عین عنایت و نوازش ہوگی۔ کہ میں اس تشویش سے نجات پاؤنگا۔ وہ مرد باصفا کہنے لگا۔ کہ اے شاہزادہ تو اپنے کو ناحق سرگردانی میں ڈالتا ہے۔ یہ قدرت خدا ہے کوئی رنج و غم میں مبتلا ہے کوئی شادمان ہے ؎

دریں دنیا کسے بے غم نباشد
اگر باشد بنی آدم نباشد

شاہزادہ یہ سنکر بولا۔ بیشک یہ آپکا فرمانا بجا اور درست ہے۔ الا میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ مجھے اس واقعہ حیرت انگیز سے مطلع فرمایئے۔ وہ درویش یوں گویا ہوا۔ کہ اے شاہزادہ یہ لوگ جواب مشابہ حیوان ہیں۔ پیشتر ان کی یہ حالت اور صورت نہ تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ یہاں پر ایک درویش صاحب کمال آیا۔ جس کی پیشانی پر ایک مسہر برابر دانہ آم کے موجود تھا۔ یہ اسکو دیکھکر نہایت ہنسی اور مذاق کرتے تھے۔ اور اس قہار و جبار کے خوف سے نہ ڈرتے تھے۔ کیونکہ بزرگوں کا فرمان ہے کہ ؎

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

آخرکار شامت اعمال سے یہ اپنے فعل سے باز نہ آئے۔ اس نے تنگ آکر ان کی حق میں بددعا کی۔ اور خود جان بحق تسلیم ہوا۔ اور یہ اس مصیبت میں مبتلا ہوئے اے شہزادہ یہ مقبرہ جوان درختوں میں ہے۔ اسی مرحوم کا ہے۔ اور میں اس مقام کا خادم ہوں۔ اور دن رات اسی جگہ رہتا ہوں۔ اے مینا پھر تو شاہزادہ اس مقبرہ کے اندر گیا۔ اور فاتحہ پڑھکر دست بدعا ہوا۔ کہ ناگاہ اس مقبرہ سے آواز

آواز آئی۔ کہ اے جوان کیا آرزو ہے۔ بیان کر۔ شاہزادہ خوش ہو کر بولا۔ کہ صاحب میری صرف یہ آرزو ہے۔ کہ فلاں آبادی کے اشخاص جو آپ کی بددعا سے ہیئت بشری سے مبدل ہوگئے ہیں۔ اب کسی طرح اپنی اصلی حالت پر آجائیں۔ افسوس کہ ایسا بزرگ صاحب کمال۔ اور بندگان خدا پر یہ جلال۔ یہ بات طریقہ درویشی سے بعید ہے۔ کیونکہ سالکان خدا کا قول ہے۔ ع

بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد

تب وہ درویش بقوتِ روحانیہ شاہزادہ سے بولا۔ کہ اے جوان سعادت نشان میں نے یہ حرکت اپنے ہوائے نفس پر مقدم سمجھ کر نہیں کی۔ بلکہ اس میں یہ حکمت تھی۔ کہ اکثر یہ شریر قوم مردان خدا کو ستاتی تھی۔ بلکہ اس لئے کہ یہ اپنے کردار کی سزا کو پہنچینگے۔ تو باز رہینگے۔ پھر کسی سے گستاخی کی جرأت نہ کریں گے۔ اے جوان چونکہ تو اب ان کا شفیع ہوتا ہے۔ اس لئے پھر دعائے نیک ان کے حق میں خدا تعالےٰ سے کرتا ہوں۔ ورنہ قیامت تک ان کا یہی حال خراب رہتا یہاں جاکر قدرت خدا کو دیکھ لینا۔ اے مینا شاہزادہ شکر بجالا کر وہاں سے واپس آیا۔ تو کل مرد و زن کو بحالت انسانی پایا۔ وہ سب آکر قدمبوس ہوئے۔ غرض شہزادہ کئی روز وہاں مہمان رہا۔ بعد ایک ماہ کے قصد روانگی کا کیا۔ تو وہاں کا بادشاہ ایک لعل بہمہ صفت موصوف لیکر شاہزادہ کی خدمت میں آیا۔ اور وہ لعل شاہزادہ کو دیا۔ اور کہا کہ اس لعل کی یہ خاصیت ہے۔ کہ جو شخص اس لعل کو منہ میں رکھ لے۔ وہ آگ کے آسیب سے خدا کے فضل سے محفوظ رہیگا۔ اور آگ اسکو نہ جلا سکے گی۔ شاہزادہ نے بخوشی وہ لعل قبول کیا۔ اور وہاں سے طلسم کی طرف روانہ ہوا۔ بعد چند روز کے قریب طلسم ہفتم جہاں آتشکدہ روشن تھا۔ پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ قریب سو گز مربع زمین پر ایک آتشکدہ روشن ہے۔ کہ جس کے شعلے آسمان تک جاتے ہیں۔ اور دور تک بہ سبب اس گرمی کے سبزہ کا نشان بھی نہیں ہے۔ انسان کی تو کیا مجال۔ جو وہاں جائے اور چرند و پرند کی کیا طاقت جو اس طرف ہو کر بھی گذر سکیں۔ اگر آئے۔ تو دور

دور ہی جل کر راکھ ہو جائے۔ شہزادہ بھی معہ رفقائے طپش گرمی سے بیتاب ہوا۔ اور بباعثِ تشنگی جان لبوں پر آ گئی۔ تو سب نے کئی فرسخ پیچھے آ کر قیام کیا۔ اور اسی فکر و تردد میں شب و روز رہنے لگے۔ کہ یہاں تک پہنچے۔ مگر اب خنجر شکن اس کے اندر سے کیونکر نکالا جائے۔ ان کو اس خنجر طلسم شکن کے نکالنے کی تدبیر میں چھوڑ کر اب دو کا داستانِ حیرت

بیان پدر فیروز بخت افروز کی بیان میں لاتے ہیں۔

اے مینا کہتے ہیں۔ کہ جب شاہزادہ اثنا، صید افگنی سے واپس نہ آیا۔ اور ملازمان نے یہ مژدہ جانکاہ سنایا۔ کہ اے شاہ فلک بارگاہ آج شہزادہ مثل دیوانوں کے بیقرار ہو کر جانب دشت لق و دلق کے چلا گیا۔ اور ہمارے منع کرنے کو خاطر میں نہ لایا۔ یہاں تک کہ شاہزادہ ہم سے ہوش و حواس کی طرح جدا ہو گیا۔ ہم لوگ مجبور ہو کر در دولت پر واپس آ ئے۔ اور حضور میں اطلاع کی۔ بادشاہ یہ واقعہ سنتے ہی صورت تصویر خاموش ہو گیا۔ اصلاً ہوش و حواس بجا نہ رہی۔ جب بہت سے عرصہ کے بعد ہوش آیا۔ تو ایک آہ بھر کر کہنے۔ کہ اے فرزند دلبند افسوس صد ہزار افسوس ہے۔ کہ تو نے مجھے ایسے وقت ناقص میں روئے مروت پہ ، ا۔ اور اپنا داغِ مفارقت دیا۔ کہ تمام عمر میرے دل پر سے نہ جائے گا

جب یہ خبر محل میں ہوئی۔ تو اسکی ماں کی عجیب حالت ہوئی ؎

کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی ؛ کلی کی طرح سے بیکس رہ گئی

القصہ تمام شہر ماتم سرائے بن گیا۔ ہر خورد و کلاں کا دل اس غم سے پُر الم ہوا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ بادشاہ نے غمِ فرزندی میں بالکل کاروبار سلطنت سے دست برداری اختیار کی۔ دربار کا جانا ترک کر دیا روز و شب اسی غم میں مبتلا رہنے لگا۔ جب چند روز اسی طرح گذر گئے۔ اور تمام رعایا تنگ آ گئی۔ کاروبار اہم سلطنت میں خلل آیا۔ تب وزیروں نے متفق ہو کر بادشاہ کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ کہ اگر جہاں پناہ کی خاطر مبارک پر یہی حالت رہی۔ تو ایک روز تمام تخت تاج دشمن کا مال ہو جائیگا۔ ہم کو نہایت اندیشہ ہے۔ رعایا تمام دروازہ عدالت کی منتظر ہے۔ آپ فضل خدا پر نظر

رکھ کر بدستور سابق اپنے کاروبار سلطنت کو انجام دیں۔ خدا چاہے۔ تو یہ کام بھی پورا ہو جائیگا۔ بقول میر حسن :- ؎

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

القصہ وزیروں کے سمجھانے سے بادشاہ کو گونہ تسکین ہوئی اور بدستور کاروبار سلطنت میں مصروف ہوا لیکن دل کا وہی حال رہا۔

اے مینا اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں۔ جبکہ شاہزادہ نے حالت مذکورہ آتشکدہ کی دیکھی تو کئی روز تک حیران رہا کہ یا الٰہی کیا کروں اسکے اندر کیونکر جاؤں جو خنجر لاؤں۔ یکایک وہ لعل یاد آیا جو قوم مشابہ حیوان کے سردار نے دیا تھا فوراً اُس کو منہ میں رکھکر اور اسم اعظم پڑھتا ہوا۔ آتشکدہ کی طرف چلا گرمی کا مطلق اثر نہ معلوم ہوا پھر تو دل میں بہت خوش ہوا اور بیخوف اُس آتشکدہ کے اندر داخل ہوا تو خنجر طلسم شکن جو ایک صندوق کے اندر تھا لیا اور باہر آیا۔ اُسیوقت ہزاروں دیوزادوں اور پریوں نے شاہزادہ کے پاس آکر مجمع کیا۔ اور کہا اے طلسم کشا جملہ حاضر ہیں آپ کے تابعدار اور فرمانبرداری ہیں۔ جان تک قربان کرنے کو تیار ہیں اے مینا شاہزادہ کو ان کی عاجزی پر رحم آیا اور ان کو معاف فرمایا۔ مینا بولی کہ اے طوطے شاہزادہ نے رحم کس بات پر کیا اور رحم کرنے کی وجہ تھی اس وقت شاہزادہ صاحب خنجر طلسم شکن ہے جس شے طلسمی کو چاہے اسے برباد کرے اور جب وقت وہ دیو قہر آلود مارا گیا تو طلسم برباد ہو جائیگا صرف وہی آبادی جو سابق سے ہے وہ رہ جائے گی اے مینا اب شاہزادہ نہایت شادان و فرحاں قبول سے واپس چلا آیا اور راہ میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس دیو نے فرمان قبول کیا اُس کو تو چھوڑ دیا۔ اور جو انکاری ہوا اُس کو قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ چند روز بعد دس ہزار دیو آتش پرست مطیع اسلام ہوئے اور پانچہزار واصل جہنم ہوئے اور وہ دیو نابکار اس وقت وہاں موجود تھا۔ شاہزادہ کو دیکھتے ہی غضبناک ہوا اور منہ بلائے ناگہانی کی طرح کھول کر شاہزادہ پر جھپٹا یہ حال پرملال دیکھکر

مہر رشک کا رنگ وحشت سے زرد ہو گیا۔ ادھر شاہزادہ نے بہ جرأت تمام خنجر نکالا۔ اور فوراً دیو کو مار ڈالا۔ اے مینا جس وقت اس دیو کے جو خنجر لگا۔ تو تمام جہان میں ایک شور و غل برپا ہوا۔ اور روز روشن تاریک مثل پردہ ظلمات کے ہو گیا۔ یہاں تک کہ کچھ نہ معلوم ہوا۔ اس واقعہ سے شاہزادہ بھی گھبرایا۔ کہ خدایا یہ کیا آفت آئی۔ کیا میری تمام محنت برباد ہوئی۔ چند عرصہ تک یہی حال رہا پھر تھوڑی دیر کے بعد روشنی معلوم ہوئی۔ اور وہ تاریکی رفع ہوئی۔ تو وہاں نہ وہ مکان نظر آیا۔ نہ انواں۔ صرف ایک میدان لق و دق دکھائی دیا۔ گویا ایک دم کے دم میں اس سرزمین کا نقشہ ہی بدل گیا۔ کسی چیز طلسمی کا پتہ و نشان نہ رہا۔ لیکن اپنے کل ملازمان اور مہر رشک پری کو وہاں نہ پایا۔ خیال کیا تو اپنے ملک کی حدود کو پایا۔ از حد خوش ہوا۔ اور پری اسکی اس صفائی اور روانی سے اسکی اور بھی والا و شیدا ہو گئی۔ الا وہ تو یہ سمجھ بیٹھی تھی۔ کہ یہ خنجر طلسم کیوں کر پایا جائیگا۔ جو لائیگا۔ اسی قید میں اس کا بھی رنج لیکر جان گنوا دیگی۔ اب جو شہزادہ کو فتحیاب دیکھا۔ فرط خوشی سے لپٹ کر بغلگیر ہوئی۔

ملے پھر تو آپس میں وہ خوب سے
کہ یوسف ملے جیسے یعقوبؑ سے

دونوں باہم بغلگیر ہو کر شاد ہوئے۔ خدا خدا کر کے اپنے گھر آباد ہوئے شاہزادہ نے معہ رفقا وہیں قیام کیا۔ سامان عیش مہیا ہوئے۔ ایک دم میں وہ صحرا پرستان بنگیا۔ طوائفوں نے عمدہ عمدہ غزلیں گائیں اور ایک الف غنچہ لب نے مسکرا کر یہ غزل گائی۔

غزل

بھلا دشمن مٹے گا آپ کا تیر نظر پہلے
ابھی پیدا تو کر لے وہ ہمارا سا جگر پہلے

نہیں حوروں کا طالب ہوں نہ جنت کی تمنا ہے
تیرے دیدار کا جلوہ میسر ہو اگر پہلے

نہ جاتے جان سے تم کو تصور میں بلا لیتے
ہماری آہ میں ہوتا اگر کچھ بھی اثر پہلے
مقابل چاند کے آ کر بگڑ کر وہ یہ کہتے ہیں
تو اپنے رخ سے دھبّہ تو مٹا لے ای قمر پہلے
ریاض دہر میں بلبل صفت یاں نغمہ سنجی ہے
ہمیں پھر پڑتی ہے رہ رہ کے ہر گل کی نظر پہلے

الغرض ایک ہفتہ اسی عیش عشرت میں بسر ہوا۔ نوعیار دم نے عرض کیا۔ کہ اے شہزادہ عالی تبار اس جنگل میں رہنے سے کیا فائدہ۔ اپنی دار السلطنت کی طرف مراجعت کیجئے۔ کیونکہ والدین آپ کی مفارقت میں بے چین و بے آرام ہونگے اے مینا والدین کا نام سنتے ہی شاہزادہ فرط محبت سے بے چین ہوا۔ اور اسی وقت کوچ کا حکم دیا۔ اور منزلیں طے کر کے اپنے شہر میں پہنچا محل میں جاکر اپنے والدین سے قدم بوس ہوا۔ ماں اپنے فرزند کو دیکھتے ہی گلے سے لگا زار زار مثل ابر نوبہار کے رونے لگی۔ عرصہ تک یہی حال رہا۔ بعد ازاں خیرات صدقہ وغیرہ اتارا گیا۔ مہر رشک پری کو اتار کر ہاتھوں ہاتھ محل میں لے گیا۔ ہر طرف دہوم دہام ہوئی۔ شاہزادہ کے آنے سے ہر شخص کو خوشی تمام ہوئی۔

ہوئے شاد و خرم صغیر و کبیر ۵ چلے لیکے نذریں امیر و وزیر

بادشاہ یعنی فیروز کے باپ نے سب کو انعام اور جاگیریں تقسیم کیں۔ قوم کا مرتبہ زیادہ کیا۔ وزیروں کو لعل گوہر انعام دیا۔ رعایا کو تین سال کا خراج معاف کیا۔ الغرض کل ملازمان کو نہال اور مالا مال کر دیا۔ اور شادی کا سر انجام ہونے لگا تمام شہر کو آئینہ بند کرایا۔ ہر گلی کوچے میں ناچ مجرے ہونے لگے۔ جب دولہا کے سر پر سہرا بندھا۔ تو ایک خوش گلو نے یہ سہرا گایا۔

سہرا

ہو مبارک تیرے فیروز کے سر پر سہرا
حوریں لائی ہیں بنا کر تیرے گھر پر سہرا

آج وہ روز ہے لائی ہے بنا کر دُرِ انجم سے فلک
کشتیٔ زر میں مہ نو کا لگا کر سہرا

تابشِ حسن سے مانند شعاعِ خورشید
رُخِ پُر نور پہ ہے تیرے منور سہرا

تار بنتی اور بنتے ہیں یہ ہے اخلاص تمام
گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھکر سہرا

روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار
تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرائش
سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

درِ خوشِ آب مصفا سے بنا کر لایا
واسطے تیرے نیرا ذوق ثنا گر سہرا

راوی کہتا ہے کہ شاہ افروز کو اس عرصہ میں بالکل آرام ہو گیا مطلق مرض کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ اور بادشاہ کو ایسا ذوق شوق پیدا ہوا۔ کہ ہر روز وقتِ شب ان دونو کو طلب کرتا۔ اور قصہ سنا کرتا۔ جس وقت طوطا شاہزادہ کا قصہ تمام کر چکا۔ تو شاہزادہ افروز نے مینا سے کہا۔ کہ اے مینا تو بہت زبان درازی کیا کرتی تھی۔ اب ہم تیرا افسانہ سنتے ہیں۔ وہ کونسا ہے جلد بیان کر۔ مینا اپنے پر اور پرزے جھاڑ کر قصہ بہارستان بصد فصاحت بیان کرنے لگی ؎

شعر مؤلف کتاب ہذا

منشی ریاض الدین احمد ریاض دہلوی تلمیذ حضرت داغ مرحوم ؎
ریاض ہم کو میسر ہوئی بقائے دوام ؛ فنا کے بعد ہمارا کلام باقی ہے

تمام شد جلد ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصہ طوطا و مینا جلد ہشتم

سلسلہ

جلد ہفتم میں ہم نے طوطا و مینا کے اس قصہ کو اس جگہ تک چھوڑا تھا کہ طوطا جب شاہزادہ افروز کا قصہ بیان کر چکا۔ تو شاہزادہ افروز نے مینا سے کہا کہ تو بہت زبان درازی کیا کرتی تھی۔ اب بیان کر۔ کونسا قصہ تو بیان کرنا چاہتی ہے۔ مینا نے شاہ کا یہ کلام فرحت انجام سُنا۔ تو پر پرزے جھاڑ کر اس طرح بیان کرنے لگی۔ کہ اے طوطے ذرا گوش ہوش سے میری قصہ خوانی کو سُن ؎

نالۂ بلبل شیدا تو سُنا نہیں ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

آغاز داستان

راوی سلسلہ بند اس طرح اس داستان رنگین بیان کو بیان کرتا ہے۔ کہ زمانہ سابق میں ایک بقال دلوانداس نامی نے اپنے حجام کنہیا لال سے کہا کہ کنہیا لال پرسوں تجھ کو ہمارے گونہ میں ہمارے سسرال چلنا ہوگا۔ یہ سنکر حجام بولا۔ کہ ججمان جی آپ کے سسرال یہاں سے بارہ منزل پر واقعہ ہے۔ اور آج کل سایہ کے دن ہیں۔ اور علاوہ ازیں میرے کئی ججمان ہیں۔ جو بڑے امیر کبیر ہیں۔ انکے ہاں آجکل کئی شادیاں ہونے والی ہیں۔ اب جو میں آپ کے ساتھ چلا گیا۔ تو کم از کم ایک مہینے سے پہلے واپس نہ آؤنگا۔ کیونکہ باراں منزل جانا۔ اور باراں منزل آنا۔ چوبیس منزل ہوگیا۔ اور دس پانچ روز آپ اپنے سسرال میں ہی مقیم ہونگے۔ پورا ایک ماہ لگ جائے گا۔ اب آپ ہی خیال کریں۔ کہ اور میرے ججمان نہیں ہیں۔ آپ ہی ہیں جو ان کو چھوڑ کر آپ کے ہمراہ چلوں۔ میں تو ہرگز نہ جاؤنگا۔ وہ بقال یہ سنکر نہایت غضبناک ہوا۔ اور اس حجام سے بولا کہ تو نے

جو ہماری شادی میں روپیہ بطور انعام لیا ہے۔ وہ واپس کر دے۔ پھر تجھے اختیار ہے مت جا۔ نائی یہ بات سُنکر بہت گھبرایا۔ اور بولا کہ اچھا لالہ جی میں ایک شرط سے آپ کے ہمراہ چلوں گا۔ بقال بولا وہ شرط بیان کر۔ حجام نے کہا کہ جس وقت آپ منزل پر پہنچینگے۔ اور قیام کریں گے۔ میں صرف ایک مرتبہ جو آپ فرمایں گے وہ کام کرونگا۔ دوسری بار اگر آپ کام کو کہیں گے۔ تو فوراً واپس چلا آونگا۔ دودم یہ کہ ہر بعد جو بات میں دریافت کروں۔ اسکا جواب آپ شافی دیں۔ ورنہ اگر آپنے جواب شافی نہ دیا۔ تو میں فوراً واپس چلا آؤنگا۔ دیوانداس نے یہ بات منظور کرلی۔ اور حجام اپنے دل میں مطمئن ہوا۔ کہ بنیا میرے سوال کا جواب ہرگز نہ دے سکیگا اور میں فوراً واپس چلا آؤں گا۔ نہ یہ جواب دے سکیگا۔ نہ میں اس کے ساتھ جاؤنگا۔ چلو ایک ہی منزل کی تکلیف سہی۔ قصہ کوتاہ بنیا گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور حجام حقہ لیکر ہمراہ چلا۔ شام کو جب منزل پر قیام کیا۔ تو بنیئے نے گھوڑے سے اُتر کر حجام کو حکم دیا۔ کہ ارے نائی۔ نائی نے کہا۔ جی جَجمان۔ کہا ہر آ دیکھ اس گھوڑے کو ٹہلا کر زین کھول کر نیچے رکھدے۔ اور اگاڑی پچھاڑی باندھ کر صاف کر اور گھاس دانہ ڈال دے۔ پانی بھر کر لا۔ آگ جلا چوکا کر دے۔ رسوئی میں خود بناؤں گا۔ تو حقہ تازہ کر اور چلم بھر۔ اور تمام رات کبھی کبھی جس وقت جی چاہے چلم بھرتا رہو۔ اور وقت صبح میرے ہمراہ چلیو۔ یہ سُنکر کنہیالال جی کے ہوش اُڑ گئے اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ بنیا تو بڑا اَدتی شعور نکلا۔ میں تو اس کو بے وقوف خیال کرتا تھا۔ مگر خیر فکر کیا ہے۔ میری بات کا جو میں دریافت کروں گا۔ ہرگز جواب نہ دے سکیگا۔ جب نہ بتائیگا۔ تو میں چلا جاؤنگا۔ الغرض نائی نے جملہ کام ایک پل میں کر کے رکھ دیئے۔ اور وقت شب بقال سے یوں مخاطب ہوا۔ کہ لالہ جی ذرا یہ فرمایئے۔ کہ کیا باعث تھا۔ کہ ملک شام میں ایک شاہزادہ یہ شعر شب و روز پڑھتا تھا۔ اور دشت و کوہسار میں پھرتا تھا ؂

گرد رد ہو کھوتا دل مضطر کسی سے
پانی پلادو تن بسر کسی سے

بنیا یہ سنکر بولا۔ کہ اے نائی بگوش ہوش سُن۔ یہ قصہ اس طرح ہے۔ کہ

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ملک شام میں ایک شاہزادہ نہایت شکیل اور نوجوان بلند حوصلہ صاحب ہمت امیر شامی نام بوقت شب اپنے بالاخانے پر آرام کرتا تھا۔ باد سرد کا جو اثر اس کے دل و دماغ پر ہؤا۔ تو یکایک خواب میں مدہوش اور بیہوش ہو گیا۔ بالکل سر و پا کی ہوش نہ رہی۔ اسی حالت میں اُسکو یہ خواب نظر آیا۔ کہ میں ایک باغ دلکشا اور فرحت افزا میں سیر کر رہا ہوں۔ جہاں ہزارہا درخت میوہ دار لہلہا رہے تھے۔ اور گلوں کی خوشبو سے دماغ جان معطر ہؤا جاتا ہے۔ اسی باغ میں ایک نازنین مہر نمکین حسن میں لاجواب بلکہ انتخاب یا یوں کہو کہ حسینان جہان کے سر کی تاج مہ جبین۔ مہر نمکین۔ سراپا ناز۔ ہر ادا میں انداز۔ ایک تخت جواہر نگار پر جلوہ فرما ہے۔ شاہزادہ اس صورت زیبا طبیعت جہاں آرا کو دیکھتے ہی ہزار جان سے اس کا شیدا ہو گیا۔ اور چاہا۔ کہ اس پری سے ہمکلام ہو کے فلک تفرقہ پرداز نے یہ صدمہ دکھایا۔ کہ فوراً اس پروانہ صفت کو جگا دیا۔ آنکھ جو کھلی۔ تو نہ وہ باغ تھا۔ نہ وہ گلعذار نہ وہ بہار۔ نہ چمن۔ نہ مرغزار۔ اسپر طرہ یہ کہ اس سرمایہ ناز انداز کو بھی وہاں نہ پایا۔ پھر تو ایک شور مچایا۔ تمام مکان کو سر پر اٹھایا۔ دیوانوں کا سا طور پر پیدا ہؤا۔ جنون کا سا آثار ہویدا ہؤا۔ تمام محل میں ایک شور قیامت برپا ہؤا۔ ہر ایک درد مند ہر پیر و جوان رنج و غم کا پتلہ بنا ہؤا نظر آتا تھا جس کو دیکھو گھبراتا تھا۔ بادشاہ تشریف لایا۔ اپنے دلبند کا یہ حال دیکھ کر بہت گھبرایا۔ نجومیوں۔ رمالیوں۔ پنڈتوں۔ طبیبوں کو بلا کر کہا۔ کہ کسی نے جن پری کا سایہ بتلایا کسی نے آسیب کا خلل جتایا۔ الغرض ہر ایک اپنی اپنی گاتا تھا۔ مگر اصل حال کوئی نہ بتاتا تھا۔ حافظوں نے عمل پڑھے۔ تعویذ کے ہار شہزادہ کے گلے میں ڈالے مگر کچھ اثر نہ ہؤا۔ شاہزادہ خاموش۔ بصورت تصویر۔ حیران۔ پریشان۔ کھانا۔ پانی حرام رات دن رونے سے کام۔ خون جگر پیتا تھا۔ اس باغ اور ملکہ کی تصویر کھینچکر جیتا تھا۔ طبیب جس قدر شربت اور ادویات وغیرہ دیتے۔ تو مرض دونا ہوتا تھا۔ بقول شاعر ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی
مریض عشق پر رحمت خدا کی

ایک روز شاہزادہ امیر شامی کا دوست صادق محب واثق نظر ثانی شاہزادہ کو تنہا پاکر اس کے پاس آیا۔ اور اس طرح گویا کہ اے شاہزادہ ذوی الاقتدار یہ کیا حالت ہے۔ اے محتشم آپ کو ہمارے عزیز سر کی قسم اخفار راز نہ کرنا۔ حقیقت حال بیان کرنا۔ انشاءاللہ تعالیٰ جہاں تک قدرت رکھتا ہوں۔ کوشش ہی، کمی نہ کروں گا مجھ سے نہ چھپاؤ۔ جلد زبان پر لاؤ۔ اخیر اس بیماری کی اصل وجہ کیا ہے۔ یہ تسکین بخش باتیں سنکر شاہزادہ عالی وقار نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور کہا۔ کہ جس شخص کا پتہ نہ نشان۔ اسکا ملنا کیا ہے آسان۔ ہمارے دوست یہ مرض لادوا ہے۔ بدینوجہ زیادتی سودا ہے۔

الغرض دوست جانی کے ازحد اصرار سے امیر شامی اس طرح گویا ہوا۔ میرا دل ایک پری حور لقا پر مائل ہے۔ کہ جس کو میں نے عالم خواب میں دیکھا ہے۔ اور ہوش میں اس کے تیغ نظر کا چرکا دلپر کاری کھا بیٹھا ہوں۔ اسی غیرت شمشاد نے خواب میں آکر مجھ کو گھائل کیا ہے۔ اور اس کے سچے موتی سے آنکھ کا عالم جس وقت نظر آتا ہے۔ کلیجہ قابو سے نکل جاتا ہے۔ اصل حقیقت اس طرح پر ہے۔ کہ ایک رشک حور مستوں کی طرح نشہ شباب سے چور۔ بھولی بھالی صورت من موہنی مورت زلفیں عارضِ رنگین پر پریشاں گویا دو ناگ رخساروں پر بل کھا رہے ہیں۔ یا چشمہ خورشید پر دو سانپ لہرا رہے ہیں۔ ؎

عرق آلود چہرہ پر یہ کیسی زلف چھائی ہے۔
گویا ناگن چمن میں پینے شبنم کو آئی ہے۔

دوپٹہ آب رواں کا۔ کرتی جالی کی۔ انگیا پر بہار جوانی کا ابھار۔ بدن چست ہر ایک طرح پر درست۔ جس طرف نگاہ اٹھائے۔ تو تلوار کا کام کرجائے۔ اگر کوئی دیکھ پائے۔ تو ایک ہی نظر میں اپنا دین وایمان گنوائے۔ نگاہ نازک سے پہلو دل کا خون کرے۔ سودئے زلف پرخم سے زاہدانِ شب زندہ دار کو مجنون کرے ؎

بھلا کیا ہے بسا در آئینہ دل کے
وہ نذریں پار ہو جائیں اگر سدِ سکندر ہو

حور لقا پری تمثال زہرہ جمال خرام ناز کی ایک ایک ٹھوکر پر محشر بپا کرتی تعلیم

لب جاں نواز سے معجزہ مسیحائی کرکے شکر لب سیمیں بدن گل رخسار غنچہ دہن رشک چمن سرو قد اے وزیرزادہ یہ عشق وہ بری بلا ہے۔ کہ جس کے پڑا وہ خراب ہوا۔ اسکو زندہ درگور کیا۔ سینکڑوں کو خانہ خراب کیا۔ ہزاروں کو برباد کیا۔ فرہاد کو کوہ کن مشہور اسی نے کیا۔ مجنوں قیس کو اسی نے نام زد کیا۔ میر شامی شہزادہ سے تنکے چنوائے۔ حاتم جیسا سخی باہمت کو راہ پر لائے۔ جیسا جان عالم پر کیا کیا مصیبتیں پڑیں۔ ہزاروں آفتیں سر پر جھیلیں۔ الغرض ان عاشقان جانباز کی زبان خیال کرتا ہوں۔ اور انکی مصیبتوں پر خیال کرتا ہوں۔ اور دل کو سمجھاتا ہوں۔ مگر یہ کم بخت کب باز آتا ہے۔ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے ؎

ہر چند چاہوں نہ بولوں میں یار سے
قابو میں اپنے دل کو نہ پاؤں تو کیا کروں

اے وزیرزادہ شہزادہ یہ حالت دیکھ کر ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ اور تمام بدن تھرا گیا۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ آگیا۔ دل و جگر کانپنے لگا۔ حضرت عشق اپنا رنگ جمانے لگے۔ بدن جو کانپا۔ اسی وقت خواب غفلت سے چونکا۔ اور عالم بیخودی میں یہ شعر پڑھنے لگا۔ اور اٹھ بیٹھا۔ ؎

جب اس پری نے خواب میں جلوہ دکھا دیا
ہوش و حواس ہائے میرا سب اڑا دیا
جب مجھے وہ کاکل پُر خم دکھا دیا
اے بحر حسن دل کو بلا میں پھنسا دیا
آنکھوں میں رات خواب عدم کا سرور تھا
چٹکی جگر میں عشق نے لیکر جگا دیا
گرداب غم میں ڈوب گیا آہ جب سے دل
بستی کے ہم نے نام و نشاں کو مٹا دیا
غائب ہوئے نظر سے دکھا کر ہمیں جھلک
افسوس کچھ نہ نام و نشاں کا پتا دیا
ہم نے کبھی نہ اس سے سنی آہ کوئی بات

جانے خدا نے اس کو کہاں پر چھپا دیا

جب اس پری کے عشق کی کرتا ہوں دل سے آہ
کہتے ہیں لوگ گنبد گردوں ہلا دیا

اے وزیر زادہ میں اس وقت سے بیتاب ہوں۔ مثل ماہی بے آب ہوں۔ اور اس طرح بیٹھے بیٹھے دم گھبراتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وحشت کا عالم ہوتا جاتا ہے۔ سوائے خیال جاناں کے اور کسی بات کا دھیان نہیں۔ سوائے دیدار جاناں کے اور کوئی ارمان نہیں۔ یہاں ہر شخص میرا علاج کرتا ہے۔ مگر میرا علاج سوائے دیدار یار کے اور کچھ نہیں۔ یہ مرض لا علاج ہے۔ اسکی دوا آسمان کے پاس بھی نہیں ہے۔ اس کے علاج سے بقراط بھی لا علاج ہے۔ بس میرا علاج دیدار یار کے سوائے اور کیا ہے ؎

اگر درد ہو کہو نا دل مضطر سے کسی سے
پانی دو پلا وارے کے سر پر سے کسی سے

اے طوطے میں حجام سے بولا۔ کہ یہ شعر وہ شہزادہ بدین وجہ کہتا تھا۔ حجام بولا۔ اچھا لالہ صاحب پھر کیا ہوا۔ بنیا اس طرح گویا ہوا۔ کہ یہ جملہ بیان خواب وزیر زادہ یعنی بنظیر شامی سنکر حیران و پریشان ہوا۔ اور کہنے لگا اے شہزادہ جو آپ کی مرضی بندہ تابعدار ہے۔ ہر طرح فرمانبردار ہے۔ امیر شامی بولا اے وزیر زادہ کیا کروں اور کیا کہوں ؎

اس دل تنگ میں کس کس کو جگہ دوں یا رب
دم رہے۔ غم رہے فریاد رہے یاد رہے

اسکے سوائے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ کہ لباس فقیری پہنوں۔ اور شب و روز دشت صحرا کی خاک اُڑاؤں۔ شاید اس طور سے اپنے مطلوب کو پاؤں۔ اے طوطے وزیر زادہ اور امیر شامی دونو وقت صبح اپنے والدین سے پوشیدہ جانب صحرا گیروا لباس میں روانہ ہوئے۔ اور دلدار میں سر بہ صحرا چل نکلے۔ جس جگہ شام ہوتی۔ وہیں قیام کرتے اور یہ شعر پڑھتے ؎

ہم کہاں صحرا لوردی یہ کہاں
کھینچا لیکن عشق کے آزار نے

دل میں نہایت حیران تھے۔ کہ یاالٰہی وہ لعبت فرنگ رشک چین وختن کیونکر ہاتھ آئے۔ ثمر مراد پھل لائے۔ نام نامعلوم ہے۔ اور پتہ معدوم ہے۔ جائیں تو کہاں جائیں۔ کئی روز کی مسافرت کے بعد ایک باغ دیکھا۔ اور فرحت افزا میں پہنچے۔ جہاں درخت ہائے گوناگوں میووں سے لدے کھڑے تھے۔ نہریں آب شفاف کی جاری تھیں۔ فوارے فوالے چھوٹ رہے تھے۔ اور ان کی میناکاری کا عالم اور ہی لطف دکھارہا تھا۔ وسط باغ میں ایک حوض گلاب کا لبلب تھا۔ چار کونوں پر حوض کے چار درخت سرو سہی کے مثل کسی صنوبر کے قد کے استادہ ایک عجیب کیفیت کا سماں تھا۔ مگر نہ کوئی جن تھا نہ انسان تھا۔ یہ دونو حیران تھے۔ کہ یکایک کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک غول نازنینان پری چہرہ حور نما شاہی عورتوں کا چہم چہم چلا آتا ہے۔ ایک تمام چھام مرصع اور زرنگار میں ایک شایان دلربائی سوا بصد ناز انداز چلے آتے ہیں۔ ان دونو نے اپنے آپکو ایک درخت گنجان کی آڑ میں پوشیدہ کیا۔ ادہر وہ غول جس میں ایک ملکہ صاحب حسن جمال اور چار نازنینان باکمال اس حوض پر آئیں۔ اور آپس میں کلیل کرنی شروع کی۔ ادہر شاہزادہ اسکو دیکھتے ہی بیہوش ہوا۔ جب ہوش آیا تو گویا ہوا۔ ؎

دل نکہت چمن سے ہیرا باغ باغ ہے
شکر خدا کہ یار کا پایا سراغ ہے

اور یہ شعر پکار کر پڑھنا شروع کیا ؎

اے طوطے جس وقت شاہزادہ نے یہ شعر زور زور سے پڑھنا شروع کیا۔ تو وزیرزادہ خائف و ترساں ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اے شہزادہ ذیحشم یہ کیا ہے۔ موقعہ شور و پکار ہے۔ کہیں وحشت نے تو نہیں گھیرا ہے۔ ہوشیار ہو ابھی سویرا ہے۔ کہیں خلل دماغ ہے۔ اگر یہ تمہاری آواز ذرا بھی سُن پائینگے۔ تو ایک آفت مچائیں گے۔ خدا جانے کیا کیا ناچ نچائیں گے۔ قیافہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی کسی بادشاہ کی دختر بلند اختر ہے۔ یہاں تفریح کی غرض سے آئی ہے۔ ساتھ اپنے ایک روز شاہزادہ امیر شامی کا دوست صادق محب واثق لقطر ثانی شاہزادہ کو تنہا پکڑ کر بھجیلیوں کو بھی لائی ہے۔ شاہزادہ گویا ہوا کہ اے وزیرزادہ میرا دوست جانی یہی ہے۔

وہ مصیبت کی بانی جس کی خاطر اُٹھائی ہے - اسقدر پریشانی سرگردانی اور آج تک جنگلوں کی خاک چھانی - اسی پر خواب میں میرا دل آیا ہے - خدائتعالیٰ نے اپنے فضل سے ملایا ہے - برائے خدا کسی کی صورت سے اسے ملا - غنچہٗ دل کی کلی کھلا - اس عرصہ میں وہ شہنشاہ حسن جمال اسی سواری میں سوار ہوئی - اور معہ ان چاروں محرم راز ہمجولیان کے روانہ ہوئی - جسوقت وہ جانے لگی - تو میر شامی کو نہایت سخت ہچکی شروع ہوئی - اور دل میں خیال کیا کہ افسوس - جسکی خاطر گھر چھوٹا - بار ہر چھوٹا خراب ہوئے سلطنت کھوئی - وحشیوں اور دیوانوں کی طرح جنگل کی خاک اُڑاتے ہیں - مگر اب یوں ہی کامیاب ہو کر ناکام رہے جاتے ہیں - یہ کہہ کر اس پری وحش کے عقب میں روانہ ہوا - مگر اس پری زاد نے مطلق خیال نہ کیا - اور اس باغ سے ایک فرسخ پر ایک شہر نہایت آباد اور پر بہار تھا - اس میں اس کا مسکین تھا - حجاب زدہ اپنے گھر میں داخل ہوئی - اب میر شامی اس کے مکان کے گرد چکر لگاتا تھا - اس حالت میں جنوں کا جوش آگے سے بھی دو چند ہوا - کیونکہ سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے - کہ ؎

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی
بازار خویش آتش ما تیز میکنی

اے طوطے وزیر زادہ شاہزادہ کو بوقت شام اس شہر کے مسافر خانہ میں لایا - اور وہیں قیام کیا - اور فرصت پاکر اس سرائے کے خادم یعنی بھٹیر سے دریافت کیا - کہ اس شہر کا بادشاہ کون ہے - اور وہ شہزادی کہ جس کی سواری بیرون شہر باغ میں گئی تھی کون ہے - وہ خادم سرا بولا - کہ اس شہر کا حاکم سلطان شاہ نامی ہے نہایت دیندار ہے اور اہل اسلام کو نہایت عزیز رکھتا ہے - مسافر نواز ہے - اور شاہزادی جس کا تم ذکر کرتے ہو - اسی بادشاہ عالی جاہ کی نا کتخدا لڑکی ہے - اور نام اس کا شہزادی زرنگار ہے - ہر ہفتہ بروز جمعہ باجازت اپنے والد بزرگوار معہ اپنی ان سہیلیوں کے نہایت شان و شوکت سے برائے تفریح طبع اس باغ میں جاتی ہے - جہاں کا تم نے ذکر کیا -

راوی گذارش کرتا ہے - کہ مینا بولی اسے طوطے وزیر زادہ یہ قصہ سنکر اس روز بہیں شب باش ہوا - اور شہزادہ کا شوق دیدار روز بروز ترقی پر ہوتا گیا - تو وزیر

زادہ نے یہ تدبیر کی۔ ہر روز وقت شب قبرستان میں جانا۔ اور درود شریف حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روح مبارک پر پڑھنا اور جناب باری میں التجا کرنا کہ یا مجیب الدعوات ودافع بلیات امیر شامی کی مراد بر لا۔ اور خود بخود اس بادشاہ عالی جاہ کے دل میں جگہ ہماری طرف سے پیدا کر اور یہ خیال اس کے دل میں ڈال۔ کہ وہ شاہزادی زرنگار کے ساتھ شاہزادہ کی شادی کر دے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ قدرت خدائے قدیر سے جس وقت نظیر شامی قبرستان میں جا کر دعا گو ہوا۔ تو ایک پیر مرد سبز پوش عالم غیب سے ظاہر ہوئے۔ اور نظیر شامی کو ایک عصا دیکر گویا ہوئے۔ کہ اے وزیرزادہ رات کے وقت یہ عصا لیکر اس بادشاہ کی خوابگاہ پر جا۔ اور یہ یاد رکھنا کہ یہ عصا اپنے دست راست میں رکھنا انشاء اللہ تعالیٰ کوئی مرد و زن تم کو نہ دیکھ سکے گا۔ خیر جس وقت تو وہاں پہنچے۔ تو بآواز بلند کہنا۔ کہ اے بادشاہ سلطان تیرے لئے یہ حکم خدائے قدیر کا ہے۔ اور اسی میں تیری بہتری ہے۔ بلکہ عزت افزائی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک شاہزادہ ملک شام کا رہنے والا صاحب تاج تخت حسن اتفاق سے یہاں آنکلا ہے۔ اور وہ نا کتخدا ہے۔ اور تیری دختر یعنی زرنگار بھی ہنوز نا کتخدا ہے۔ تجھ کو لازم ہے۔ کہ دونو کو پیوند کر دے یعنی دونو کا عقد باہم بخوشی و خرمی کر دے۔ اور وہ شاہزادہ اپنے مرتبہ سے پوشیدہ باغ دلکشا کے قریب مقیم ہے۔ صبح پاپیادہ وہاں جا کر اور اس کو با اعزاز و اکرام اپنے یہاں لا۔ اور بعد ادائے رسم مہمانداری اپنی فرزندی میں قبول کر۔ اور تم دونو باشان و شوکت اسی باغ کے قریب جہاں ہیر شاہی کو نظارہ جمال اپنی دلدار کا نظر آیا تھا۔ فروکش ہوا۔

اے طوطے یہ کہکر وہ پیر مرد روشن ضمیر باصفا تو غیب ہوا۔ اور وزیرزادہ نے بوقت صبح شاہزادہ کو لباس شاہانہ پہنایا۔ اور خود بھی خوب آراستہ ہوا۔ اور دو اسپ صبا رفتار لے کر اس باغ کے قریب فروکش ہوئے۔ اور شاہزادہ سے کل حال مفصل قبرستان کا بیان کیا۔ اور کہا۔ کہ آپ اسی جگہ مقیم رہیں۔ میں اس بادشاہ کی خواب گاہ پر جاتا ہوں۔ جیسا کہ اس بزرگ مرد پیر کا حکم ہے بجا لاتا ہوں ٭

راوی کہتا ہے۔ کہ نظیر شامی وقت مقررہ پر بادشاہ کی خوابگاہ پر آیا۔ اور حکم بزرگ موصوف کا بآواز بلند کہہ سنایا۔ بادشاہ سنتے ہی مانند بید کے تھرتھرا گیا۔ اور بدن میں رعشہ آگیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ جو مرضی مولا از ہمہ اولا۔ اگر خدا تعالیٰ کی مرضی یہی ہے تو مجھے کیا انکار ہے۔ اخیر ایک دن یہ معاملہ در آنا ضروری ہے۔ تو پھر مجبوری ہے اس سے بہتر ہے۔ کہ آج ہی فرصت پاؤں۔

الغرض تمام شب جوں توں کر کے بسر کی۔ اور وقت صبح ادھر وزیرزادہ شاہزادہ کے پاس واپس آیا۔ ادھر بادشاہ معہ عیال دوست و وزیر تدبیر آیا۔ اور دونوں کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے دیوانِ خاص میں لایا۔ نہایت تواضع و تکریم سے پیش آیا۔ اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور بعد بازپرس کے اپنی دختر کی شادی شاہزادہ کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے کردی۔

اے طوطے نظیر شامی معہ شاہزادہ شادمان و فرحان اپنے ملک میں واپس آیا اور شاد آباد رہنے لگے۔

الغرض اس عرصہ میں آفتاب عالمتاب نے پردہ نقاب بر سے منہ نکلا اور بنیہ نے واسطے روانگی کے اسباب سمہالا۔ اور حجام سے کہا۔ کہ اب اسباب جالت سمہالیے اور میرے ہمراہ چلیے۔ یہ سنکر حجام بہت حیران ہوا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ آج تو بنیہ سے ایسا سوال کرونگا۔ کہ جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ اور خاموش لب بند ہوا۔ القصہ بنیہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور حجام حقہ بردار دونوں روانہ ہوئے۔

کہتے ہیں کہ بوقتِ شام دوسری منزل پر پہنچے۔ اور قیام کیا۔ اور بنیا نے حسب دستور اول حجام سے ایک زبان سے سب کام لیا۔ وقتِ شب حجام بنیہ سے بولا۔ کہ لالہ جی! یہ تو فرمائیے۔ کہ ایک شہر میں تین بازکش کام کے لیے گئے تھے۔ اور وہ تینوں کسی آفت میں مبتلا ہوئے۔ اور پھر کس طرح اس سے رہا ہوئے۔ بنیہ نے یہ سنکر کچھ تامل کیا۔ تو حجام بولا۔ کہ بس لالہ جی معلوم ہوا۔ کہ یہ سوال آپ سے نہیں بتایا جائیگا۔ میں حسب وعدہ اپنے مکان کو جاتا ہوں۔

اے طوطے یہ سنتے ہی بنیہ بولا۔ کہ کہو جی گنہیالال جی تم اپنے دل میں بہت خوش ہوئے۔ کہ لالہ جی سے میرے سوال کا جواب نہ آیا۔ اب رہائی کا موقعہ ملا۔

اے ذرا کان لگا کر سن۔ اصل حقیقت اس کی یہ ہے۔ کہ ملک فارس میں تین شخص نہایت پیار اور محبت سے رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک یار کہ جس کا نام گلغدار تھا۔ بولا۔ کہ اے دوست ایک عرصہ ہوا۔ کہ میرے اہل خانہ اپنے والدین کے ہاں سے واپس نہیں آئے۔ اگر تم مناسب سمجھو۔ اور اجازت دو۔ تو میں جا کر اسکو لے آؤں۔ وہ دونو بولے۔ کہ یہ بات ہم کو کب گوارا ہوگی۔ کہ ہم تجھ سے ایک لمحہ جُدا رہیں۔ ہم بھی تمہارے ساتھ چلینگے۔

غرضیکہ یہ تینوں دلدار گلزار اپنے خسر کے یہاں روانہ ہوئے۔ اور کئی روز کی مسافرت کے بعد وقت شام وہاں پہنچے۔

اے طوطے گلغدار کا خسر اس شہر کا بہت بڑا تاجر تھا۔ اور حد سے زیادہ مالدار تھا۔ جس وقت شہر میں پہنچے۔ تو ان دونوں نے گلغدار سے کہا۔ کہ اے دوست تیرا خسر تو نہایت مالدار ہے۔ اور ہم نہایت مفلس ہیں۔ شاید وہ ہم کو بہ نظر حقارت دیکھے تو نہایت ناگوار ہوگا۔ بدیں وجہ ہم اس شہر میں کسی اور جگہ پر شب باش ہو جائیں گے وقت صبح تو اس بازار میں ملنا۔ یہ کہکر گلدار کو رخصت کیا۔ اور یہ دونو ایک جانب کو چلدیئے۔ کہتے ہیں۔ کہ جسوقت دونو دوسرے بازار میں پہنچے۔ تو ایک شراب والے کی دکان نظر آئی۔ اے طوطے مے دار ولدار سے شراب خانہ دیکھ کر بولا۔ میرا ارادہ تو اس جگہ شب باش ہونے کا ہے۔ کیونکہ یہاں پورا پورا سامان آسایش موجود ہے۔ اے طوطے وہ تو اسی جگہ رہا۔ اور ولدار وہاں سے چل دیا۔ چند قدم چلا ہوگا۔ کہ بالائے بام ایک حور لقا پری مثال کو دیکھا۔ اس کے کمرہ پر چڑھ گیا۔ اور چند دینار اپنی کمر سے کھول کر اسکو دیئے وہ اپنے دل میں سمجھے کہ یہ شخص کوئی اجنبی نہایت مالدار ہے۔ نہایت خاطر تواضع میں مصروف ہوئی۔ گویا ایک مدت سے ان کی آپس میں ایسی دوستی تھی۔ دلدار اس خاطر تواضع سے نہایت خوش ہوا۔ اور شب کو وہیں شب باش ہوا۔

الغرض ایسی مدارات اور خاطر تواضع میں گھڑی رات گذر گئی۔ تو اس رنڈی مکار نے ایک ضعیف العمر کو چند دینار دیکر کہا۔ کہ فلاں دکان سے نہایت نفیس شراب لے کر جلد آ وہ ماما بنی بنائی خطار گرتے پڑتے شراب خانہ میں

پہنچی۔ اور پانچ دینار کلال کو دیئے۔ مالک شرابخانہ اس ضعیفہ سے بولا۔ کہ بڑی بی آج تو بہت مدت کے بعد شکار آن کر پھنسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مارا۔ بولی کہ پھنسا تو ہے۔ الا یہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ فربہ ہے یا مفت کی نگہبانی کرائے گا۔

اے طوطے وہ بڑھیا نہایت شاداں و فرحاں شراب عمدہ و نفیس کی چند بوتلیں بغل میں دبا کر وہاں سے روانہ ہوئی۔ اور مے خوار کو اس رازدار گفتگو سے نہایت تعجب ہے۔ جو کہ اس پیرزال سے آپ نے فرمائی۔ وہ بولا۔ اجی حضرت اسکی اصل حقیقت اس طرح ہے۔ کہ وہ بڑھیا دلالہ شیطان کی خالہ ایک رنڈی نہایت حسن دار کے یہاں نوکر ہے۔ مگر وہ نہایت مکار ہے۔ اور اس کا یہی شیوہ ہے۔ کہ جو شخص اجنبی نووارد اس کے ہاں وارد ہوتا ہے۔ تو اسکو ناز نخرے سے شراب پلا کر بیہوش بناتی ہے۔ جبکہ وہ بیہوش ہو جاتا ہے۔ تو خود خدا کیوں کر شکل ایک شیرنی کی بنجاتی ہے۔ اور اس آدمی کا جو کہ اس کے پاس موجود ہوتا ہے۔ لقمہ کر جاتی اور جو کچھ اسکے پاس مال زر ہوتا ہے۔ وہ لے لیتی ہے۔ خدا اسکو نیست و نابود کرے۔ اور اس جہان سے کہیں ناپید ہو۔ اس ظالم بریم نے ہزاروں آدمی اس طرح مار ڈالے۔ یہ سنتے ہی میخواری کے ہوش اڑ گئے۔ اور یہ سمجھا۔ کہ نووارد آج اس شہر میں ہم تینوں دوستوں کے سوا اور کون ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ان دونو میں سے کوئی اس بیوا کے دام میں پھنسا ہو۔ اور اگر ان میں سے کوئی ہو۔ تو افسوس کا مقام ہے۔ کہ نقش تک بھی میسر نہ ہو گی۔ یہ سمجھ کر اس دلالہ کے عقب میں چل دیا۔ اور نظر سے پوشیدہ اس رنڈی کے مکان میں ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ تو دیکھا۔ کہ واقعی میرا دوست دل دار ہے۔ منتظر ہوا۔ کہ دیکھوں۔ رنڈی کس وقت بصورت شیرنی کے ہو۔ اور میں اسی کو نہ تیغ کروں تو

اے مینا وہ دونوں نصف شب تک تو شراب نوشی میں مشغول رہے۔ جب دل دار نشہ میں بیہوش ہو گیا۔ تو اول اس طوائف نے اس کی کمر اور جیب وغیرہ کو دیکھا۔ جو کچھ اسکے

پاس موجود تھا۔ وہ لیا۔ بعد ازاں دفعتہً اپنی ہیئت اصلی سے ہیئت شیرنی کے بن گئی۔ اس وقت مے خوار کا دل بھی وحشت سے کانپ گیا۔ اور تمام بدن میں لرزہ آگیا۔ مگر فوراً ہی اس نے اپنی ہمت کو قایم کر کے دلیرانہ تلوار میان سے کھینچ لی۔ اور جرأت کر کے اس مصنوعی شیرنی کے شکم پر اس زور سے ماری۔ کہ وہ فوراً داخل جہنم ہوئی۔ مگر پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ جسم مردہ شیرنی کا بہ ہیئت انسان ہو گیا۔ کہتے ہیں۔ کہ مے خوار اس کام سے فراغت پا کر با آرام ایک پلنگ پر دراز ہو گیا۔ وہ دلالہ یہ وقوعہ دیکھ کر وہاں سے چلتی ہوئی۔ اے طوطے دلدار کو جب ہوش آیا۔ تو نہایت گھبرایا۔ کہ اس رنڈی کو کس نے مار ڈالا مگر جب مے خوار کو خواب راحت میں پایا۔ تو تھوڑا اطمینان ہوا۔ کہ اسی وقت مے دار کو جگایا۔ اور پرسان احوال اس طوائف کا ہوا۔ اور یہ بھی پوچھا۔ کہ آپ کے یہاں آنے کا کیا باعث ہوا۔ مے دار بولا۔ کہ اے دوست خدا نے بڑا فضل کیا۔ جو مجھ کو تمہارے حال سے آگاہی ہو گئی۔ ورنہ اس وقت آپ کا پتہ و نشان بھی نہ ہوتا۔ آپ تو ملک کی سیر کرتے اور میں صدمہ مفارقت سے کف افسوس ملتا۔ اور کچھ ہاتھ نہ آتا۔ اور جملہ حقیقت اس رنڈی کی دلدار کے آگے بیان کی۔ اور سب احوال اوّل سے اخیر تک کہہ سنایا۔ اور اپنی بہادری کی از حد تعریف کی۔ اس عرصہ میں اس رنڈی مقتولہ کا آشنا کا لاجھگا میرانیوں کی وضع کا آموجود ہوا۔ ایک انگرکھا عجیب قطع کا جس کی آستین آگے ایسی بڑی چست ہر طرح سے درست بند چولی ناف پر بندھی ہوئی دامن ٹخنوں پر آئی ہوئی گلے میں دھانی رنگ کا رنگا ہوا کرتا۔ سر پر ایک تھان کا صافہ ٹیڑھا باندھا ہوا۔ آنکھیں نشہ میں سرخ بے ہوش و مدہوش جھومتا ہوا آیا۔ اور اس طوائف کو مردہ پا کر نہایت غمناک ہوا۔ اور اسکی لاش کے متصل کھڑا ہو کر گویا ہوا۔ کہ اے دلدار غمگسار پری رخسار وہ کون سا سنگدل اور بے رحم شخص تھا جس نے تجھے تہ تیغ بیدریغ کیا۔ تجھکو تو مارا اور مجھ کو زندہ در گور کیا۔ کاش کہ اس وقت میں نہ ہوا۔ ورنہ اس ظالم کو بھی اسی طور سے جس طور سے اس نے تجھ کو قتل کیا ہے۔ کرتا اور تیرے برابر اسکی بھی لاش پڑی ہوئی ہوتی۔ اے فلک تو نے یار دلنواز کو مجھ سے جدا کیا۔ یہ کیسا کیا افسوس مجھ

بدنصیب کو کیوں زندہ رکھا ہے۔ اور دونو کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ کہ یہ کام تم دونو کا
معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو تو میں تم کو اس کا کیا معاوضہ دیتا ہوں۔ ٹھیرو۔ تم کو زندہ
درگور کرتا ہوں۔ تاکہ آیندہ کوئی شخص ایسی حرکت نہ کرے۔ ناحق کسی پر تہمت
نہ دھرے۔ دیکھنے والے تمہاری حالت پر آنسو بہائیں گے۔ مگر مجھ کو رحم
نہ آئیگا۔ تمہاری ہڈیوں تک باقی نشان نہ چھوڑونگا۔ جو تمہاری حالت کو
دیکھیگا۔ کفِ افسوس ملیگا۔ اے طوطے الغرض جو جو اس کے منہ میں آیا زبان
پر لایا۔ اے طوطے اس رنڈی کے آشنا نے رو کر اور نہایت رنجیدہ ہو کر دونو کو معہ
لاش کوتوال شہر کے پاس لایا۔ اور فریادی ہوا۔ کہ ان دونو نے میرے آشنا کو بے
گناہ قتل کر ڈالا۔ کوتوال نے یہ سنکر مے دار اور دلدار کو حوالات میں ٹھونک دیا
اور بعد بازپرس کے دربار شاہی میں لایا۔ اور کہا۔ کہ ان دونو شخصوں نے اس
رنڈی کو جو فلاں بازار میں رہتی تھی۔ باقصور قتل کیا۔ اور نہ کچھ سرکار والی جناب کا
ڈر کیا۔ جب کمترین نے خبر پائی۔ اسی وقت شک اڑائی۔ راوی دونوں ملزمان کو
سپرد دربار چھوڑ کر چند کلمہ حال گلعذار کے معرض بیان میں لاتا ہے۔ اے طوطے! جس
وقت گلعذار اپنے خسر کے ہاں پہنچا۔ نہایت خاطر تواضع ہوئی۔ اور ہر طرح سے اسکی
دلجوئی کی۔ وقتِ شب گلعذار بالائے بام اپنی اہلیہ کے پاس گیا۔ اور اس کو دیکھ کر
نہایت خوش و خرم ہوا۔ جب کہ نصف شب گذری۔ تو دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک شخص نے
کمند پھینکی۔ اے طوطے اس وقت گلعذار نے اپنے آپ کو مثل سوون کے بنا لیا۔
اس اثنا میں ایک مرد نہایت قوی و اقامت وہاں آیا۔ اور اہلیہ کو میرے پاس
آرام گزیں دیکھ کر بھبوکا ہو گیا۔ اور وہ عورت اس مرد کو دیکھ کر شعست زدہ کانپنے لگی۔
و جلدی سے گلزار کے پاس سے اٹھ کر ایک جانب کو کھڑی ہو گئی۔ وہ مرد جو براہ کمند
آیا تھا۔ اس عورت سے بولا۔ کہ کیوں ری او بدکار تیرا تو یہ وعدہ تھا کہ سوائے
تیرے میں کسی اور کی صورت نہ دیکھونگی۔ آج یہ کیا خلاف وعدہ عیش منا
رہی ہے۔ مجھ کو تجھ نالائق ناہنجار سے ملنا منظور نہیں ہے۔ اور تیرے
قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں۔ جبکہ اپنے شوہر عالی گوہر کی عزت کو یوں برباد کیا۔ تو
میرا کیا۔ آج محبت قلبی۔ کل فساد دہ ہوا تیرا زندہ رہنا ایک دم روا نہیں۔ تجھ کو

نیک و بد کا کچھ اندیشہ نہیں۔ یہ کہہ اور ایک کوٹھری کے اندر سے ایک تلوار آب دار نکال لایا۔ اور بے تامل اس عورت کا سر تن سے جدا کر ڈالا۔ اور تلوار میان میں کرکے بارودم واسطے رکھنے کے گیا۔ اے طوطے اس وقت گلزار نے یہ کہا۔ کہ فوراً اُٹھکر اُس کوٹھڑی کا دروازہ اوپر سے بند کردیا۔ اور ایک موٹا سا قفل لگا دیا۔ اور حیرت اور تعجب میں غرق آرام گزین ہوا۔ اب طوطے نے مینا سے کہا۔ کہ نصف شب گذر جانے پر بنیہ کو نیند کا غلبہ ہوا۔ بدیں وجہ کبھی خاموش ہو جاتا۔ ایک مرتبہ زیادہ خاموش ہو گیا تو حجام نے کہا۔ کہ لالہ جی۔ آپ سے میرا سوال پورا نہ ہوگا۔ اور بندہ روانہ ہوتا ہے یہ بولا چہ خوش۔ آپ ہی خوش ہوجیے۔ کہ سوال بیان ہوتا ہے۔ بگوش ہوش حسن جبکہ مرغ سحر نے آذان کی آواز بلند کی۔ اور طلوع آفتاب کا وقت قریب ہوا۔ آفتاب جہانتاب نے پردہ نقاب سے منہ نکالا۔ اور آمد و رفت لوگوں کی رستہ پر شروع ہوئی۔ تو گلزار نے اہلیہ کو قتل کر ڈالا اور تمام شہر پر غضب ڈھایا۔ غرض اس عرصہ میں سینکڑوں عورتیں محلہ کی جمع ہوگئیں۔ گلزار کی اہلیہ کے قتل کی خبر مشہور ہوئی۔ اور اس کے والد تک بھی یہ خبر پہنچی۔ کہ تمہارے داماد نے تمہاری دختر کو قتل کر ڈالا۔ اور تمام شہر پر غضب ڈھایا۔ غرض اس عرصہ میں سینکڑوں عورتیں محلہ کی جمع ہوگئیں۔ کچھ ایک طرف سے کچھ دوسری طرف سے سرگوشیاں کرنے لگیں۔ اور کہنے لگیں کہ کچھ تو اسنے بھی دیکھا ہوگا۔ جو اسکو مار ڈالا۔ اور نہ کوئی ایسا کرتا ہے جو بیگناہ اپنے آرام جان کو قتل کرتا ہے۔ دوسری کہنے لگی کہانی زمانہ کی ہرجائی اس طرح زبان پر لائی۔ اے بی میری سمجھ میں تو یہ بات آئی ہے۔ کہ اس نے کسی سے آنکھ لڑائی ہوگی۔ اور گلزار نے دیکھ پایا۔ اے طوطے ادہر گلزار کی ساس نے اسکی پشت پر اس زور سے دھپڑ مارا۔ کہ اسکی آنکھوں میں جہان تاریک ہوگیا۔ اور کہا۔ کہ اے موذی کاٹے۔ تجھ پر خدا کی مار۔ تو نے میری بچی جو ہر بات میں سچی تھی۔ بھولی بھالی کو چیر ڈالا۔ ہر عیب سے خالی تھی۔ تو نے یہ کیا ستم ڈھایا۔ اس سے پہلے مجھ کو کیوں نہ قتل کر ڈالا۔ یہ کہا۔ اور اس لاش کے قریب آئی۔ اور لاش کو کلیجہ سے لگاکر خوب روئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اس وقت ایک باخیال اس طرح گویا ہوئی۔ کہ اے بی۔ یہ تو بڑی شرم دار نیک لڑکی تھی۔ اس کو مطلق پرواہ نہ تھی۔ اور کیسا ہوا گی بھی خبر نہ تھی۔ کہ کدہر سے چلی ہے:-

یہ نہیں کہ آجکل کے زمانہ کی لڑکی جو پورے پورے عیب عیاں ہیں۔ یہ تو مارے شرم کے کسی سے آنکھ ہی نہ ملاتی تھی۔ اور جو کوئی بات بیجا منہ سے نکل جاتی تھی۔ تو مارے شرم کے آنکھ بھی نہ ملاتی تھی۔ اور پانی پانی ہو جاتی تھی۔

الغرض یہ خبر تھانیدار کو پہنچی۔ کہ ایک عورت رات کو قتل ہوئی۔ فوراً کوتوال شہر معہ ایک دستہ سپاہیوں کے آیا۔ اور گلزار کو گرفتار کر لیا۔ اور لاش کو بھی پالکی میں رکھ کر دونوں کو دست بستہ دربار میں حاضر کیا۔ اور عورت کے قتل کا حال بادشاہ کو سنایا۔
اے طوطے یہاں دو نو یار مے دارو دلدار گرفتار ہیں۔ رنڈی کے قتل کے الزام میں تیسرا گلزار بھی اپنی اہلیہ کے قتل کے جرم میں گرفتار سر بہ گریبان زار زار روتا ہوا آیا اے طوطے جبکہ گلزار بھی سپاہیوں کی حراست میں وہاں آیا تو مے دارو نے جانب دلدار دیکھا۔ کہ یہ کیا گل کھلا اور یہی حال گلزار کا ہوا۔ ان کو دیکھ کر کہ یہاں کیونکر گرفتار ہوئی۔ اور کس علت میں دربار میں لائے گئے ہیں۔ گلزار نے اپنے دل میں کہا۔ کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے۔ عالم خواب ہے۔ یا بیداری ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب کوتوال اپنی ثبوتی دہی سے فارغ ہوا۔ تو بادشاہ عالم پناہ نے جانب گلزار نگاہ کی۔ اور فرمایا۔ کہ اے شخص اپنا حال راست راست بے کم و کاست بیان کر۔ کہ وہ عورت کس طرح قتل ہوئی۔ اگر سچ سچ نہ بتائیگا۔ تو اپنے کردار بد کی سزا پائیگا۔ اے طوطے اول تو گلزار نے کچھ دیر تک سکوت کیا۔ مگر بعد کو یوں گویا ہوا۔ کہ اے بادشاہ عالم پناہ اصل حقیقت اس معاملہ کی یہ ہے۔ کہ جب وقت میں اہلیہ کے پاس آرام گزین ہوا تو قریب نصف شب کے ایک شخص قوی الجثہ براہ کمند کوٹھے پر آیا۔ اور میری اہلیہ کو میرے پاس دیکھ کر نہایت غضبناک ہوا۔ اور سخت سست کہنا شروع کیا۔ اور یکایک غصہ میں آکر کوٹھڑی سے تلوار نکال کر لایا۔ اور میری اہلیہ کو قتل کر ڈالا۔ اور کل احوال دوست کا کہہ سنایا۔ قصہ کوتاہ جس وقت وہ تلوار رکھنے کو کوٹھڑی میں گیا۔ تو میں نے بخوف اپنی جان کے دروازہ اوپر سے بند کر کے مقفل کر دیا۔ اگر باور نہ ہو۔ تو دیکھ لیجئے۔ یہ جملہ صاحبان حاضرین سنکر متحیر ہو گئے۔ اور بادشاہ اسی وقت موقع پر تشریف لایا۔ اور معائنہ فرمایا۔ اے طوطے اس وقت عجب کیفیت تھی۔ ہزاروں آدمی وہاں جمع تھے۔ اور جس کو معلوم ہوتا۔ راستہ میں سے ساتھ ہو لیتا۔ اور کہتا۔

کہ ضرور اس معاملہ کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے غرضیکہ بادشاہ اس مکان میں داخل ہوا۔ جس وقت دروازہ کوٹھڑی کا کھولا گیا۔ تو واقعی ایک مرد برآمد ہوا۔ اس کو اس وقت گرفتار کر لیا گیا۔ اور گلزار کو رہا کیا گیا۔ تمام شہر میں اس بات کا شور مچ گیا۔ کہ فلاں سوداگر کے مکان پر ایک چور گرفتار ہوا۔ بعد ازاں بادشاہ نے فرمایا۔ کہ ان دونوں کی بھی تحقیقات کی جاوے۔ کہ کیا معاملہ ہے شاید وہ بھی اسی طرح بے گناہ ہوں۔ غرضیکہ بادشاہ اسی وقت رنڈی کے مکان پر گئے۔ اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں سے دریافت کیا کہ خوب ہوا۔ وہ رنڈی ماری گئی۔ وہ تو سینکڑوں کو بے گناہ مارتی تھی۔ اور مطلق خبر نہ ہوتی تھی۔ کہتے ہیں۔ کہ جب اسکا مکان کو کھولا گیا۔ تو واقعی مکان میں ہڈیوں کا انبار ایک کوٹھڑی میں پایا۔ بادشاہ دیکھ کر نہایت گھبرایا۔ اور ان دونو کو بھی رہا کیا۔ اور اس میراسی اور لالہ کو گرفتار کیا۔ اور کوتوال کو جہنم قید کیلئے حکم دیا۔ اور چوکیدار محلہ کو جلاوطن باقی کل شہر کے محلہ داروں کو ان کے موافق سزا دیگئی۔ اور مٹی بھرنے کا حکم دیا گیا۔

اے طوطے بادشاہ نے کیسا عمدہ انصاف کیا۔ کہ ان کو رہا کیا۔ اور ان ملزموں کو قید کیا۔ اور سر دار چڑھایا۔ جملہ داستان کہکر بنیا حجام سے بولا۔ کہ بوجہ تو ان کی رہائی ہوئی۔ اور جو نذکور ہو چکی۔ وہ گرفتاری کی تھی۔

اس اثنا میں آفتاب عالمتاب نقارہ صبح کا بجاتا ہوا برآمد ہوا۔ اور روز روشن ہوا۔ تو بنیا حجام سے بولا۔ کہ اے حجام جلد چل اور قدم اُٹھا۔ دیر نہ لگا۔ کیونکہ منزل کھوٹی ہوتی ہے۔ حجام اپنے دل میں نہایت پشیمان ہوا۔ اور سب سامان درست کر کے بنیہ کے عقب میں روانہ ہوا۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ دو لوگ وقت شام منزل پر پہنچے تو لالہ جی نے وہی لفظ واسطے کاروبار معمولی کے بنیئے سے ایک زبان میں کہے۔ غرضیکہ حجام نے تمام کام ایک آن کی آن میں کر لئے۔ تو بوقت شب بنیا کے پیر دبانے بیٹھا۔ تو بنیا سے اس طرح گویا ہوا۔ کہ لالہ جی کسی ملک میں ایک شخص نے اپنے دروازہ پر بخط جلی یہ لکھا ہے۔ کہ دوستی ہو۔ تو ایسی ہو۔ ورنہ سب جھیلا ہے۔ بنیا حقہ کا دم لگا۔ اور آنکھوں کو مل کر اس طرح کہنے لگا۔ کہ او حجام سُن وہ معاملہ اس طرح ہے۔ کہ راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ملک

کوہستان کا ایک شاہزادہ حسن سیرت میں جانعالم سے بھی زیادہ عزیز عالم نام سیر و شکار کا شوق۔ الغرض اپنی والدہ سے اجازت شکار کی لیکر طرف صحرا کے روانہ ہوا۔ اسی طرح ہر روز جاتا اور شکار لاتا تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز شہزادہ شکار بازی کا عادی بوجہ نہ ملنے شکار کے ایک عرصہ تک حیران و پریشان رہا۔ اور تمام صحرا میں مارا مارا پھرا۔ کہیں شکار ہاتھ نہ آیا۔ مجبور ہو کر ایک درخت سایہ دار کے نیچے قیام پذیر ہوا۔ دفعتہً ایک جانب سے ہرنوں کی ڈار پیدا ہوئی۔ جو نہایت ہی خوبصورت اور شاندار تھی۔ دامنِ صحرا میں ایستادہ بے خوف و دہشت چرا میں مصروف ہوئی۔ عزیز عالم نے ان کی جانب گھوڑا دوڑایا۔ ہرنوں نے بھی آہٹ پاکر قدم اوٹھایا۔ اور صحرا کی طرف کو فرار ہوئے۔ اور چوکڑیاں بھرتے ہوئے چلے۔ اور عزیز عالم بھی ان کے تعاقب میں رواں دواں چلا گیا۔ خدا جانے ان کے وہم میں کہاں سے کہاں جا پہنچا۔ اور اپنے شہر سے کتنے فاصلے پر نکل گیا۔ جب بہت دور نکل آئے تو ہرن تو منتشر ہو گئے۔ اس وقت عزیز عالم نے بھی مجبور ہو کر گھوڑا روکا۔ تو وہاں ہرنوں کو نہ پایا۔ حیران و پریشان ہوا۔ ہر چہار سمت دیکھنے لگا۔ تو اپنے وطن کا کہیں نام و نشان نہ پایا۔ اور غیر ملک اور باغ و بہار نظر آیا۔ فوراً اپنے آپ کو ایک دشت سبزہ زار نہایت طرح دار میں پایا۔ بن کا بن فردوس چمن ہے۔ سر سبزہ میں ایک جوبن ہے۔ اسکی ترشح سے ایک عجیب رنگ آیا تمام دشت نے وہاں رنگ جمایا۔ گل خودرو نے گلزار آرام کو شرمایا۔ جس طرف کو سر اٹھایا۔ باغ خودرو کو معطر پایا۔ اس کو وہ جگہ نہایت پسند آئی۔ تمام رنج کلفت بھلائے۔ اوّل تو یہ تھکا ماندہ تھا۔ دل میں یہ بات آئی۔ آج اسی جگہ شب باش ہو جیئے۔ اور قدرت خدا ملاحظہ کیجیئے۔ ایک جانب ایک چشمہ نہایت صاف شفاف دیکھا۔ اس پر جا بیٹھا۔ عجب وقت تھا۔ جو دل کو بے چین کر رہا تھا۔ عشق پیچا کے پھول۔ جانوروں کی کلیل اور ہر چہار طرف پھولوں کا مہکنا ابر ہر چہار طرف چھایا ہوا۔ آسمان پر سرخ رنگ آیا ہوا۔ کہیں شفق پھولی ہوئی۔ عندلیب محویت سے شور

مچاتی ہوئی - رعد کا کڑکنا - بجلی کا چمکنا - غروب آفتاب کا وقت جانوران صحرائی مست تحسر یہ عالم تھا - باغ و بہار کو دیکھنے لگا - غم وطن سب بھول گیا - اس عرصہ میں آفتاب غروب ہوا - تمام شور و واویلا ایک دم موقوف ہوا - وہ پُر فضا مکان دہشت کا مقام ہوگیا - تمام یکایک ایک لحت تخت اوج آسمان سے آتا ہوا دیکھا - شاہزادہ گھبرایا - کیونکہ یہ تو صغیر سن لڑکے دن دوسرے تن تنہا عزیز اقارب سے جدا - اُس نے کب ایسا سنسان مقام دیکھا تھا - اور یکایک سنسناہٹ کی آواز آسمان سے پاکر فوراً آسیب کا گمان دل میں لایا - تو لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین زبان پر لایا اور پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنے لگا - عزیز عالم پر سکتہ کا عالم طاری ہوا - وہ سواری آگے کو بڑھی - عزیز عالم اس کو دیکھ کر بھونچکا سا رہ گیا - ادہر وہ تخت پاس آگیا - اے طوطے عزیز عالم بیہوش ہوگیا - مطلق ہوش نہ رہا - واضح ہو کہ اس تخت پر جنوں کے بادشاہ کی دختر خورشید پیکر نامی سوار تھی - اور ہر روز واسطے تفریح طبع کے تخت پر سوار ہوکر اس دشت میں آیا کرتی تھی - اور ادہر اُدہر پھر کر دل بہلایا کرتی تھی - اور بعد ایک گھنٹہ کے واپس جایا کرتی تھی - قضارا اس روز عزیز عالم کے عالم کو دیکھ کر ہزار جان سے عاشق شیدا ہوگئی - اور عالم عشق میں حواس باختہ ہوئی ؎

با این خستہ جگر رہ چہ کردی ظالم
با منِ خاک بسر رہ چہ کردی ظالم

فوراً تخت وہاں پر لائی - شاہزادہ کی جان لبوں پر آئی - افسوس صد افسوس کلیجہ کو تھام کر شاہزادہ کو تخت پر ڈال ہر طرح سے سنبھال ہوا ہوئی - اور ایک آنِ واحد میں پرستان میں آئی - عزیز عالم کو اپنے باغ دلکشا میں لائی - اور خوشی سے جامہ میں پھولی نہ سمائی - صرف عزیز عالم کی بیہوشی کا خیال تھا - اس کے سوا کچھ ملال نہ تھا -

الغرض شہزادہ کو ایک پلنگ پر بٹھایا - اور ایک شیشہ گلاب کا لائی - عزیز کی پیشانی پر چھڑکا - مشک سونگھایا - پنکھا ہلایا - تو قدرے ہوش آیا - دیکھا تو نہ وہ زمین ہے

یہ باغ ہے ایک طلسمات ہے یہاں تو اور ہی گل کھلا ہے۔ کسی جا چمیلی ہے۔ کسی جگہ
بیلا ہے جس طرف نگاہ اٹھائے کوسوں تک گلزار ہی گلزار نظر آتا ہے۔ ہر ایک
چیز عجائب عجیب سجا ہوا مکان۔ قالین او تکیہ جا بجا لگے ہوئے شمعیں مومی و کافوری
روشن پردہ ہائے رنگین جنکی خوشبو سے تمام مکان مہک رہا تھا۔ کہیں ناچ کہیں
رنگ غرضیکہ ایک عجیب ڈھنگ۔ ششدر اور حیران ہو گیا۔ دل پر دوسری دفعہ
خوف چھایا۔ نہایت گھبرایا۔ ایک جانب ایک نازنین مہر تمکین دلنشیں
حور تمثال کو جس کا سن ۱۵ یا ۱۶ سال کا ہو گا عجب ناز انداز کے ساتھ کنگھی
چوٹی کئے بیٹھی ہے۔ رخساروں پر دو مار دل عاشق کے ڈسنے کو
تیار۔ عزیز عالم اس کو دیکھ کر ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا دل ہاتھ سے دے
بیٹھا۔ مفت کا سودا لے بیٹھا۔ اِدہر اُدہر دیکھ بھال دل کو سنبھال اس خوش
خرم لالہ رو گلعذار سے اس طرح گویا ہوا کہ یہ مکان کس کا ہے۔ اور میرا آنا
یہاں کیونکر ہوا؟

اے طوطے خورشید یہ تصویر دلپذیر سنکر نہایت خوش ہوئی۔ مگر بظاہر منہ بنا کر
تیوڑی چڑھا کر اس طرح گویا ہوئی۔ واہ صاحب واہ خوب ڈھنگ نکالا ہے۔ کوئی
سمجھے بڑا بھولا بھالا ہے۔ ہاں صاحب یہ نئی بات ہے عشقبازی کی گھات ہے
کسی کا ڈر نہ خوف ہے جس مکان میں گھس آئے۔ اور انجان بن کر جان بچائی آپ
کے آنے کی میرے کو کچھ خبر نہیں۔ کیا کروں۔ اگر تو مہمان نہ ہوتا تو مزہ چکھاتی۔ مگر
خیر اب تو مہمان کی خاطر کرنا ضرور ہے پہلو تہی کرنا انسانیت سے دور ہے اس واسطے
تیری سزا دینے سے مجبور ہے ورنہ کہاں انسان اور کجا پرستان۔ شاہزادہ
یہ گفتگو بھی رعنائی بائی۔ کہیں سختی کہیں دلربائی تھی۔ کہیں لبوں پر آہ دل میں
جاہ۔ یہ گفتگو سنکر سمجھ گیا کہ اس نے مجھے پہلے دل قربان کیا۔ مجھ کو یہاں
پر لانا اسی کا کام ہے اور دوسرے پر گمان کرنا عقل کے خلاف ہے۔
وہ سننا ہٹ آسمان پر اس کی سواری کا سماں تھا جس پر مجھ کو آسیب کا گمان
تھا پھر تو شاہزادہ اپنا عشق پوشیدہ کرنیکو اسکا دل لبھانے لگا اور اس طرح گویا ہوا
کہ بیشک آپ ہمارے عنایت فرما ہیں آپ کو جو پری ہونے کا گمان ہے یہاں کس کو

پریوں کا دھیان ہے۔ آئینہ منگاؤ۔ تو دیکھ کر شرماؤ۔ کہ دونو کاندھوں پر گدھ کے سے پر۔ اس پر یہ غرور۔ کہ ہم ہیں جن سے معمور یہ تو ہم نے مانا کہ آپ ہیں صاحب خانہ ہم بیچارے مسافر بیگانہ۔ خیر صاحب آپکا گھر آپ کو مبارک۔ ہم تو مسافر ہیں۔ آج رہے کل چلے جانا۔ یہ عنایت کسی اور پر کیجیئے اور بندہ کو راستہ دیجیئے۔ میرا عزیز عالم نام ہے سدا عیش راحت سے کام ہے یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا اور چلنے پر آمادہ ہوا اے طوطے جب خورشید پیکر نے دیکھا۔ جو در اصل محو جمال عزیز عالم ہے۔ کہ جانے پر تیار ہے اور بگڑ گیا۔ تو اُٹھ سنبھال گردن میں ہاتھ ڈال کر بولی عزیز عالم تیرے سر عزیز کی قسم۔ یہ سب کلام مذاقیہ تھا۔ تیرا یہاں لانا میرا ہی کام ہے۔ تو میرا دل آرام ہے۔

اے طوطے وہ اس طرح عیش و عشرت میں رہنے لگی اور رشک سے ماہ و مہر جلنے لگی اسی طرح دونو کو ایک عرصہ گذر گیا تو ایک روز پری کہنے لگی۔ گویا کہ آزمائش لینے لگی۔ کہ اے عزیز عالم و میرے ہمدم وقتِ شب میں اپنے باپ کے پاس جاتی ہوں اس وقت تجھ کو نہایت اُداس پاتی ہوں۔ لہذا یہ تخت ہوائی تیرے سامنے رکھا ہے۔ اور یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ہر وقت میری یاد ہو۔ دل اور جان نہ برباد ہو۔ قصہ کوتاہ پری نے وہ تخت کا اُڑانا اور واپس لانا شاہزادہ کو تعلیم کیا نشیب و فراز سمجھا دیا۔ الغرض شاہزادہ بعد جانے پری کے جانب آسمان راہی ہوا جبکہ فرسخ پر آیا۔ تو شاہزادہ تخت کو نیچے لایا۔ وہاں ریگستان میں ایک مکان نظر آیا۔ طپش آفتاب سے گھبرایا۔ کہتے ہیں کہ جہاں یہ ملک تفرقہ پرداز مہربان ہوا وہاں کچھ نہ کچھ تفرقہ ڈالتا ہے۔

اے طوطے جبکہ شاہزادہ کو طپش آفتاب نے بیقرار کیا تو فوراً اس کے پاس آیا اور پرواز کرنا چاہا۔ تو اس تخت نے ذرا جنبش نہ کی شاہزادہ نہایت حیران و پریشان ہوا۔ اور ادہر ادہر تخت کے چکر لگانے لگا۔ ہر طرح چارہ جوئی کرنے لگا۔ اِلا کوئی ترکیب کارگر نہ ہوئی۔ ادہر تخت نے روانگی سے جواب دیا۔ اُدہر طپش آفتاب نے بیتاب کیا اے طوطے شاہزادہ مرنے پر آمادہ ہوا۔ جدائی دلبر سے معمور۔ جانب آسمان نگاہ نہ کہیں راستہ نہ راہ۔ جائے تو کہاں جائے۔ نہ کوئی محسن نہ غمخوار۔ صرف مجبوری ولاچار

ایک تو وطن سے چھوٹا۔ دوسرے محبوب سے ٹوٹا۔ یہ ریگستان دوزخ کا مکان جس طرف نگاہ اٹھائے کوسوں تک میدان نظر آئے اگر کوئی دیکھ پائے تو فوراً تنگ ہو جائے۔ دہشت سے کلیجہ شق ہو جائے نہ انسان نہ حیوان۔ فقط ایک کفدست میدان تحریر عالم میں بیچارہ آفت کا آرا بھو کا پیاسا تن تنہا نہ جیتا نہ مرتا مسافت طے کرتا۔ ایک جانب کو چلدیا۔ کہتے ہیں کہ متواتر بے آب و دانہ رہا اور چلا ہر گز ہر گز نہ جاتا تھا ہر وقت لب پر آہ و نالہ تھا ؎

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
کہ جسکے عوض یوں رلانے لگا۔

کہتے ہیں کہ روز سویم ایک آبادی نظر آئی۔ جہاں ایک بازاری ہفت ہزاری چوپڑ کا بازار دوکاندار سلیقہ شعار ایک نانبائی کی دکان دیکھ کر وہاں پہنچا۔ اور دینار کمر سے کھول کر نانبائی کو دیئے۔ اس نے کسی قسم کے کھانے حوالہ کیئے۔ یہ تو کئی روز کا بھوکا تھا۔ بے تحاشہ کھانے لگا۔ اور شکم سیر ہوا تو بیہوش ہوا اس عرصہ میں کیا دیکھتا ہے کہ کوتوال شہر ایک نعش اور چار آدمی اس کے ساتھ گرفتار کیئے ہوئے لاتا ہے اور چار کے ہاتھ میں ایک ایک تلوار ننگی آب دار خون آلود۔ مرنے پر تیار۔ ہر ایک یہ کہتا ہوا۔ کوتوال شہر سے جھگڑتا ہوا کہ اس آدمی کو میں نے قتل کیا اس کا خون میرے سر ہوا ہے ان تینوں کو رہا کرو۔ بلا قصور زحمت جبر کرو۔ دوسرا بولا کہ یہ جھوٹا ہے۔ یہ کام میرا ہے تیسرا بولا کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں۔ یہ کام میرا ہے۔ چوتھا بولا کہ یہ کام میں نے کیا ہے۔ میں سچ سچ کہہ دیتا ہوں۔ جھوٹ نہیں ہے۔ دیکھو اس تلوار سے میں نے مارا ہے جس پر خون جما ہے۔

اے طوطے اسی طرح جھگڑتے ہوئے دربار شاہی میں پہنچے۔ وہاں بھی یہی اظہار چاروں کے ہوئے۔ ہر ایک کا یہی بیان کہ میں نے مارا ہے یہ کیوں بیقصور ہیں۔ العرض ان کے بیان پر ہر ایک شخص تعجب کرتا تھا۔ شاہزادہ بھی ... تعقب میں روانہ ہوا۔ جملہ مردمان دفتر اس معاملہ سے حیران تھے کہ کس کو ماریئے ... کو خون کا اقرار ہے۔ ہر شخص مرنے کو تیار ہے

آخیر بادشاہ سے یہ عقدہ نہ کھلا - تو اس طرح گویا ہوا کہ معلوم ہوتا ہے کہ چار دل یار ہیں - آپس میں غمگسار ہیں - کام ایک کا ہے - اِلّا ایک دوسرے کیلئے جان دیتا ہے اچھا میں بھی ان سے دست بردار ہوں - ہاں اس بات کا طلب گار ہوں کہ یہ سچ سچ اپنا حال بتائیں ذرا نہ چھپائیں - یہ سنکر ان میں سے ایک بولا حضور والا! اس کی اصل کیفیت یہ ہے - کہ میں اپنے مکان میں ایک مرغا ذبح کر رہا تھا - بعد ذبح مجھ کو پیشاب کی حاجت ہوئی میں اس طرح چھری ہاتھ میں لئے ہوئے برائے رفع حاجت پیشاب باہر آیا تو وزیر اے دیوار پر یہ شگوفہ لکھا پایا کہ ایک شخص اس لاش کو ذبح کر رہا ہے اور کام تمام کر چکا ہے مجھ کو دیکھتے بھاگ گیا - میں پیشاب کو بیٹھا - اس عرصہ میں ادہر ادہر سے آدمی جمع ہو گئے مجھ کو پکڑ کر کوتوال کے پاس لائے - جبکہ ان میرے دوستوں نے سنا کہ تمہارا ایک یار قتل کے مواخذہ میں پھنس گیا - یہ بھی آ گئے اور مجھ کو بچانے کے لئے اپنی جانیں دینے کو تیار ہو گئے اور میں ان کے بچانے کے لئے اپنی جان دیتا تھا حضور جو حال تھا عرض کیا - بادشاہ نے برائے تحقیقات کوتوال کو روانہ کیا - تو سچ پایا انکو رہا کیا - اور اپنے دروازہ پر یہ لکھایا - کہ دوستی ہو تو ایسی ہو - ورنہ سب جھوٹ ہے یہ کہہ کر مینا چپ ہوا - کیونکہ سوال پورا ہوا تو حجام بولا کہ لالہ جی یہ تو فرمائیے کہ وہ شاہزادہ عزیز عالم کیا ہوا - مینا بولا کہ مجھ پر اس کا بتلانا فرض تو نہیں ہے اِلّا تیری خاطر سے جلد نو میں کبھی بیان کرونگا - جس کا نام گلزار ستان خیال ہے:

قصہ طوطا و مینا کی جلد ہشتم تمام ہوئی

00 Words.

ations.

t *Master of the*

espeare needs no language. Here, ritings of the Bard ss and splendour. did not adorn. The age, he has written which evoke laughter, est which is timeless. all its many facets ll time and bear its fancy, the broadest nate with the deepest st philosophy. All of refully arranged with

